خطباتِ اشرف الفقہاء میں تفہیمِ اشعارِ رضا کا
عشقِ رسول ﷺ سے مرصع مرقع

شرحِ اشعارِ رضا

شارح: خلیفۂ حضور مفتی اعظم حضور اشرف الفقہاء

مُفتی محمد مُجیب اشرف علیہ الرحمۃ

(بانی جامعہ امجدیہ ناگپور و سرپرست دارالعلوم انوارِ رضا نوساری)

ترتیب و تسہیل: ڈاکٹر محمد ہاتف رضا، دھولیہ

ناشر: دارالعلوم انوارِ رضا نوساری گجرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بہ فیض حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خطباتِ اشرف الفقہاء میں تفہیمِ اشعارِ رضا کا عشقِ رسول سے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرصع مرقع

شرح اشعارِ رضا

شارح

خلیفۂ حضور مفتی اعظم حضور اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف علیہ الرحمۃ

(بانی جامعہ امجدیہ ناگپور وسرپرست دار العلوم انوارِ رضا نوساری)

ترتیب وتسہیل: ڈاکٹر محمد ہاتف رضا، دھولیہ

ناشر: دار العلوم انوارِ رضا، نوساری گجرات

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام	:	شرح اشعارِ رضا
موضوع	:	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اشعار کی توضیح و تفہیم
شارح	:	حضور اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف
ترتیب و تسہیل	:	ڈاکٹر محمد ہاتف رضا، دھولیہ
تقدیم و تخریج	:	غلام مصطفیٰ رضوی، نوری مشن مالیگاؤں
حسبِ فرمائش	:	شہزادۂ اشرف الفقہاء حافظ تحسین اشرف رضوی
		عزیز العلماء مولانا غلام مصطفیٰ قادری برکاتی، نوساری
اشاعت بموقع	:	عرس حضور اشرف الفقہاء
تعداد	:	۱۱۰۰ (گیارہ سو)
سن اشاعت	:	۱۴۴۶ھ/ ۲۰۲۵ء
صفحات	:	۲۰۸
مطبع	:	رضا آفسیٹ، ممبئی ۳
ناشر	:	دارالعلوم انوارِ رضا، نوساری

ملنے کے پتے

[۱] دارالعلوم انوارِ رضا، نوین سوسائٹی، نوساری 9913138143

[۲] نوری میڈیکل، شانتی نگر ناگپور 9579452955

[۳] نوری مشن، مدینہ کتاب گھر، مدینہ مسجد مالیگاؤں 9325028586

نشانِ منزل

باب 3....... عطائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

باب4....... خوشبو چمن چمن

باب5....... عشق کی سرفرازیاں

باب 6...... رعنائی ذکر و میلاد

باب 7...... فکر آخرت

باب8....... مناقب اہل بیت

باب9....... مناقب غوث اعظم

باب10....... نسبتوں کی بہاریں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بزمِ ادب میں اشعارِ رضاؔ کی خوشبو

اشعارِ رضاؔ کی تشریحات کے علمی و ادبی، فکری وفنی اور اعتقادی محاسن ایسے ہیں کہ جن پر بکثرت مقالات لکھے گئے اور ہنوز کام جاری ہے۔ درجنوں پی ایچ ڈی کے مقالے کلام رضاؔ کے فنی، علمی، ادبی محاسن پر قلم بند کیے گئے۔ ہزاروں صفحات حدائق بخشش کی خوشبو سے معطر ہیں۔ سیکڑوں کتابیں چھپ کر عام ہیں۔ بیسیوں سیمینار و کانفرنسز منعقد ہو چکی ہیں جن کا سرورق ''حدائق بخشش اور کلام رضا کی فنی وادبی بلاغت'' رہا ہے۔ یوں ہی خطابت کی بزم میں چند ایسے ماہِ منیر گزرے ہیں؛ جن کی تشریحات سے علم وادب کا گوشہ روشن ومنور ہوا۔ عقیدہ وعقیدت کی جِلا کا سامان مہیا ہوا۔ فکر ونظر کو نور حاصل ہوا۔

ہند میں نمایاں طور پر دو بزرگوں کو اشعارِ رضا کی توضیح وتشریح اور تفہیم میں خاص عبور حاصل تھا۔ خانقاہِ برکاتیہ کے گل سرسبد حضور احسن العلماء علامہ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں مارہروی علیہ الرحمۃ اور خلیفۂ حضور مفتی اعظم حضور اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف رضوی علیہ الرحمۃ .... دونوں نے بڑے اچھوتے، البیلے، دل کش، عام فہم انداز اور دل نشیں اسلوب میں اشعارِ رضاؔ کی توضیح وتشریح فرمائی۔ جہانِ معنی ومفاہیم اُجاگر کیے ہیں۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جوت جگائی ہے۔ بزم قلب میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشبو بکھیر دی ہے۔ جہانِ سنیت میں فکر رضا کی روشنی بکھیر دی ہے۔

حضور اشرف الفقہاء عموماً اعلیٰ حضرت کا ایک شعر پڑھتے اور اسی کی تشریح میں مکمل گفتگو فرماتے۔ خوب صورت اندازِ خطابت اور پھر شعرِ رضا کی کیف زا فضا؛ دل و دماغ معطر ہو جاتے۔ آپ کا خطاب سنجیدہ، علمی مزاح سے لبریز، عام فہم ہوتا۔ جس سے بات سامعین کے دل و

دماغ میں بہ آسانی اتر جاتی۔ چوں کہ تقریر اعلیٰ حضرت کے کسی ایک شعر سے شروع ہوتی اس لیے مکمل گفتگو اسی شعر کے گرد گردش کرتی۔ نعت کی خوشبو پھیل جاتی۔ شرحِ اشعارِ رضا سے انشراحِ صدر حاصل ہوتا۔ فکر میں بالیدگی اور عقیدے میں تازگی کا سامان مہیا ہوتا۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی بزم میں رونق دیدنی ہوتی۔

ضرورت تھی کہ اشعارِ رضاؔ کی توضیح و تفہیم پر مشتمل گوشے حیطۂ تحریر میں لائے جاتے۔ خوب صورت موتیوں کی مالا بنائی جاتی۔ جس کے تابدار موتیوں کی کرنیں بزم اہل سنت کو منور کرتیں۔ الحمدللہ! برادر گرامی ڈاکٹر محمد ہاتف رضا (ساکن دھولیہ) نے خطبات سے تشریحی حصوں کو قلم بند کیا۔ راقم نے تحقیق و ترتیب اور تصحیح کا فریضہ انجام دیا۔ اس طرح یہ خزینۂ عرفان و ادب بزمِ علم میں آویزاں ہے۔

حضور اشرف الفقہاء کی حیاتِ ظاہری میں احقر نے عرض کیا تھا کہ تقاریر کو لکھا جائے۔ خطبات کو عنوان کے مطابق تحریری شکل میں عام کیا جائے۔ کتابی شکل دی جائے۔ بعض تقاریر پر کام بھی ہوا۔ تحریر کے تقاضوں کے پیش نظر ترتیب و تسہیل کی کوشش کی گئی ہے؛ اس جہت سے مزید کام کیا جائے تو بکثرت صفحات پر ہو جائیں گے اور کیفیت کچھ یوں ہوگی کہ ع

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

کتاب شہزادۂ اشرف الفقہاء حافظ تحسین اشرف رضوی (ناگپور) اور عزیز العلماء مولانا غلام مصطفیٰ برکاتی (مہتمم دار العلوم انوارِ رضا، نوساری) کی فرمائش پر عرس اشرف الفقہاء کی بہاروں میں منظر عام پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ناشر، مرتب و معاونین کو جزائے خیر دے۔ کتاب کو قبول و مقبول فرمائے آمین بجاہ حبیبہٖ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

احقر غلام مصطفیٰ رضوی

نوری مشن/ اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر مالیگاؤں

۵/ جون ۲۰۲۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

قارئین کرام! جیسا کہ اہلِ ذوق بخوبی جانتے ہیں کہ امام اہلِ سنت، مجددِ دین و ملت، امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کے نعتیہ اشعار عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترجمان ہیں اور قرآن وتفسیر، فقہ وحدیث، اور علومِ عقلیہ ونقلیہ کے آئینہ دار بھی۔ یہ حقیقت خوب عیاں ہے کہ امام اہلِ سنت کی شاعری محض الفاظ کی دلآویز ترکیب ہی نہیں بلکہ مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عظیم علمی، فکری اور روحانی خزینہ ہے۔ ان کا ہر شعر کسی آیتِ کریمہ کی تفسیر، کسی حدیثِ پاک کی شرح، کسی فقہی مسئلے کا استنباط یا تصوف وسلوک کے نکات کا آئینہ دار ہے۔ ''حدائق بخشش'' عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جمالیاتی اظہار کا مظہر ہے جو قاری کے محسوسات کو معراجِ عشق کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ تاہم اشعارِ رضاؔ کے معانی ونکات، ان کی معنویت اور علمی وفکری گہرائی و گیرائی تک رسائی عام قاری تو درکنار، اکثر اہلِ علم کے لیے بھی سہل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان اشعار کی شرح نہ صرف مفید بلکہ ناگزیر ہو جاتی ہے۔

اشعارِ رضاؔ کی درست اور جامع شرح وہی شخصیت کر سکتی ہے جو قرآن وسنت، عقائد و فقہ، علم کلام، بلاغت وعروض، اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ امتزاج کی حامل ہو۔ ایسی ہی یگانۂ روزگار شخصیت مفتی اعظم مہاراشٹر، شارح کلام رضاؔ، حضور اشرف الفقہاء، مفتی محمد مجیب اشرف رضوی قدس سرہ العزیز ہیں۔ جن کی ذات علم وعرفان کا ایک روشن مینار تھی، انھیں اللہ تعالیٰ نے

بیک وقت کئی علوم پر مہارت و دسترس سے نوازا۔ جب آپ اشعارِ رضا کی تشریح فرماتے تو کبھی علمِ ہیئت و توقیت، علمِ جفر و تکسیر، منطق و فلسفہ، کلام و ادب، عروض و قوافی، بیان و معانی، علم حجریات و مرایا، حساب و ہندسہ، علم طب اور کبھی تصوف و سلوک کے موتی بکھیرتے۔

کلامِ اعلیٰ حضرت کی جو شرح حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ نے فرمائی، وہ جداگانہ شان کی حامل ہے۔ عام تشریحات جہاں اشعار کے صرف لغوی یا ظاہری معانی پر قناعت کرتی ہیں، وہیں حضور اشرف الفقہاء کی تشریح اس طرح روح میں اترتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، گویا یہ شرح خود بارگاہِ اعلیٰ حضرت سے عطا ہوئی ہو! اور حضور اشرف الفقہاء نے گویا اس پر لفظوں کا حسین قالب چڑھا دیا ہو۔

بچپن ہی میں مَیں حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ سے بیعت کی سعادت حاصل کر چکا تھا، آپ کے مواعظِ حسنہ کو سنا، آپ کے اندازِ بیان سے آشنائی حاصل کی، اس تعلق نے عقیدت و محبت کے مضبوط رشتے میں ڈھل کر ایک روحانی وابستگی کی شکل اختیار کر لی، جس نے مجھ حقیر کو اس کارِ سعید کی طرف مائل کیا۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ یہ کام حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ کی ظاہری حیات میں مکمل نہ ہو سکا۔ اگر آپ کے سامنے ہی یہ کوشش ہو جاتی تو ممکن تھا کہ اکثر اشعارِ رضاؔ کی تشریحات آپ کے توسط سے منصۂ شہود پر ہوتیں۔

میں نے تقریباً دو سال قبل اس کام کا آغاز اپنے عزیز دوست ڈاکٹر ذیشان احمد قادری صاحب کی تحریک پر کیا تھا اور خواہش تھی کہ یہ کتاب پچھلے عرسِ اشرف الفقہاء کے مبارک موقع پر زیورِ طباعت سے آراستہ ہو جاتی، لیکن بعض وجوہ سے یہ ممکن نہ ہو سکا۔ البتہ دل کو تسلی اعلیٰ حضرت کے اس شعر سے ملتی رہی۔

اے رضاؔ ہر کام کا اِک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

پیشِ نظر کتاب میں درج تشریحات دراصل اُن تقاریر سے اخذ کی گئی ہیں جو حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ نے ہند و بیرون ہند ہونے والے مختلف تبلیغی اسفار کے دوران ارشاد فرمائیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپ ایک شعر کو محورِ گفتگو بناتے اور اس پر اس انداز سے روشنی ڈالتے کہ قلوب میں معرفت کے چراغ روشن ہو جاتے۔ ان تقاریر میں کبھی فقہی بصیرت جھلکتی، کبھی قرآنی پیغام جلوہ گر ہوتے، کبھی احادیث مبارکہ کے نکات بیان ہوتے اور کبھی عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی کیفیات قلوب پر اثر انداز ہوتیں۔

ان خطبات کو مختلف ذرائع سے حاصل کیا گیا۔ بعض آڈیوز انٹرنیٹ سے مہیا ہوئیں اور کچھ حضرت کی مطبوعہ کتابوں سے اخذ کی گئیں، اس طرح تقریباً سو اشعار رضا کی تشریحات پر مشتمل یہ کتاب تیار ہوئی، صوتی کیفیت کو تحریری قالب میں ڈھالتے ہوئے اگرچہ کئی مشکلات درپیش آئیں؛ خصوصاً بعض آڈیوز میں ریکارڈنگ کی خرابی کے باعث الفاظ کی سماعت میں دقت حائل رہی؛ چوں کہ میں حضرت کے اندازِ خطابت، لہجہ اور اندازِ تخاطب سے بخوبی آشنا ہوں، اس لیے اصل روح کو حتی الامکان ملحوظ رکھتے ہوئے، ہر ہر سطر کو کئی بار چیک کر کے تحریر کیا گیا ہے تاہم اگر کہیں فہم کی کوتاہی یا نقل میں سہو رہ گیا ہو تو اسے میری علمی کم مائیگی پر محمول کیا جائے۔

یہ کتاب محض اشعار کی معنوی تشریح نہیں بلکہ حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ کی زبانِ مبارک سے نکلنے والے علمی، ادبی اور روحانی نکات کا خزینہ ہے۔ اس میں جہاں کہیں علمی تحقیق ہے، وہیں عشق و عرفان کا نور بھی موجود ہے، جس سے قلب و روح کو تسکین میسر ہوتی ہے۔ بعض مقامات پر فرق ہائے باطلہ کا رد بھی مدلل و سنجیدہ انداز میں ہے کہ یہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کا امتیازی وصف ہے کہ گستاخوں کو بے نقاب کیا جائے۔ یہ کتاب علما، طلبہ، اہل ادب، عوام اور تمام عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یکساں طور پر مفید ہے، بالخصوص ان حضرات کے لیے جو شعر و سخن کے ذوق سے آراستہ ہیں، ان کے لیے یہ ایک گراں قدر علمی و ادبی خزانہ ہے۔

میں ان تمام مشفق ومخلص احباب کا دل کی عمیق گہرائیوں سے شکر گزار ہوں جنھوں نے کسی نہ کسی صورت ؛اس کتاب کی تیاری، تکمیل اور نکھار میں اپنا کردار ادا فرمایا۔ بالخصوص محترم ڈاکٹر ذیشان احمد قادری صاحب، جن کی مخلصانہ تحریک اس کاوش کا نقطۂ آغاز بنی۔ شہزادۂ اشرف الفقہاء حضرت حافظ تحسین اشرف رضوی صاحب، خلیفۂ اشرف الفقہاء سید علی تبسم رضوی صاحب اور نبیرۂ اشرف الفقہاء مولانا محمد راشد رضا امجدی صاحب، جن کی دعاؤں، شفقتوں اور حوصلہ افزائی نے اس عاجز کو عزمِ نو اور حوصلہ دوام عطا فرمایا۔ نیز عالی جناب غلام مصطفیٰ رضوی صاحب (نوری مشن، مالیگاؤں) جنھوں نے اپنے بصیرت افروز مشوروں، علمی شفقت اور شبانہ روز محنت کے ذریعہ اس کتاب کو حسنِ ترتیب وتزئین سے آراستہ کر کے اس علمی کام کو نکھارا، وقار اور افادیت عطا کی... ان کا بھی بصمیمِ قلب ممنون ہوں۔

میری دلی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت عطا فرمائے۔ اسے اردو ادب میں ایک وقیع اضافہ بنائے، اور عوام وخواص فیض یاب ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرما کر اسے ہمارے لیے باعثِ مغفرت، ذریعۂ نجات اور صدقۂ جاریہ بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سگ بارگاہِ اشرف الفقہاء
ڈاکٹر محمد ہاتف رضا
دھولیہ، مہاراشٹر
۲۸ رمئی ۲۰۲۵ء، بروز بدھ

حضور اشرف الفقہاء اور دار العلوم انوار رضا نوساری

مولانا سرفراز احمد ازہری
(پرنسپل: دار العلوم انوارِ رضا، نوساری گجرات)

برصغیر ہند و پاک کی سرزمین علم و عرفان کی خوشبوؤں سے معطر ہے۔ اس خطے نے ایسے ایسے جلیل القدر علما اور فقہا پیدا کیے جن کی علمی و دینی خدمات سے یہ کفرستان نورِ اسلام کی روشنی سے منور ہوا۔ ان ہی پاکیزہ ہستیوں میں سے ایک عظیم نام خلیفۂ حضور مفتی اعظم حضور اشرف الفقہاء علامہ مفتی محمد مجیب اشرف قبلہ علیہ الرحمۃ کا ہے، جن کی ذات علم و عمل، اخلاص اور استقامت کا حسین امتزاج ہے۔ آپ کی خدمات کا دائرہ نہایت ہی وسیع رہا۔ آپ علیہ الرحمۃ کے قدم مبارک جہاں بھی پہنچے؛ مسلک اعلیٰ حضرت کا چشمہ وہیں سے جاری ہو گیا، اس کی تازہ مثال شہر نوساری میں موجود ادارہ دار العلوم انوار رضا ہے۔ شہر نوساری یوں تو بزرگوں کا شہر ہے، لیکن اہل سنت و جماعت کی آبادی گنتی پر مشتمل تھی، جب آپ علیہ الرحمۃ پہلی مرتبہ پروگرام کے سلسلہ میں تشریف لائے اس وقت دیابنہ نے یہ کہتے ہوئے اسٹیج توڑ دیا کہ ہم یہاں کسی بدعتی کا پروگرام نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے توڑ بھی دیا اس کے باوجود حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ مایوس نہ ہوئے، اور مسلسل کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ نوساری میں دار العلوم انوار رضا کا قیام آپ کے دست مبارک سے عمل میں آیا۔ آپ علیہ الرحمۃ پوری زندگی اس کی سرپرستی فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ ظاہری دنیا سے تشریف لے گئے، لیکن سرپرستی بذریعہ فیض آج بھی جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ آپ کی قبر انور پر خصوصی فضل وکرم کی بارش نازل فرمائے آمین۔

حضور اشرف الفقہاء کا شمار ان اکابر علمائے کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے فقہِ حنفی، تفسیر، تدریس وتبلیغ اور روحانیت کے میدان میں مثالی خدمات انجام دیں۔ آپ کی شخصیت علم و حکمت، درایت وفراست اور تقویٰ وطہارت کا پیکر تھی۔ آپ نہ صرف ایک مایۂ ناز مفتی اور فقیہ تھے بلکہ ایک روحانی رہنما بھی تھے جنہوں نے امت مسلمہ کی ہر میدان میں رہنمائی فرمائی۔

دارالعلوم انوار رضا نوساری: اشرف الفقہاء کا علمی فیضان

دارالعلوم انوار رضا کا قیام حضور اشرف الفقہاء کے دینی وژن کا عملی مظہر ہے۔ یہ ادارہ علم وحکمت کا مرکز اور خدمتِ خلق کا عظیم پلیٹ فارم ہے۔ نوساری جیسے پس ماندہ علاقے میں ایسا ادارہ قائم کرنا بذاتِ خود ایک بڑی خدمت ہے۔ یہ ادارہ صرف تعلیم کا مرکز نہیں بلکہ اخلاق و کردار سازی کا کارخانہ ہے۔ یہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ تزکیہ وتربیت کو بھی خاص اہمیت دی جاتی ہے تاکہ طلبہ علم کے ساتھ حلم، تقویٰ، ادب اور اخلاص کی دولت سے بھی مالا مال ہوں۔

آج دارالعلوم انوار رضا نوساری گجرات ترقی کی نئی منازل طے کر رہا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی کا استعمال، آن لائن تعلیم، تحقیق وتصنیف اور سماجی خدمات جیسے شعبوں میں وسعت لائی جارہی ہے۔ اس ادارے کی انتظامیہ، اساتذہ، اور طلبہ کی محنت قابلِ تحسین ہے۔

اس کے بانی، رہنماؤں اور معاونین کی خدمات ہمیشہ تاریخ میں سنہرے الفاظ میں لکھی جائیں گی۔ ادارہ اس خواب کی تعبیر ہے جو حضور اشرف الفقہاء نے اپنی بصیرت سے دیکھا اور جب تک آپ باحیات رہے ہمیشہ اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے، جب جب ضرورت

محسوس ہوئی نہ صرف آپ نے تعاون فرمایا بلکہ اپنے مریدین کو بھی تاکید فرماتے رہے؛ یہی وجہ ہے کہ بحمدہٖ تعالیٰ ادارہ آج بھی ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ پر جب بھی علمی و اشاعتی کام کے لیے ہم نے عزیز العلماء حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قادری برکاتی صاحب کی بارگاہ میں عرض کیا، انہوں نے فوراً عرض قبول کی؛ دارالعلوم انوارِ رضا نوساری سے اشاعت کا اہتمام کروایا۔ اشاعت کے لیے وسائل کا انتظام فرمایا۔ کشادہ قلبی کے ساتھ کام میں تعاون فراہم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اشرف الفقہاء کی خدمات پر کئی کتابیں شائع ہو کر علمی دنیا میں عام ہوئیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کو فروغ ملا۔

عرس حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمۃ پر ہمارے مشفق و کرم فرما صاحب قلم عالی جناب غلام مصطفیٰ بھائی رضوی مالیگ کی جہد مسلسل اور ڈاکٹر محمد ہاتف رضا کی کاوش نے حضور اشرف الفقہاء کی زبان فیض ترجمان سے امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے نعتیہ اشعار کی جو تشریح آپ کی دستیاب تقاریر میں ملیں؛ انہیں یکجا کیا اور تحقیق و تصحیح کے مرحلے سے گزار کر مزید مہکا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا دنیا و آخرت میں بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

باب 1.......اختیاراتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اختیارات کے جلوے

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

شرح:

یہ (نجدی وہابی)؛ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وعظمت کے منکر، اپنے جیسا مجبور بشر کہنے والے، نابکار، جب (بروزِ حشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیارات) دیکھیں گے تو ان کا کلیجہ پھٹ جائے گا؛ ہائے ہائے کرتے رہیں گے، فرشتے دھکے مار کر اوندھے منہ دوزخ میں گرادیں گے اور کہیں گے:

ذُقۡ إِنَّكَ أَنتَ الۡعَزِيزُ الۡكَرِيمُ (سورۃ الدّخان:۴۹)

چل مردود جہنم کا عذاب چکھ بڑا عزت والا بزرگ بنتا تھا، اور رسول کی عزت و بڑائی کا انکار کرتا تھا... اس وقت کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا:

يَوۡمَ يَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِيۡهِ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيۡهِ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيۡهِ لِكُلِّ امۡرِیٍٔ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ يُّغۡنِيۡهِ (سورۃ عبس:۳۷)

قرآن فرماتا ہے: اس دن آدمی بھاگے گا، اپنے بھائی، ماں، باپ اور بیوی سے، ان میں سے ہر ایک کو ایک ہی فکر ہے؛ وہی اس کیلئے بس ہے۔

اس سخت دن کی پریشانیوں سے چھٹکارے کی آج ہی فکر کرو! اور مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم ہوجاؤ! دیکھو! تمہارا امام، تمہارا بہی خواہ، احمد رضا؛ تم کو کس پیار سے سمجھا رہا ہے ؎

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قِیامت میں اگر مان گیا(۱)

☆☆☆

جلوۂ رحمت

آستیں رحمت عالم الٹے کمرِ پاک پہ دامن باندھے
گِرنے والوں کو چہِ دوزخ سے صاف الگ کھینچ لیا کرتے ہیں

شرح:

یہ امام احمد رضا ہی کا حصہ ہے؛ کس کس طریقے سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا تذکرہ کیا ہے۔ اورشاعرانہ فن کا ایک فن ہے؛ منظر کشی، (یعنی) جس کام کے بارے میں ذکر کیا جائے اس کے تمام مناظر کو شعر کی شکل میں پیش کر دینا، کہ اس کام، کرنے کے سلیقے کے اوپر بھر پور روشنی ہو یہ ہے "منظر کشی"۔

ایک شخص گہرے کنویں میں گر گیا، اور اب؛ ایک بہادر، دردمند، اس کنویں سے، اسے نکالنا چاہتا ہے۔ ہائے ہائے! کرنے والے تو سب ادھر کھڑے ہیں، گر گیا! گر گیا! گر گیا! اور ان میں سے ایک نکلا، وہ "گر گیا!" نہیں بولتا ہے؛ وہ اس کے نکالنے کی فکر کر گیا، اس کو کیسے نکالا جائے؟ اب وہ کنویں سے گرنے والے کو نکال کر باہر لانا چاہتا ہے، تو اس کی حالت پہلے یہ ہوتی ہے کہ؛ وہ آستین پلٹتا ہے، میں نکالوں گا! یہ ہے: "منظر"، ہوتا ہے ایسا؟ کنواں تو چھوڑو! گڑھے میں کوئی گرے گا اور جو بچانے کے لیے جائے گا: اس کی حالت کیا ہوگی؟ پہلے وہ تیاری کرے گا، تیاری کیسے کرے گا؟ آستین پلٹے گا؛ سمجھ گئے؟ یہ اس لیے کہ یہ آستین لمبی ہوتی ہے، کہیں الجھ نہ جائے، اور پھر دامن کو سمیٹ کر کمر سے باندھ لیتا ہے؛ یہ دو چیز ذہن میں رکھیے۔ دو ہی لفظ میں پورا منظر امام احمد رضا نے پیش کر دیا۔

یہ دنیا کے پانی کا کنواں نہیں ہے؛ یہ چاہِ جہنم ہے۔ جہنم کا وہ گڑھا کتنا گہرا ہے؟ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صحابۂ کرام کا مجمع تھا، سرکار کے چہرۂ پاک پر لوگ دُزدیدہ نگاہ سے دیکھتے تھے، میں (نے) دُزدِیدَہ نگاہ اس لیے کہا (کہ) حضور کا چہرہ ایسا بارعب

تھا، صحابہ فرماتے ہیں: کبھی ہم نے جی بھر کے، ٹکٹکی باندھ کر چہرے کو نہیں دیکھا اور نہ اتنی ہمت ہوتی تھی، بس یوں (ذراسا) دیکھ لیتے تھے؛ بس اتنے میں تو دل کی دنیا بحال ہو جاتی تھی، اس کو دُز دِیدَہ نگاہ کہتے ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سر جھکائے بیٹھے تھے۔ حدیث پاک ہے بخاری شریف کی، صحابہ ایسے بہ ادب بیٹھتے تھے اور سر جھکائے رہتے تھے، جیسے ان کے سر پر کوئی پرندہ آ کر بیٹھ گیا ہے۔ آپ کے سر پر پرندہ بیٹھے اور اس کو (آپ) بیٹھے رہنے دینا چاہتے ہیں، تو سر کو ہلائیں گے؟ نہیں ہلائیں گے؛ بالکل خاموش، اس طریقے سے ساکت و صامت، خاموش اور مجسمۂ حرکت کو ختم کر کے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھے تھے، اچانک دھماکے کی آواز آئی، (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) چونک گئے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ مبارک اٹھائی، کون سی نگاہ؟ ؎

جس طرف اٹھ گئی دَم میں دَم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا اور فرمایا: یہ آواز جو سنی ہے، تم کو معلوم ہے کیسی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ جانے اس کا رسول جانے؛ اللہ غیب جانتا ہے، اس کی عطا سے رسول جانتے ہیں، اس لیے عرض کیا: اللہ جانے یا اس کا رسول جانے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: 70ر ہزار سال پہلے ایک پتھر کی چٹان، جہنم کے گڑھے اور کنویں میں ڈالی گئی تھی، آج وہ چٹان، اس کی تہہ میں جا کر گری ہے، اس کا دھماکہ ہم نے اور آپ نے سنا ہے؛ کتنا (گہرا) گڑھا! وہ کتنا گہرا کنواں ہے! ستر ہزار سال پہلے پتھر کی چٹان... جو چیز پھینکی جاتی ہے اوپر سے، وہ جتنی بھاری ہوگی اس کی اسپیڈ (Speed) اتنی زیادہ ہوگی؛ ہلکی چیز کی کم ہوتی ہے؛ اور وزن دار چیز کی اسپیڈ (Speed) زیادہ ہوتی ہے... 70ر ہزار سال کے بعد آج وہ تہہ میں گری ہے، جس کا دھماکہ تم نے سنا ہے۔ ابھی میں اس کی تشریح نہیں کر رہا ہوں؛ بتانا چاہتا ہوں کہ جہنم کے کنویں کی گہرائی

کتنی ہے۔

ایسے گہرے کنویں میں گنہگاروں کو پھینکا جائے گا، انھیں کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔ جتنے بچانے والے ہیں، سب نفسی، نفسی پکاریں گے۔ حتیٰ کہ حضرتِ آدم بھی کہیں گے: نفسی! نفسی! **اذھبو الی غیری**، تمام انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، آدم سے لے کر جنابِ عیسیٰ تک، سب یہی پکاریں گے: "نفسی! نفسی! **اذھبو الی غیری**" اور گنہگاروں کے نامۂ اعمال تولے جائیں گے، فرشتے پکڑ کر انھیں جہنم کے کنویں میں ڈالیں گے؛ بچائے گا کون؟ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: جہاں سب کھڑے ہوں گے، لاکھوں، کروڑوں، عربوں، جہاں گنتی ختم ہو جاتی ہے، اس سے زیادہ مجمع رہے گا، کوئی بچانے والا نہیں ہوگا؛ صرف ایک وہ جن کے بارے میں رب نے فرمایا:

وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَٰلَمِينَ (سورۃ الانبیاء:۱۰۷)

اے حبیب! ہم نے آپ کو سارے عالم کے لیے، اِس عالم کے لیے بھی رحمت بنایا ہے، اُس عالم کے لیے بھی رحمت بنایا ہے۔

مصطفیٰ آگے بڑھیں گے؛ میرا غلام ایسے گڈھے، کنویں میں گر رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: آستیں رحمت عالم پلٹے، کوئی نہیں بچا رہا ہے، نہ حضرتِ آدم آرہے ہیں، نہ حضرتِ عیسیٰ آرہے ہیں؛ میں بچاؤں گا! (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا) یہ انداز (ہوگا)، آیا نا سمجھ میں؟ ؏

آستیں رحمت عالم الٹے کمرِ پاک پہ دامن باندھے

آستین، پہلے آستین الٹی جاتی (ہے۔) لف و نشر مرتب ہے؛ پہلے دامن نہیں باندھا جاتا ہے، سب سے پہلے ہاتھ فطری طور پر آستین پر جاتا ہے۔ آستین کو پلٹے، پھر فرماتے ہیں: کمرِ پاک سے دامن باندھے، اور پھر اپنے جبہ پاک کا دامن سمیٹ کر، کمر سے باندھ لیا۔

آستیں رحمت عالم الٹے کمرِ پاک پہ دامن باندھے
گرنے والوں کو چہِ دوزخ سے صاف الگ کھینچ لیا کرتے ہیں

(اعلیٰ حضرت نے) یہ "صاف" کیوں کہا؟ ایک گرنے والا جب گرتا ہے، تو کہیں اس کا سر ٹکراتا ہے، کہیں کچھ بھی ہوتا ہے، لیکن مصطفیٰ پیارے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کھینچا، کہ ایک خراش بھی نہیں آئی۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

آستیں رحمت عالم الٹے کمرِ پاک پہ دامن باندھے
گِرنے والوں کو چہِ دوزخ سے صاف الگ کھینچ لیا کرتے ہیں

ایک اور (لفظ کی جانب) مِرا ذوق مجھے آواز دے رہا ہے، لفظ "صاف" میں اتنی صفائی ہے؛ دیکھو! گرنے والوں کو دو طرح سے بچایا جاتا ہے۔ ایک تو اس کا کمر کا حصہ پکڑ کر کھینچ لیا، یا اس کی گردن کا کالر پکڑ کر کھینچ لیا، اس میں بھی تو تکلیف ہے۔ اگر اس کے کمر کا ازار بند (کمر بند) پکڑ کر کھینچا تو اس کو یہاں (کمر بند کی جگہ) خراش آئے گی، اگر یہ (کالر) پکڑ کر کھینچا تو گردن میں خراش آئے گی، کہیں نہ کہیں، کچھ نہ کچھ اسے تکلیف ہوگی، لیکن اعلیٰ حضرت نے 'رحمت عالم' کا لفظ استعمال کیا ہے، (اور) جہاں جہاں رحمت ہے؛ وہاں پر خراش نہیں، وہاں پر تکلیف نہیں، راحت ہی راحت ہے، سب بچاتے ہیں پیچھے سے کھینچ کر، کوئی ٹانگ (پیر) پکڑ کے کھینچتا ہے، کوئی کان پکڑ کے کھینچتا ہے، کوئی ہاتھ پکڑ کے کھینچتا ہے، وہ یہ نہیں دیکھتا ہے کہ تکلیف ہوگی بلکہ وہ دیکھتا ہے، (گرنے والا) گرنے سے بچ جائے، لیکن مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس طرح سے گھسیٹ کر نہیں بچاتے ہیں، بلکہ ہاتھ یوں (نرمی سے) باندھ کر کے اور یوں (آرام سے اوپر) اٹھا لیتے ہیں؛ جیسے ماں، باپ بچے کو اٹھا لیا کرتے ہیں۔ (اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں: "صاف الگ کھینچ لیا کرتے ہیں"، لفظ "کھینچنا" بھی بتایا، کہ کھینچنے میں عجلت ہے، جلد بازی کا لفظ ہے، کھینچ لیا؛ "صاف" بھی فرمایا، کہ اس طرح سے کھینچا، کہ کوئی تکلیف نہ ہوئی اور الگ بھی کر لیا: صاف الگ کھینچ لیا کرتے ہیں۔ (۲)

☆☆☆

پروانۂ نجات

ایک میں کیا مِرے عِصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اِشارہ تیرا

شرح:

حسنِ عمل کی پونجی سے ہمارے دامن خالی ہیں، اور گناہ بے حد و شمار ہیں، مگر شفیع روزِ شمار، مدنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارۂ شفاعت اور سرکار بغداد رضی اللہ عنہ کی ادنیٰ حمایت کے سامنے ہمارے بے شمار گناہوں کی حقیقت ہی کیا ہے؟ ان کا ایک اشارۂ ابرو کروڑوں کی نجات و بخشش کا پروانہ ہے، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ مچل کر فرماتے ہیں ؎

ایک میں کیا مِرے عِصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اِشارہ تیرا

ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اشارہ کتنا باوقار اور مؤثر ہے کہ؛ اشارہ فرمایا تو چاند کا کلیجہ چِر گیا، دستِ ناز اٹھے تو ڈوبا ہوا سورج الٹے پاؤں پلٹ پڑا، جنبشِ لب کا اشارہ پا کر کنکر بول اٹھے، حکم پا کر درخت دوڑ پڑے، اسی طرح میدانِ محشر میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اشارہ فرمائیں گے اور ہم گنہگاروں کو رہائی کا پروانہ ملتا جائے گا؛ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (۳)

☆☆☆

وسعتِ علم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تِرے آگے یُوں ہیں دَبے لَچے فُصَحَا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منھ میں زباں نہیں، نہیں! بلکہ جسم میں جاں نہیں

شرح:

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رب نے اُمّی بنایا ہے۔ اُمّی؛ وہ جس نے نہ کسی سے پڑھا

ہے اور نہ کسی سے لکھنا سیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت ہے اُمّی؛ یہ جاہل لوگوں (وہابیوں) نے کہا ہے ''اَن پڑھ'' اُمّی کا ترجمہ؛ کہا حضور اَن پڑھ تھے (معاذ اللہ)، اَن پڑھ کہتے ہیں جاہل کو؛ حضور اَن پڑھ نہیں تھے (بلکہ آپ نے) کسی سے پڑھا نہیں تھا اور علم کا دریا ایسا علم، ایسا علم کہ ۔

فَاِنَّ مِنۡ جُوۡدِكَ الدُّنۡيَا وَضَرَّتَهَا

وَمِنۡ عُلُوۡمِكَ عِلۡمَ اللَّوۡحِ وَالۡقَلَمِ

آپ کا علم ایسا ہے کہ آپ کے علم کا ایک حصہ ہے لوح و قلم کا علم، لوح میں کتنا علم ہے معلوم ہے؟ قرآن ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ (سورۃ الانعام: ۵۹)

ارشاد فرماتا ہے رب کہ لوحِ محفوظ (میں) اتنا علم ہے کہ زمین، آسمان، خشک و تر میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی نہ ہو، ساری کائنات کا علم ہے، اور ہمارا عقیدہ سنو! ''یہ جو علم لوح و قلم کو ملا ہے وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا ایک قطرہ ہے، ایک قطرہ۔'' بعض علما فرماتے ہیں: جیسے سمندر میں، اگر پرندے نے یوں چونچ بھگو دی اور نکالا تو چونچ کے اوپر پانی (کی) جتنی تری اور نمی ہے، اتنی ہی حقیقت ساری کائنات کا علم، پرندے کی چونچ پر جو پانی ہے وہ، اور حضور کا علم سمندر؛ جبریل کا علم، لوح و قلم کا علم، کائنات کا علم، ساری کائنات کا علم اور حضور کے علم کو (ان) دونوں کو سامنے رکھو تو پوری کائنات کا علم پرندے کی چونچ پر جو پانی کی تری ہے اتنا؛ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم اس کے مقابلے میں سمندر جیسا ہے، ایسا علم ہے، اور یہ (وہابی) بولتے کیا ہیں؟ ''دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے۔'' اور (اے وہابی!) تجھے اپنے پیچھے کا علم ہے کہ کیا ہو رہا ہے؟... ایسے بدعقیدوں سے ہمیشہ دور رہنا اور اللہ کے گھر سے قریب ہو جانا! تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بلاغت نظام ایسا عظیم تھا کہ عرب کے وہ لوگ جو اپنے کلام کی فصاحت اور بلاغت پر ناز کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہم ہی عرب ہیں؛ یعنی بولنا ہم کو

آتا ہے، گفتگو کرنا ہم کو آتا ہے اور عرب کے علاوہ سب لوگ عجمی ہیں، عجم کے معنی گونگے (ہوتا ہے،) جن کو بولنا نہیں آتا ہے؛ ان (عربوں) کو اپنی زبان پر، اپنی بھاشا پر اتنا غرور تھا، اتنا غرور تھا کہ ساری دنیا کو اپنے سامنے وہ گونگا سمجھتے تھے، اتنا فخر و غرور ان کے پاس تھا۔ پروردگار عالم نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایسا فصیح بنا کر بھیجا اور علم خدا نے خود عطا فرمایا، دنیا والوں سے پڑھنے کی تکلیف نہیں دی اپنے حبیب کو کہ اِس استاد سے پڑھ لو، اُس استاد سے پڑھ لو، اگر دنیا میں کسی استاد نے اگر حضور کو پڑھایا ہوتا، تو موٹھ پر ڈنڈا باندھ کر کہتا کہ: میں نے نبی کو علم سکھایا ہے، تو پروردگار عالم نے ایسے مغروروں سے بھی حضور کو بچایا؛ اور پھر پڑھایا کس نے؟ تو رب فرماتا ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (سورۃ الرحمٰن: ۱۔۲)

رحمان نے نبی کو قرآن پڑھایا ہے۔ پڑھانے والا رب اور پڑھنے والے جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، (اللہ نے محبوب کو) کیا کیا پڑھایا ہوگا؟ تم سمجھ سکتے ہو؟ پڑھانے والا رب ہے، جس کی شان یہ ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ (سورۃ الحشر: ۲۳)

وہ ساری کائنات کا عَالِمُ الغیب والشهادة ہے، وہ مُهَيْمِنْ ہے،؛ تو پروردگار عالم اپنے حبیب کو اپنا علم بھی سکھا رہا ہے، اپنا غیب بھی عطا فرما رہا ہے؛

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا

(سورۃ النساء: ۱۱۳)

اے حبیب! ہم نے وہ تمام چیزیں آپ کو سکھا دیں جو آپ نہیں جانتے تھے۔ اس آیت کا ترجمہ یاد رکھنا؛ اے رسول! اے حبیب! ہم نے وہ سب آپ کو سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے، ہیں نا؟ یاد کرلیا؟ اب اگر کوئی گمراہ فرقہ کا آدمی کہے کہ: حضور یہ نہیں جانتے تھے،

تو آپ جواب کیا دو گے؟... اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: جو نہیں جانتے (تھے) وہی تو سکھایا، نہیں سمجھے ابھی؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (رسول اللہ) جو نہیں جانتے تھے وہ سب سکھایا؛ اب، اگر کوئی بدعقیدہ یہ کہے کہ "حضور یہ (چیز/ بات) نہیں جانتے" تو تم کہہ دو! "اللہ نے (حضور) جو نہیں جانتے تھے وہی تو سکھایا ہے"... (اے وہابیو!) اب ایک ایسی چیز بتاؤ! کہ حضور ﷺ نہیں جانتے تھے، اگر تم کہتے ہو (حضور) نہیں جانتے تھے تو ہم آپ سے پوچھیں گے (کہ) آپ کیسے جان گئے کہ (حضور) نہیں جانتے تھے۔"... یہ بھی تو ایک سوال ہے! تو وہ یہ کہتے ہیں کہ "حضور نے بتایا نہیں"، تو ہر چیز جاننے والے کو بتانا ضروری ہے؟ (حضور اشرف الفقہاء عوام سے سوال کرتے ہوئے......) میں کچھ پڑھا لکھا ہوں کہ نہیں؟ پڑھا لکھا ہوں نا؟ بہت کچھ جانتا ہوں کہ نہیں جانتا ہوں؟ تو جتنا میں جانتا ہوں (وہ) سب میں نے آپ کو بتا دیا؟ چھتیس سال ہو گئے بتاتے بتاتے؛ لیکن جتنا ابھی میں جانتا ہوں اتنا نہیں بتایا؛ یہ ضروری نہیں ہے کہ جاننے والا جو ہے وہ سب بتا دے، اگر سب بتاؤں تو آپ اسے یاد نہیں کر سکتے، میں کہتا ہوں: "نبی اگر سب بتا دیں تو لوح و قلم کا علم تو ابھی محدود ہے اور میرے مصطفیٰ کا علم اس کے سامنے سمندر جیسے ہے، لوح کے اندر بھی اتنی سمائی نہیں کہ مصطفیٰ کا علم وہ سما لے!... تو تمہارے دل میں کتنی سمائی ہوگی کہ نبی کا سارا علم تم سما لو!"

تو نبی کو (اللہ) نے ایسا کلام، ایسی زبان، ایسی فصاحت، ایسی بلاغت دے کر کے ان لوگوں میں بھیجا اور یہ بتا دیا کہ میرے نبی نے کسی سے کوئی علم سیکھا نہیں ہے، یہ بھی نبی کا معجزہ ہے؛ کسی سے سیکھا نہیں اور ساری کائنات کو بتا رہے ہیں، عرش پر کیا ہو رہا ہے بتا رہے ہیں، زمین کے نیچے کیا ہو رہا ہے بتا رہے ہیں، اور قیامت میں کیا ہوگا بتا رہے ہیں، منافق کیا سوچ رہا ہے بتا رہے ہیں، دل کے راز بتا رہے ہیں، مرنے کا انجام بتا رہے ہیں، سارا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

بتا رہے ہیں؛ (وہ بھی) پوری فصاحت و بلاغت کے ساتھ؛ امام احمد رضا یہاں پر آ کر کہتے ہیں ؏

تِرے آگے یُوں ہیں دَبے لَچے فُصَحَا عرب کے بڑے بڑے

بڑے بڑے عربی شاعر، ادیب اور بلاغت اور فصاحت سے بولنے والے جو ساری دنیا کو گونگا سمجھتے تھے؛ لیکن نبی کے پاس آتے تھے تو وہ ''دبے لچے''، بھیگی بلی بن کر بیٹھے رہتے تھے، لوگوں نے یہ سوچا کہ ان کی زبان ہی گونگی بن گئی ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: تم (گونگے) سمجھتے رہو! ؏

تِرے آگے یُوں ہیں دَبے لَچے فُصَحَا عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منھ میں زباں نہیں، کوئی تو یہ سمجھتا ہے کہ ان کے منہ میں زبان ہی نہیں ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: مجھ سے پوچھو: نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں؛ وہ تو نبی کے سامنے آ کے مر جاتے ہیں؛ ارے! گونگا جو کسی سے ڈر کر نہیں بولتا، وہ بعد میں تو بولے گا کہ نہیں بولے گا؟ تو اگر آپ بولو گے، نبی سے دب کر کے ان کی زبان گونگی ہوگئی، پھر جا کر کے اور بڑ بڑ بڑ بڑ بول تو سکتا ہے؛ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ”جی نہیں! وہ صرف زبان بند نہیں ہوئی ہے (بلکہ) اس کے بدن سے روح نکل گئی، اب وہ کبھی قیامت تک بولے گا نہیں۔“ ؎

تِرے آگے یُوں ہیں دَبے لَچے فُصَحَا عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منھ میں زباں نہیں، نہیں! بلکہ جسم میں جاں نہیں

مصطفیٰ ﷺ کی بات سنتے تھے تو ان کی روح سٹ پٹ ہو جاتی تھی، گویا مردہ بن جاتے تھے، بولنے کی سکت بھی نہیں رہتی تھی؛ یہ شان میرے نبی اُمّی جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی ہے۔ (۴)

☆☆☆

سلامتی کا مژدہ

جائیں نہ جب تک غلام خُلد ہے سب پر حرام
ملک تو ہے آپ کا تم پہ کروروں درود

شرح:

یہ (خلد) بند کیوں کر کے رکھا جائے گا؟ (کہیں) کوئی چلا نہ جائے، اس لیے پہلے سے دروازہ بند؛ اب حق دار آئے ہیں! حضرت آدم تک کے (امتی) سب پیچھے رہ جائیں گے، پہلی Line ہماری (رہے گی)، کیا نصیبہ ہے واہ رے سنیو! میں بیان کرتا ہوں تو میرا تو مرنے کو جی چاہتا ہے؛ مرو! مرو! اور اتنی لذیذ، خوش گوار موت کس کی ہوسکتی ہے؟ ہم کھڑے رہیں گے اور ہمارے سامنے دروازہ کھولا جائے گا، Inauguration ہم سے ہورہا ہے:

وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (سورۃ الزمر:۷۳)

جب دروازہ کھولا جائے گا اور ہم سے کہا جائے گا Come Here، چلو! Entry ہم کو ملے گی، Permission ملے گا تو ایسے ہی نہیں کہ یہاں دوڑ بھاگ کر بریانی کے کھانے کے لیے جیسے دوڑتے ہو؛ منڈپ میں، ایسا نہیں ہے، بڑے سلیقے اور سسٹم سے غلامانِ مصطفیٰ جائیں گے، شریفانہ چال ہوگی، اللہ اکبر! اور ایک جو Head Of Department Of Paradise جنت کا جو سب سے بڑا فرشتہ، جس کو خادمِ جنت کہا جاتا ہے، وہ Gate پر کھڑا رہے گا، قرآن فرماتا ہے:

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا

جنت کا خادم اور Supervisor کہے گا......سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ...السلام علیکم! طِبْتُمْ Welcome

فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ اور جنت میں چلے جاؤ! ہمیشہ رہنے کے لیے۔

جنت؛ عاشقانِ رسول کی ہے۔ جو نبی کا احترام کرتا ہے اس کے لیے جنت ہے۔ خالدین کیوں فرمایا گیا؟ اس لیے کہ ایک پہلے گھسا تھا، نہیں سمجھے؟ وہ خارجین میں تھا، خارجین (ابلیس) نکالا کیوں گیا؟ تڑی پار کیوں کیا گیا؟ نبی کی بے ادبی کیا تھا، (تو) جنت سے نکال دیا گیا اور تم زمین پر نبی کا ادب کرو گے، خالدین میں داخل ہو جاؤ گے۔ فرشتہ فرمائے گا کہ......

فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ، (جب) ہم سب جنت میں پہنچ جائیں گے، کیا نظارہ ہوگا! ہم سب اعلیٰ حضرت کے ساتھ جائیں گے، ان شاء اللہ۔ جنت میں جب ہم پہنچیں گے تو وہاں کیا کریں گے؟... چلّے میں جاؤ گے؟ کیا کرو گے؟ سنو! جب سب جنت میں پہنچ جائیں گے (تو ایک دوسرے پر سلامتی بھیجیں گے،) وہاں کسی کے دل میں کدورت تک نہیں ہوگی؛ (اے لوگو!) اس زمین پر ہی دل صاف کرلو! تا کہ جنت میں پہنچ کر کے اور تمہیں سلامتی ہی سلامتی نصیب ہو جائے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِیْمًا ۔ اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا

(سورۃ الواقعہ:۲۵-۲۶)

وہاں جنت میں تو کچھ الم غلم (فضول باتیں) بیہودہ بات سنو گے ہی نہیں، کوئی نہیں ہوگا (جو کہے) یہ شرک ہے، بدعت ہے، ایسا ہے، ویسا ہے، یہ ہے، وہ ہے والا (یعنی وہابی) وہاں نہیں ہوگا؛ وہاں تو سب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے ہوں گے (یعنی اہل سنت و جماعت) اور کوئی لغو بات نہیں سنیں گے، تو کیا سنو گے؟ کیا Silent وہاں کا Atmosphere ہوگا؟ جی نہیں! رب فرماتا ہے:

اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا

وہاں تو سلام ہی سلام کی آواز سنائی دے گی، لفظ اِلَّا فرمایا اور دو مفعول بنایا، یہ

تاکید ہے۔

اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا

وہاں تو صرف سلام ہی سلام سنا جائے گا؛ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے جنت کا نام "دارالسلام" رکھا ہے، یہ سلام کا Hall ہے، سلام کا گھر ہے، اس لیے جو سلام سے چڑھتے ہیں (یعنی بدعقیدہ/ وہابی) تو انھیں فرشتے گریبان پکڑ کر کے ڈال دیں گے جہنم میں، وہاں لفڑے کی جگہ نہیں ہے! ایک لفڑے والا گھسا تھا تو نکال دیا گیا، تو تو ابھی گھسا ہی نہیں ہے؛ جائے گا کیسے؟ (۵)

☆☆☆

شِیرۂ جاں

جس سے کھاری کنویں شِیرۂ جاں بنے
اس زُلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

شرح:

کھارا پانی چند دنوں میں نلوں کو بھی زنگ آلود بنا دیتا ہے، پینے سے زبان اینٹھنے لگتی ہے، پیٹ کا ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے؛ یہ کھاری پانی کے نقصاندہ اثرات ہیں۔ مصطفیٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا سفر ہے اور جو کنواں سامنے آرہا ہے (وہ) کھاری ہے، پیا نہیں جا رہا ہے، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ایک بالٹی (Bucket) میں پانی لاؤ! پانی لانے کے بعد آپ نے دہن مبارک میں پانی رکھا اور بالٹی میں کلی کی (پھر) فرمایا: اس کو انڈیل دو! پانی اس (کنویں) میں انڈیل دیا گیا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: (وہ کنواں) اتنا میٹھا ہو گیا کہ پورے Area میں ایسا لذیذ اور Tasteful پانی نہیں تھا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "جس سے کھاری کنویں شِیرۂ جاں بنے"، بدن کا شیرہ نہیں، بدن تو یہی کہتا

تھا کہ یہ پانی ہماری پیاس بجھا رہا ہے؛ (لیکن) ایمان والوں کی جان کہتی تھی، اے پیٹ! تیری پیاس بجھی ہے اور ہمارا ایمان سیراب ہو گیا ہے؛ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی والے پانی میں شیرۂ جاں بننے کی اللہ نے تاثیر رکھی ہے۔

جس سے کھاری کنویں شِیرۂ جاں بنے
اس زُلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت کی نگاہ کہاں کہاں پہنچتی ہے۔ تاثیرات؛ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، اس نے کھاری کنواں پیدا کیا، یہ رب کی تاثیر تھی؛ اور زلالِ حلاوت جب اس میں ڈالا گیا تو کنویں نے اپنی صفت اور تاثیر چھوڑ دی، اب پینے والا سیراب بھی ہوتا ہے اور بیمار شفایاب بھی ہوتا ہے؛ تاثیرات کا پیدا کرنا، یہ رب نے اپنی قدرت سے کیا؛ لیکن نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس تاثیر کو بدلتا ہے۔ کھاری کنویں کی نقصان اور تباہ کاریاں رب نے پیدا کیں؛ لیکن نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی تاثیر کہ) اس میں لعابِ دہن ڈال دیں تو پانی اپنی صفت اور تاثیر بدل دیتا ہے۔ (۶)

☆☆☆

چمکانے والے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مِرا دِل بھی چمکا دے چمکانے والے

شرح:

جب کوئی چیز چمکتی ہے تو کوئی نہ کوئی اسے چمکانے والا ہوتا ہے اور ''چمکنے چمکانے'' کا محاورہ؛ ایک تو یہ ہے کہ وہ چیز روشن ہو جاتی ہے، جیسے یہ (بلب) روشن ہے اور ایک چمک یہ ہے کہ آدمی Famous ہو جائے، اس کا نام سب جاننے لگیں، تو لوگ کہتے ہیں اس کا نام تو آج کل چمک رہا ہے، اس کا نام روشن ہو گیا ہے، حالاں کہ وہاں نہ اس (بلب) کے جیسی کوئی چمک نہ

Reflection نہ Light ہے۔ لیکن مشہور ہو جانا (اور) نامور ہو جانا یہ (جملہ) بھی چمک کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ ایسے ہی جس کا دھندہ بیوپار مارکیٹ میں زیادہ زور سے چلتا ہے تو لوگ کہتے ہیں: بھائی اس کا تو کاروبار چمک اُٹھا ہے۔ حالاں کہ کاروبار میں کوئی لائٹ نہیں ہے کوئی روشنی نہیں ہے، لیکن چمک کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بہت فائدہ ہو رہا ہے، کاروبار زوروں سے چل رہا ہے تو یہ بھی محاورہ ہے کہ: اس کا ''کاروبار چمک اُٹھا ہے'' یعنی زوروں سے چل رہا ہے۔

اسی طرح سے (کسی کے پاس) اگر علم ہے، جیسے اعلیٰ حضرت کا علم، تو کہیں گے ''اعلیٰ حضرت کا علم تو چمک رہا ہے، اعلیٰ حضرت کا علم سب پر روشن ہے'' تو علم ہو وہاں بھی چمک، کاروبار ہو وہاں بھی چمک، ناموری ہو وہاں بھی چمک، لائٹ ہو وہاں بھی چمک، چمک ایک ہی معنی میں نہیں بولا جاتا ہے (بلکہ) کئی معنوں میں چمک کا استعمال ہوتا ہے۔ امام احمد رضا نے کسی ایک چمک کا تذکرہ نہیں فرمایا بلکہ فرماتے ہیں: ''چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے'' یہ لفظِ ''سب'' اس بات کی طرف اشارہ ہے... آپ شعر تو ضرور پڑھتے ہیں لیکن سمجھ کر کے آپ پڑھیں گے تو بہت مزا آئے گا ع

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی ذات ایسی ہے کہ دُنیا میں اگر کسی کا نام چمکا ہے تو آپ کی وجہ سے چمکا ہے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر کاروبار چمکا ہے تو آپ کی وجہ سے چمکا ہے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سورج چمکا ہے تو آپ کی وجہ سے چمکا ہے، چاند چمکا ہے تو آپ کی وجہ سے چمکا ہے، علم اگر کسی کا چمکا ہے تو آپ کی وجہ سے چمکا ہے۔ جس طرف چمک دمک دیکھیے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چمک دمک ہے اور یہ کوئی شاعرانہ تخیل نہیں ہے؛ یہی حقیقت ہے کہ جس کے ذریعے سے لوگوں کا نام روشن ہو، کام چمکے، علم بڑھے وہی سب کو چمکانے والا ہے، جیسے ذرّہ ہوتا ہے۔ ذرّہ جانتے ہیں نا؟ ریت میں چھوٹے چھوٹے شکر کے دانے جیسے جو آپ کو ملتے ہیں اس کو ذرّہ کہتے ہیں۔ بہت معمولی ذرۂ ناچیز لیکن جب سورج چمکتا ہے تو جہاں پر ریتیلی جگہ ہو، آپ دیکھیں گے کہ

چھوٹے چھوٹے ذرّوں سے Light نکلتا ہے، وہ چھوٹے ذرّے چمک دار ہو جاتے ہیں، شعائیں نکلتی ہیں، حالاں کہ ذرّوں میں چمکنے کی طاقت نہیں ہے، چمکانے والا سورج ہے۔ جب سورج کی کرن پڑتی ہے تو فرق اتنا ہے کہ یہ چھوٹے ذرّے ہیں لیکن ان کا دل صاف ستھرا ہے۔ اگر اس پر کالک لگا دیا جائے، کیچڑ ڈال دیا جائے تو وہ ذرّہ گندہ ہو جائے گا، اس کا سینہ مکدر ہو جائے گا، تو سورج کا عکس (اس پر) پڑے گا، لیکن ذرّے کا کلیجہ چمکے گا نہیں۔ (جب کہ) یہ ذرّہ جس کو آپ دیکھیں گے چھوٹا ہے، دل بڑا صاف ہے، اس لیے جیسے ہی سورج نکلا تو یہ ذرّوں کے دل چمک دار ہو گئے۔

اسی طرح سے دوستو! مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر ایک کو اپنی روشنی عطا فرمائی؛ لیکن جن کا دل نورِ ایمان سے صاف تھا وہ چمک اُٹھا، وہ اویس قرنی بن گئے، کوئی عمر فاروق بن گئے، کوئی عثمان غنی بن گئے، کوئی عمر ابن عبدالعزیز بن گئے، کوئی امام ابوحنیفہ بن گئے، کوئی امام شافعی بن کر چمکے، کوئی امام احمد بن حنبل بن کر کے روشن ہوئے، کوئی امام مالک کے نام سے روشن ہوئے۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مِرا دِل بھی چمکا دے چمکانے والے(۷)

☆☆☆

شافع محشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سب نے صف محشر میں لَلکار دیا ہم کو
اے بے کسوں کے آقا اب تیری دُہائی ہے

شرح:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: ایک سجدہ میں قیامت میں کروں گا؛ جب سارے میدانِ محشر میں ہاہا کار مچی ہوگی، کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، سارے نبی ہمیں للکار دیں گے: نفسی

نفسی اذھبو الی غیری، مجھے آج اپنی پڑی ہے؛ جاؤ! کسی اور کے پاس؛ کوئی تمہارا ہاتھ پکڑنے کے لیے نہیں ہے۔ دوستو! آج سمجھ لو! میدانِ محشر میں، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: سارے انبیا جواب دے دیں گے، کوئی تمہارا ہمدرد نظر نہیں آئے گا، سب لوگ سمٹ کر میرے پاس آئیں گے؛ "یا رسول اللہ! دُہائی" اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

سب نے صف محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بے کسوں کے آقا اب تیری دُہائی ہے

سب نے ہاتھ اٹھالیا؛ یا رسول اللہ! اب آپ کی دُہائی ہے، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: "مت گھبراؤ! انا لھا، میں اس امت کے لیے ہوں، میں ہی شفاعت کے لیے ہوں" حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: میں جا کر عرشِ الٰہی کے نیچے سجدہ کروں گا، پیدا ہوئے تو سجدہ کس کے لیے کیا؟ امت کے لیے کیا؛ اور میدانِ محشر میں سجدہ کس کے لیے کر رہے ہیں؟ اپنی فاطمہ کے لیے نہیں؟ حسن وحسین کے لیے؟ نہیں؛ اے 'سون گڑھ' میں رہنے والو! اپنی قسمت کو سونا سمجھ لو! یہ دوسروں کا سون گڑھ ہوگا، یہ سونے کا گڑھ ہوگا؛ لیکن ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، ہم نے تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کے سونے کا دل کو گھر بنالیا ہے، اسی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا گڑھ پیدا کرلو! تو اس کی قیمت تم کو وہاں ملے گی؛ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

میں سجدہ کروں گا اور سجدے میں بہت دیر ہوجائے گی، اللہ کی خوب تعریف کروں گا، اللہ کو پیار آئے گا اور فرمائے گا؛ یا محمد! ارفع راسك، میرے حبیب محمد اپنا سر اٹھالو! وسل تعطه، سوال کرو! مانگو! میں فوراً تم کو عطا کروں گا؛ واشفع تشفع، کس کی شفاعت کرنا چاہتے ہو؟ بولو! میں تمہاری شفاعت قبول کروں گا؛ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مژدۂ شفاعت سن کر اپنے سجدے سے سر اُٹھاؤں گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: حبیب لو! میدانِ محشر تمہارے حوالے، جس کو چاہو بخشوا کر جنت میں بھیج دو! اب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نگاہ ڈالیں گے، کہاں ہیں میرے ماننے والے؟ کہاں ہیں دنیا میں مجھے یا رسول اللہ کہہ کر پکارنے والے؟

کہاں ہیں وہ جھوم جھوم کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے؟ کہاں ہیں میرے حکم پر نماز پڑھنے والے؟ کہاں ہیں نیکیوں کے سمیٹنے والے؟ میدانِ محشر میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نگاہ دوڑائیں گے اور دیکھیں گے یہ میرا غلام ہے؛ اشارہ فرمائیں گے جا جنت میں چلا جا۔(۸)

☆☆☆

تجلی حق کا آئینہ

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دُھوم وَالنَّجم میں ہے آپ کی بینائی کی

شرح:

اگر اس (شعر) کی تشریح کروں تو مزا آجائے ،لیکن Time نہیں ہے،اس میں بہت Time لگے گا۔(اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں ۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دُھوم وَالنَّجم میں ہے آپ کی بینائی کی

یہ جو آیت میں نے پڑھی ہے "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" (سورۃ النجم:۱۷) یہ سورۂ نجم میں موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت تلمیحاً (کلام میں کسی واقعہ کی طرف اشارہ) فرماتے ہیں: "شش جہت" دنیا میں چھ Sides /طرف ہیں۔ آگے، پیچھے، دائیں، بائیں، نیچے اور اوپر، یہ چھ Side ہوئے؟ اس کو فارسی میں "شش جہت" کہتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں ۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دُھوم وَالنَّجم میں ہے آپ کی بینائی کی

یہ چھ Sides حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ایسی ہیں؛ جیسے سامنے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر اوپر دیکھنا چاہتے ہیں تو ان کو سر نہیں اُٹھانا پڑتا ہے، نیچے دیکھنا چاہتے ہیں تو سر جھکانا نہیں پڑتا

ہے، دائیں دیکھنا چاہتے ہیں تو سر پھیرنا نہیں پڑتا ہے، بائیں دیکھنا چاہتے ہیں تو بائیں مڑنا نہیں پڑتا ہے اور پیچھے دیکھنا چاہتے ہیں تو یوں (پیچھے) نہیں دیکھنا پڑتا ہے، آگے تو دیکھ رہے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ جس کو دیکھنا ہوتا تھا سامنے ہی دیکھ لیا کرتے تھے۔ بخاری شریف وغیرہ کی کتنی حدیثیں ہیں (کہ) نماز پڑھتے پڑھتے اگر کوئی رکوع، سجدہ میں تھوڑا بہت اِدھر اُدھر ہوجاتا تھا تو سلام پھیر کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے: اے فلاں! اپنے رکوع اور سجدے کو ٹھیک رکھو، جس طرح میں آگے دیکھتا ہوں ویسے ہی تم کو پیچھے دیکھتا ہوں... تو یہ چھ دشائیں (جہت) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ایسی ہیں جیسے سامنے ہوں۔ آپ کہیں گے Impossible ہے۔ (لیکن) آج Impossible نہیں ہے۔ اس (محفل) میں ڈرائیور لوگ ہیں کہ نہیں؟ (گاڑی کے دونوں جانب) Mirror لگا رہتا ہے۔ کیا ڈرائیور پیچھے گھوم گھوم کر دیکھتا ہے کہ پیچھے کون کون سی گاڑی آ رہی ہے؟ اگر مڑ مڑ کر دیکھے تو کسی Poll سے ٹکرا جائے گا، کسی گڑھے میں گرے گا، کسی کار اور ٹرک سے ٹکرا جائے گا۔ وہ مڑ کر دیکھتا نہیں (بلکہ Mirror کے ذریعے دیکھتا ہے) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی Mirror اور آئینہ کی ضرورت نہیں ہے، اللہ کی تجلی کا آئینہ ہمہ وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے اور خدا کی تجلی کا آئینہ اوپر بھی دکھاتا ہے، نیچے بھی دکھاتا ہے، دائیں بھی دکھاتا ہے، بائیں بھی دکھاتا ہے، آگے بھی دکھاتا ہے، پیچھے بھی دکھاتا ہے، اسی عقیدے کو امام احمد رضا فرماتے ہیں: ''شش جہت سمت مقابل''... یہ بات سمجھ میں آ گئی؟ اب آگے فرماتے ہیں: ''شب و روز ایک ہی حال''... شب کہتے ہیں رات کو اور روز کہتے ہیں دن کو۔

آپ بتائیے! آپ کی آنکھ جتنا دن میں دیکھتی ہے اتنا ہی رات میں دیکھتی ہے؟ نہیں نا؟ رات میں دیکھنے کا عالم اور ہوتا ہے اور دن میں دیکھنے کا انداز اور ہوتا ہے، لیکن جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چشمانِ مبارک میں وہ پاور تھا کہ جیسے دن میں دیکھتے تھے ویسے ہی رات کے

اندھیرے میں دیکھتے تھے۔ اگر سوئی گر جائے تو دن میں بھی آپ ٹٹولتے رہیں گے نظر نہیں آئے گی؛ لیکن مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسکرائیں تو عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو سوئی رات میں نظر آئے... جب تبسّم میں یہ روشنی ہے تو روشنی والی آنکھ (مبارک) میں کتنی روشنی ہوگی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دُھوم وَالنَّجم میں ہے آپ کی بینائی کی

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی کی دھوم قرآن میں ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ کو کس طرح دیکھ رہے ہیں۔ اب آپ سُنیے! پروردگار عالم کسی ایک دشا (Side) میں نہیں ہے۔ جو چیز ایک Side (طرف) ہوتی ہے؛ وہ ہر طرف سے گھری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف آگے ہے، نہ صرف پیچھے ہے، نہ صرف دائیں ہے، نہ صرف بائیں ہے، نہ صرف نیچے ہے، نہ صرف اوپر ہے، اسی لیے اوپر والا کہنا یہ جائز نہیں ہے۔ کبھی مت بولنا!... اللہ اوپر اور نیچے سے، دائیں اور بائیں سے پاک و منزہ ہے۔ پھر مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دیکھا کیسے؟ دائیں دیکھا کہ بائیں دیکھا کہ اوپر دیکھا کہ نیچے دیکھا؟ تو (اعلیٰ حضرت) ارشاد فرماتے ہیں کہ ''دُھوم وَالنَّجم میں ہے آپ کی بینائی کی''... (جیسے) اللہ تعالیٰ ہر دشا (جہت) سے پاک ہے تو مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دیکھنا بھی ہر دشا (جہت) سے پاک ہے۔ (۹)

☆☆☆

دو جہاں کی نعمتیں

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

شرح:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہان کی نعمتیں تقسیم کرتے ہیں، مالک کونین ہیں؛ لیکن اپنا گھر بھر کر نہیں رکھتے، اپنے پاس نہیں رکھتے: ایک صحیح حدیث ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نے) ایک دن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جماعت سے نماز پڑھائی اور جیسے ہی دوسرے سلام سے حضور فارغ ہوئے، اچانک مصلے سے اٹھ گئے، اور تیزی کے ساتھ کاشانۂ نبوت میں داخل ہوگئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا۔ یہ پہلی مرتبہ ہوا...... اور تھوڑی دیر کے بعد، پھر آپ مکان سے تشریف لائے، مصلے پر بیٹھ گئے؛ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑی حیرت ہوئی اور لوگ سوچنے لگے کہ ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا، حضور تیزی کے ساتھ کیوں گئے؟ کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے؟ کسی سے کچھ کہا نہیں؛ لیکن جب حضور مصلہ امامت پر آ گئے تو، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم نے آپ کو سلام پھیرتے ہی کاشانۂ اقدس میں تیزی کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا، آخر وجہ کیا ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب میں نماز کے لیے آیا تھا، اس وقت گھر کے اندر تھوڑی سی کھجور باقی رہ گئی تھی، ایک روایت میں ہے کہ: ایک درہم، ایک روپیہ رہ گیا تھا اور اسے خیرات میں نے نہیں کیا تھا، اور گھر والوں کو معلوم نہیں یاد ہے کہ نہیں؟ انہوں نے اس پونجی کو، اس ایک روپئے کو خیرات کیا یا گھر میں رکھ چھوڑا، نماز پڑھ کر فارغ ہوا (تو) فوراً مجھے یاد آیا کہ یہ پیسہ گھر میں باقی رہ گیا اور اسے خیرات نہیں کیا گیا؛ اس لیے میں نے جلدی کیا کہ جا کر میں اسے

خیرات کردوں، یا کہہ کر آؤں کہ فوراً اسے اللہ کی راہ میں دے دو... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں (بظاہر) کچھ نہیں رہتا تھا، میرے دوستو! نماز سے فارغ ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فوراً بچے ہوئے پیسہ کی خیرات کرنے کا حکم دینے کے لیے تشریف لے گئے۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں (۱۰)

شفیعِ روزِ جزا

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیعِ روزِ جزا کا کہوں تجھے

شرح:

اللہ تعالیٰ نے انھیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) شفیعِ محشر بنایا ہے، ہم ان کو اپنا شفیع مانتے اور کہتے ہیں، ان کی شفاعت ہی ہمارے عفو اور ہماری بخشش کا سامان ہے، اس لیے ہم ان کو شفیعِ محشر جانتے ہیں اور کہتے ہیں، (اسی لیے) سیدنا امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیعِ روزِ جزا کا کہوں تجھے (۱۱)

☆☆☆

حوالہ جات:

۱ خطباتِ کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۴۳

۲ رتن پور، یکم جنوری ۲۰۱۸ء

۳ خطباتِ کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۹۴

۴ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Tere-Aagey-Yu-Hai-Dhabe-Lache.mp3

۵ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Jaaye-Na-Jab-Tak-Ghulam.mp3

۶ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Jisse-Khaari-Kunwey-Sheeraye-Jaa-Baney.mp3

۷ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Chamak-Tuj-Se-Paatey-Hai.mp3

۸ خطاب سونگڑھ (MS)، ۱۲/اپریل ۲۰۱۹ء

۹ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Dhoom-Wanjm-Mei-Hai.mp3

۱۰ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Malik-E-Kounain-Hai-Woh-Paas-Koch-Rakte-Nahi.mp3

۱۱ خطباتِ کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۶۵

باب2....... پیکرِ نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بے مثل و بے مثال

تِرا قد تو نادرِ دہر ہے کوئی مِثل ہو تو مِثال دے
نہیں گُل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

شرح:

(پیر) سے لے کر سر تک، اس کو قد کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کھڑے ہوتے تھے تو آپ کا سراپا، سر سے پیر تک، یہ قد ہے، سیدھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدِ مبارک تھا؛ نہ یوں پیچھے جھکا ہوا تھا اور نہ یوں آگے خمیدہ تھا، سیدھا قدِ مبارک تھا۔

آپ کا جسم پاک، آپ کی قد و قامت ساری کائنات سے، زمانے کی ہر ہر چیز سے انوکھی ہے اور نادر ہے، ''تِرا قد تو نادرِ دہر ہے''، سارے زمانے سے آپ کا قد مبارک انوکھا ہے، نرالا ہے، خوب صورت ہے۔ ''کوئی مِثل ہو تو مِثال دے''، جب (آپ کا قد) نادرِ دہر ہے، ایسا کوئی قد اور بدن نہیں پایا جاتا ہے تو آپ اس کی مثال کیسے لائیں گے؟ مثال تو اس کی ہوتی ہے، جس کے جیسا کوئی ہو؛ یہ (اسٹیج پر رکھا ہوا) گلاب کا پھول ہے اور ایک پلاسٹک کا ایسے ہی پھول ہو، جب ہی تو آپ مثال دیں گے۔ پلاسٹک کے پھول کو آپ کیا کہیں گے؟ ''گلاب جیسا ہے۔'' تو گلاب جیسا کب ہوگا؟ جب کہ گلاب بھی پہلے سے ہی موجود ہو۔ اب، دوسری چیز بنی اور اس کی شکل، صورت ایسے ہی ہے، تو ہر آدمی کہے گا، یار! یہ گلاب کے مثل، یہ گلاب جیسا ہے؛ (جب کہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جیسا نہ کوئی بنا اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جیسا کوئی ہے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جیسا قیامت تک کوئی بنے؛ جب بنے نہیں، بنا نہیں، اور ہے نہیں تو جیسا اور ایسا کیسے کہوں؟ یہ اعلیٰ حضرت سمجھانا چاہتے ہیں۔

تِرا قد تو نادرِ دہر ہے کوئی مِثل ہو تو مِثال دے
نہیں گُل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

شاعر اپنے محبوب کے قد کو پھول کی ٹہنی سے مثل دیتے ہیں۔ کہتے ہیں؛ میرے محبوب کا قد گلاب کے پھول کی شاخ جیسے ہے۔ (اعلیٰ حضرت) ارشاد فرماتے ہیں ''نہیں گُل کے پودوں میں ڈالیاں''، یہ گل (گلاب) کے جتنے پودے ہیں، سب میں الگ الگ ڈالیاں ہیں، تو (یہ) سب تو اسی پودے کی ڈالیاں ہیں نا، سب ایک دوسرے کے مثل ہیں؛ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن کو اگر پھول کا پودا کہا جائے، تو ایک پودے میں تو (بہت سی) ڈالیاں ہیں اور میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد، (جس) کے جیسا (کوئی دوسرا) نہ پیدا ہوا، نہ پیدا ہوگا؛ پھر مثال کیسے دے سکتے ہیں ع

نہیں گُل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

''سرو'' ایک درخت ہے؛ بہت خوب صورت ہوتا ہے، شاعر لوگ جب اپنے محبوب کے سڈول، خوب صورت بدن کی تشبیہ کے لیے کسی چیز کو تلاش کرتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ میرے محبوب کا بدن ''سرو'' جیسا ہے۔ (وہ) ایک پیڑ ہے، درخت ہے، بہت خوب صورت ہوتا ہے، آپ دیکھیں گے تو دیکھتے رہ جائیں گے، اتنا خوب صورت اس کا تنا ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن کو سرو جیسا کہوں، ارے! چماں، یعنی چمنستان میں تو ایک نہیں، (جانے) کتنے سرو اُگے ہوئے ہیں، اور میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد تو ''نادرِ دہر'' ہے؛ اس زمانے میں، چمنستان عالم میں، ایسا قد رب نے پیدا نہیں کیا اور قیامت تک پیدا نہیں کرے گا۔(۱)

☆☆☆

جمالِ جہاں تاب

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

شرح:

ایک انصاری صحابی تھے، جن کا نام تھا حضرت زید ابن عبداللہ انصاری، حضور سے بڑی محبت فرماتے تھے: ویسے تو ہر صحابی سرکار پر اپنی جان دیتا تھا، ہر چیز کو؛ بلکہ ماں، باپ، اولاد اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے وہ تیار رہتا تھا۔ حضرت زید ابن عبداللہ انصاری اس دن (کہ) جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہوا؛ سرکار کی مزاج پرسی کے لیے آئے، یہ بہت بڑے کسان تھے، کھیتی باڑی کرتے تھے، کھجور کے باغات تھے، حضور کی خدمت میں آئے اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات کی؛ مزاج پرسی کی اور اجازت چاہی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی کھیتی پر جا رہا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یوں آرام فرما رہے تھے، حضرت زید ابن عبداللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تلوے کو بوسہ دیا اور بوسہ دے کر اپنے کھیت پر چلے گئے۔ کام میں مصروف تھے؛ ان کے صاحب زادے کھیت پر دوڑتے ہوئے گئے، تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے: ”ابا جان! یہ خبر لے کر آیا ہوں کہ آقاے نامدار، مدنی تاجدار، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔“ جب صاحب زادے کی زبان سے اس عاشقِ رسول نے یہ خبر سنی؛ بولو! کیا حال ہوا ہو گا ان کا؟ اس وقت آپ نے اپنا ہاتھ دعا کے لیے اٹھا دیے اور دعا سنو! حدیث میں آیا ہے کہ حضرت زید ابن عبداللہ انصاری اپنے رب سے رو کر دعا کرتے ہیں کہ: ”اے پروردگارِ عالم! تجھے معلوم ہے کہ تیرے محبوب دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، مولا! اب ان آنکھوں میں کسی اور کا جمال دیکھنا مجھے گوارا نہیں ہے، اے مولا! میری آنکھوں کو بے نور کر دے، مولا! میری آنکھوں کی روشنی ختم کر دے، آخری دیدار نبی کے تلوے کا کیا ہے، اب کون اتنا حسین ہے کہ جس کے

روئے جمال کو میں دیکھوں۔" اسی کو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

دیکھو! محبت کیسی ہے کہ اب میں کسی کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا، اے اللہ! میری آنکھیں لے لے، جیسے ہی یہ دعا کی حدیث میں آیا ہے ان کی دونوں آنکھوں کی روشنی سلب ہوگئی، پھر زندگی بھر کسی چیز کو انھوں نے نہیں دیکھا، تم کہتے ہو آنکھ؛ ارے ایک آنکھ کے زوال کی دعا کی ہے کہ "مولا! آنکھ لے لے۔" تم کو سبق پڑھا رہے ہیں کہ ان آنکھوں میں جب جلوۂ تلوۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سما جائے اور پھر وہ آنکھوں سے اوجھل ہوجائے تو ان آنکھوں کو اللہ بے نور کردے؛ اب کسی کا جمال دیکھنے کی تاب نہیں ہے، آسمان کا چانداور سورج یہ دونوں ان آنکھوں کے سامنے ہیچ ہے جس نے تلوۂ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھا ہے۔(۲)

☆☆☆

نسبتوں کا اثر

ذرّے جھڑ کر تری پیزاروں کے
تاجِ سر بنتے ہیں سیّاروں کے

شرح:

پیزار، جانتے ہیں کس کو کہتے ہیں؟ پیزار کہتے ہیں؛ پاؤں میں جو چیز، جوتے اور چپل پہنتے ہیں، اس کو فارسی میں پیزار کہتے ہیں۔ اب سمجھ گئے؟ پیزار کے معنی چپل، جوتے۔ ہم احترام کے ساتھ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیزار کو نعلینِ پاک کہتے ہیں، پیزار کے معنی نعلینِ پاک ہے؛ اور ذرے تو جانتے ہیں نا؟ وہ بھی نہیں جانتے؟ زمین پر ریت کے، مٹی کے، چھوٹے چھوٹے، ننھے منھے یہ ٹکڑے جو رہتے ہیں، اور ذرے جو ہوتے ہیں نا، وہ چمکدار بھی ہوتے ہیں۔

ریت کے ذرے، آپ دیکھو گے! چمکتے ہیں کہ نہیں چمکتے ہیں؟ اب اعلیٰ حضرت کا کلام سنو ع

ذرّے جھڑ کر تری پیزاروں کے

جب آدمی چلتا ہے تو اس کے پیزار میں یعنی اس کے جوتے اور چپل میں مٹی کے، ریت کے ذرے چپک جاتے ہیں، اور تھوڑی دور چلتا ہے تو وہ چپکے ہوئے ذرے جھڑ کر گرتے ہیں، پھر چند قدم چلتا ہے تو اور ذرے اس کی جگہ چپکتے ہیں؛ چلتا جاتا ہے، (ذرے) جھڑتے جاتے ہیں، ذرے گرتے جاتے ہیں، یہ تو ہمارے جوتے چپل کے ذرے ہیں، یہ گرے تو نالی میں اڑ گئے، گرے تو اِدھر اُدھر Footpath پہنچ گئے؛ لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نعلین پاک کے جو ذرے ہیں اس کا مقام تو دیکھو! (اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں ع

ذرّے جھڑ کر تری پیزاروں کے

کیا بنتے ہیں؟ ع

تاجِ سر بنتے ہیں سیّاروں کے

یہ جب ذرے جھڑتے ہیں تو Footpath پر نہیں جاتے ہیں، یہ ستارے اپنے سر کا تاج بنا لیتے ہیں، وہ (ستارے) چمکتے ہیں؛ یہ ذرے بھی چمکتے ہیں جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نعلینِ پاک کے تلوے سے نسبت پا جاتے ہیں، یہ نسبت کا وہ نازک موڑ ہے جو امام احمد رضا نے ہم کو بتایا ہے: دیکھو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوؤں کی عزت تو بہت اونچی ہے، ان تلوؤں سے نعلین کے اندر والے چمڑے کو نسبت ہے اور اس چمڑے سے دوسرے، تیسرے چمڑے کو نسبت ہے اور نیچے کا Sole جو ہے وہ آخری نسبت سے جڑا ہوا ہے، اور اس نیچے والے Sole سے ذرے نسبت رکھتے ہیں، اب اتنی دور کی نسبت ہے؛ لیکن ان ذروں کی عظمت یہ ہے کہ وہ سیاروں کے سر کے تاج بننے کے لائق ہو جاتے ہیں۔

ذرّے جھڑ کر تری پیزاروں کے
تاجِ سر بنتے ہیں سیّاروں کے

اب ایک ہے ''سیارہ'' اور ایک ہے ''کوکب'' جن کو ثوابت کہتے ہیں۔ یہ آسمان میں بہت سے تارے ہیں؛ لیکن سب سیارے نہیں ہیں، کچھ ثوابت ہیں (جو) اپنی جگہ سے چلتے نہیں ہیں، ہمیشہ 24/ گھنٹے وہیں پر رہتے ہیں، سرکتے نہیں ہیں اور کچھ ستارے ایسے ہیں (جو) صبح یہاں چمکتے ہیں، شام کو (وہاں) ہوتے ہیں، کبھی بیچ میں ہوتے ہیں؛ چاند بھی انھیں سیاروں میں سے ہے، سورج بھی انھیں سیاروں میں سے ہے، اب سیارے صرف چھوٹے چھوٹے نہیں ہیں، سیارہ چاند بھی ہے اور سیارہ سورج بھی ہے؛ اس لیے اعلیٰ حضرت تمام سیاروں کو سمیٹ رہے ہیں کہ یہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلینِ پاک سے ذرے نسبت پا گئے، وہ سورج کے ماتھے کا بھی تاج بنتے ہیں اور چاند کے سر کا بھی وہ تاج بنتے ہیں۔ (۳)

☆☆☆

نوری سراپا

ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص

کٓھٰیٰعٓصٓ اُن کا ہے چہرہ نور کا

شرح:

قرآن مجید میں بہت سی سورتوں کے شروع میں Alphabet، حروف آئے ہیں؛ ا، ب، ت، ث، اس طرح سے؛ جیسے: الٓمٓ، کسی سورہ کے شروع میں، الٓرٰ؛ کسی سورہ کے شروع میں حٰمٓ؛ کسی کے ابتداء میں نٓ؛ اسی طرح سے ایک سورہ میں آیا ہے، کٓھٰیٰعٓصٓ، اس کا کیا مطلب ہے؟ اعلیٰ حضرت اس کا مطلب نکالتے ہیں کہ "ک" سے مراد حضور کی زلفیں اور اور گیسو ہیں، "ک" جب آپ لکھتے ہیں، چھوٹا کاف؛ تو یوں اوپر سے سیدھا ہوتا ہے اور نیچے سے یوں (گول) ہوتا ہے، ایسے ہی ہوتا ہے نا؟ یہ اوپر سے سیدھا اور نیچے سے یوں (گول) یہ ہے: "ک"، حضور کے گیسو اور یہ زلفیں "ک" ہیں؛ حضور جب کنگھا کرتے تھے تو اوپر سے آپ کی زلف سیدھے آتی

تھی اور کان کے پاس سے یوں مڑ جاتی تھی، جب حضور کنگھا کر کے جھاڑتے تھے تو یہ زلفیں نیچے آ تیں، یہ سیدھا اور یہاں سے یوں مڑ جاتی؛ ہو گیا "ك"، (اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں: ك گیسو: مصطفیٰ کے (جو) گیسو تھے وہ "ك" تھے۔ اب "ك" کے بعد ہے، "ہ"، چھوٹی ہا؛ ایک بڑی، حلوہ والی "ح" ہے اور ایک، ہوا والی "ہ" ہے، چھوٹی "ہ" بغدادی قاعدہ میں جب لکھی جاتی ہے تو اس کی شکل اور ماڈل یوں (گول) ہوتا ہے؛ (جو) یوں (ایک طرف سے) آتی ہے اور یوں (دوبارہ مل کر) ایسے گول ہو جاتی ہے اور بڑی "ح" جو لکھی جاتی ہے (وہ) یوں ہو کر کے یوں (ح) آتی ہے؛ برابر ہے؟ چھوٹی "ہ" یوں (گول) ہوتی ہے۔

اب اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہ چھوٹی "ہ" یوں (گول) ہے، "ہ" کو ذرا منھ کی طرف خیال کریں، تو آدمی کا منھ بھی ایسے ہی ہوتا ہے۔ گول ہوتا ہے نا؟ (اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں: قرآن میں "ك" سے مراد گیسو اور "ہ" سے مراد حضور کا منھ مبارک: ك گیسو ہٰ دَہن، اور پھر آیا "یٰ"، اب "یٰ" سے کیا مراد؟ جس کو آپ "یے" کہتے ہیں؛ چھوٹی یے (اور) بڑی یے؛ "ك" سے گیسو اور "ہ" سے منھ (یعنی) دہن مبارک اور (پھر اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں: یٰ ابرو، ابرو کہتے ہیں بھوؤں کو، یعنی آپ اس کا ماڈل دیکھیں تو اوپر سے یوں لائی جاتی ہے، کہیں فوٹو اگر آپ دیکھیں تو ابرو یوں بنائے جاتے ہیں، یوں کھینچ دیا! تو بھوؤں بن جاتی ہیں، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہ "ی" جو ہیں، یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابرو اور بھوئیں ہیں؛ چھوٹی "ی"، بڑی "ے"، دو ابرو ہیں اس لیے دو "ی، ے" بنائی جاتی ہیں ؏

ك گیسو ہ دَہن یٰ ابرو آنکھیں عٓ صٓ

اب ص بنایا جاتا ہے یوں؛ عین بنایا جاتا ہے یوں (یعنی آدھا ع، "کٓھٰیٰعٓصٓ" میں آخر کے ع اور ص)، تو یہ پیچ کا دائرہ ہے ایک آنکھ اور عین کا دائرہ دوسری آنکھ؛ کٓھٰیٰعٓصٓ، یہ پانچ حروف ہیں؛ قرآن مجید نے سب کو جمع کر دیا، ان سارے حروف کو جمع کیا، اس سے مراد ہے کہ "ك" زلفِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور "ہ" دہن پاکِ رسول، "ے" ابروئے رسول اور "ع ص"

مصطفیٰ کی آنکھیں؛ پورے چہرۂ اقدس کا ماڈل سامنے آجاتا ہے، چہرہ اور صورت، اس کے اندر بال ہوتے ہیں، ابرو ہوتے ہیں، دو آنکھیں ہوتی ہیں اور منھ ہوتا ہے؛ تو ایک پاکیزہ چہرہ سامنے ابھر کے آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: قرآن نے یہ پانچ چیزوں کو (جو) اس طرح سے ترتیب دیا ہے، اس کا مطلب کیا؟ ع

ك گیسو ھا دَہن یٰ ابرو آنکھیں عٓ صٓ

اب پڑھو!

کٓھٰیٰعٓصٓ اُن کا ہے چہرہ نور کا(۴)

☆☆☆

یادگیسوذکرحق

یادِ گیسو ذکرِ حق ہے آہ کر
دل میں پیدا لام ہو ہی جائے گا

شرح:

سید عالم ﷺ کے گیسوئے معنبر کی یاد کرنے سے اللہ کے ذکر کی لذت ملتی ہے، کیوں کہ آپ کے گیسوؤں کی یاد اللہ کا ذکر ہے، امام احمد رضا کے اس دعویٰ کو سمجھنے کے لیے سید عالم ﷺ کے گیسوؤں کی شکل کو ذہن میں جمایئے، پھر بات سمجھ میں آئے گی۔

حدیث شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے گیسوئے پاک لمبے تھے، کبھی کندھوں تک، کبھی کانوں کی لو تک ہوتے، حضور اکرم ﷺ کی عادتِ کریمہ تھی کہ اپنے بالوں کو دائیں بائیں دو حصوں میں اس طرح تقسیم فرماتے تھے کہ بیچ میں سیدھی مانگ ہوتی تھی، اعلیٰ حضرت اس سیدھی مانگ پر لاکھوں سلام پیش فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لَیۡلَۃُ الۡقَدۡر میں مَطۡلَعِ الۡفَجۡرحق

مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

یعنی محبوب رب العالمین کے کالے کالے بال شبِ قدر ہیں اور سیدھی مانگ گویا شبِ قدر میں صبح صادق طلوع ہورہی ہے، اس شعر میں سورۂ قدر کی طرف تلمیح ہے۔ابھی اس (کی) تفصیل کا موقعہ نہیں ہے۔ ہاں! تو میں کہہ رہا تھا کہ سرکار کے گیسو لمبے تھے جب آپ ان کو سنوارتے تھے تو کندھوں تک آجاتے، پھر مڑکر نیچے کا حصہ گول دائرہ کی شکل میں ہوجاتا، اوپر سے سیدھا اور کانوں تک آکر گول ہوجاتا، جیسے بغدادی قاعدہ میں حرف ''ل'' ہوتا ہے، گویا گیس ''ل'' کی طرح ہوگئے، ایک ''ل'' دائیں اور ایک ''ل'' بائیں، گیسوؤں کے دو ''ل'' ذہن میں نقش کرلیں۔ پھر تڑپ کر زبان سے آہ نکالیے، زبان سے ''آہ'' کرنا ذکر لسانی (زبان کا ذکر) اور دل میں گیسوؤں کی یاد سے دو ''ل'' نقش ہوگئے، یہ ذکر جنانی (دل کا ذکر)...

امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ سرکار کے ''ل'' جیسے گیسوؤں کو یاد کر کے عشق و مستی میں تڑپ کر ''آہ'' کروگے تو لفظ ''آہ'' کے دل میں یعنی بیچ میں دو ''ل'' جو تمہارے دل میں تھے وہ ظاہر ہوجائیں گے۔ ''آہ'' کا ''الف'' دائیں اور ''ہ'' بائیں اور بیچ میں دو ''ل ل'' بن جائیں گے اس طرح لفظ ''اللہ'' اسم جلالت کا املا درست ہوگا، لفظ ''اللہ'' میں ''الف ل ل ہ'' ایک الف دو لام اور آخر میں ''ہ'' چار حروف ہیں، اس طرح گیسو کے دو ''ل'' اور ''آہ'' کے الف اور ''ہ'' لفظ اللہ کی شکل بن گئی، امام احمد رضا کا دعویٰ ثابت ہوگیا ؎

یادِ گیسو ذکرِ حق ہے آہ کر
دل میں پیدا لام ہو ہی جائے گا

شعر میں 'ہوگا' نہیں فرمایا 'ہوہی جائے گا' فرمایا تاکہ شک و شبہہ والی بات نہ رہے، ہوگا کہ نہیں، مومن کا ایمان پختہ اور مضبوط ہوتا ہے، ڈانواڈول نہیں ہوتا ہے۔(۵)

☆☆☆

سفرِ نور

کہتی تھی یہ بُراق سے اُس کی سبک رَوی
یُوں جایئے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

شرح:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کو دو حصوں میں بانٹ کر اللہ تعالیٰ نے سائنس کا ایک راستہ بھی کھول دیا ہے؛ کہ Plane بنانے والے جو عروج کرتے ہیں، جہازوں سے اڑتے ہیں، وہ پہلے سیکھ لیں کہ Flight کے لیے، Take Off کرنے کے لیے، پہلے وہ آہستہ چلیں اور پھر اس کے بعد اوپر اڑیں، جب ہی ان کی سلامتی ہے؛ لیکن یہ Take Off کرنے کے لیے Plane جب اڑتا ہے تو بہت آہستہ، آہستہ، آہستہ چلتا ہے؛ ہمارے سرکار کی اسریٰ بھی ایسی ہے، زمین کی رفتار بھی ایسی ہے کہ جس براق پر آپ بیٹھے تھے، اس کا ایک قدم یہاں ہوتا تھا اور دوسرا قدم، جہاں نگاہ پہنچتی تھی وہاں پڑتا تھا؛ یہ Plane کی طرح آہستہ آہستہ رینگتا نہیں تھا بلکہ اس کو براق اسی لیے کہتے ہیں کہ براق کا لفظ برق سے بنا ہے، برق کہتے ہیں اس بجلی کو جو آسمان پر چمکتی ہے؛ آپ نے بارش کے زمانے میں دیکھا ہوگا کہ ایک لکیر، روشنی والی، آگ جیسے، یہاں سے چمکی، آپ کی آنکھ اس کا پیچھا نہیں کر سکتی؛ اس کنارے سے چمکی، اس کنارے غائب ہوگئی، برق کہتے ہیں۔ برق رفتار، کہ اتنی تیز ہوتی ہے، یہ بجلی کہ نگاہ بھی اس کا پیچھا نہیں کر پاتی، اسی لفظِ برق سے اللہ نے براق بنایا ہے؛ براق کا مطلب، اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ انسان کی نگاہ بھی اس کا پیچھا نہیں کر سکتی، تمہاری نگاہ تھک جاتی؛ لیکن براق کا قدم ایسا اونچا ہوتا اعلیٰ حضرت نے جھوم کر کے اس مسئلہ کو یوں کہا ہے۔

کہتی تھی یہ بُراق سے اُس کی سبک رَوی
یُوں جایئے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: کہتی تھی یہ بُراق سے اُس کی سبک رَوی، سبک رَوی کہتے ہیں؛ اتنی تیزی کے ساتھ چلے اور سبک چلے، سبک کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو سوار ہے، اس کو قطعاً کوئی Jerking محسوس نہ ہو، اِدھر اُدھر نہ ہو؛ دنیا کی سواریوں کا انداز یہ ہے کہ جتنی تیز چلتی ہے، اتنے ہی اس کے اندر، آج بیٹھنے والے کو خوف ہوتا ہے؛ کہیں یہ لڑھکے نہ، کہیں اِدھر نہ جائے، کہیں اُدھر نہ جائے؛ کہتے ہیں ذرا سنبھل کے چلا! سنبھل کے چلا! وہ سبک رَوی نہیں ہے، یہ Rough ہے، اس کو Roughness (کے ساتھ) چلانا کہتے ہیں؛ سبک رَوی Soft چلتا ہے، جس میں کوئی خطرہ نہیں، نہ لڑھکنے کا، نہ گرنے کا، نہ Jerking کا؛ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: براق اس طرح سے چل رہا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس تک نہیں ہوتا تھا، اور اس کی تیز رفتاری، دنیا کو بتا رہی تھی کہ جو گھوڑے کے ٹاپ سے گرد اٹھتی ہے؛ آپ دیکھیں گے تیز رفتار جب کار چلتی ہے، کچی زمین پر اور گرد جو اڑتی ہے تو یہ گرد جو ہے، یہ پیچھے رہ جاتی ہے اور کار آگے نکل جاتی ہے، یہ جو ہواؤں کے ساتھ گرد نظر آتی ہے وہ سواری کو نہیں پا رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہاں تو گرد اٹھتی ہے اور سواری کو پکڑ نہیں پاتی؛ لیکن میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے براق کی اتنی تیزی تھی کہ جو گرد اٹھتی تھی، اس کو بھی خبر نہیں ہوتی تھی کہ کون یہاں سے گزرتا ہے؛ اتنا نازک مسئلہ اعلیٰ حضرت نے چھیڑا ہے؛ فرماتے ہیں ؏

کہتی تھی یہ بُراق سے اُس کی سبک رَوی

اس کی Speed، یہ براق سے کہتی ہے: ایسا چل کہ جو پیچھے گرد ہے، وہ ابھی زمین پر لپٹی رہے (اور) اس کو خبر ہی نہ ہو کہ یہاں سے کوئی چلا گیا۔

کہتی تھی یہ بُراق سے اُس کی سبک رَوی
یُوں جایئے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

بہر حال یہ ایک علمی گفتگو تھی، اشارہ میں مَیں نے تھوڑا سا سمجھا دیا۔(۶)

☆☆☆

رخِ پُرنور

گیسو و قَد لام اَلف کر دو بلا مُنْصَرف
لا کے تہِ تیغ لا تم پہ کروروں درود

شرح:

اس شعر کو سمجھنے کے لیے حروف تہجی ''ا، ب، ت، ج'' وغیرہ پر تھوڑی توجہ دیجیے، بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی، آپ کو معلوم ہے کہ سب حروف تہجی ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں، مگر لام اور الف ایسے دو حروف ہیں جو الگ بھی ہیں اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے بھی ہیں، جب دونوں ملا کر لکھے جاتے ہیں تو ان کی شکلیں بدل جاتی ہیں، لام الف کی کتابت ملا کر دو طرح کی ہو جاتی ہے؛ لا، لا، ان شکلوں کو غور سے دیکھیے تو لگتا ہے کہ دو تلوار ملا کر کھڑی کر دی گئی ہیں، دوسری بات یہ بھی ہے کہ لا عربی زبان کا حرف نفی ہے، جس کا معنی نہیں ہوتا ہے یعنی 'لا' ہے کو نہیں، موجود کو معدوم ہونا ظاہر کرتا ہے اور تلوار کا بھی کام ہے کہ ہست کو نیست اور موجود کو معدوم بنا دے، اس طرح لا اور تیغ میں معنوی ہم آہنگی اور اشتراک پایا گیا، اسی معنوی اشتراک سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امام احمد رضا اپنے آقا کی بارگاہِ بیکس پناہ میں ایک فریادی بن کر استغاثہ پیش کرتے ہوئے عرض پرداز ہیں۔

گیسو و قَد لام اَلف کر دو بلا مُنْصَرف
لا کے تہِ تیغ لا تم پہ کروروں درود

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ کے گیسو ''ل'' اور قد ناز ''الف'' ہے، گویا دونوں آپ کے وجودِ گرامی میں یک جا ہیں تو آپ کے پاس ''لا'' کی دو دھاری تلوار موجود ہے، اپنی اسی ''لا'' کی تلوار کے نیچے ہماری بلاؤں کو لا کر نیست و نابود فرما دیجیے۔ (۷)

☆☆☆

صبح حق

لَیۡلَۃُ الۡقَدۡر میں مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

شرح:

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ و الرضوان کا سلام جو مشہورِ زمانہ ہے، ہر سنی مسلمان اسے پڑھتا ہے؛ اس کا پہلا شعر ہے ؎

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت نے یہ اہتمام کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے "سراپا" یعنی سر (اقدس) سے لے کر پاؤں (مبارک) تک، آپ کے جتنے بدن کے حصے ہیں، سب پر سلام بھیجا ہے؛ ہم کسی کو سلام کرتے ہیں تو ایک ہی سلام ہوتا ہے: السلام علیکم، تمہارے اوپر سلام ہو، اعلیٰ حضرت کے عشق نے انگڑائی لی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مبارک کو، آپ کے سراپا کو نگاہ میں رکھا۔ سلام ہم جب پڑھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ اعلیٰ حضرت سلام بھیج رہے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سامنے کھڑے ہیں، اس طرح سے سلام بھیج رہے ہیں ؎

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

یہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پر سلام بھیجا "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" پھر آپ کے بال (مبارک) ذہن میں آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زُلفیں کیسی ہیں؟ اس میں مانگ کیسے نکلتی ہے؟ عاشق رسول مچل گیا اور ارشاد فرماتے ہیں ع

لَیْلَۃُ الْقَدْر میں مَطْلَعِ الْفَجْرِ حق

لیل کہتے ہیں رات کو، اور قدر کہتے ہیں عزت والی رات کو؛ وہ عزت والی رات کون سی ہے؟ جس کو آپ کہتے ہیں شبِ قدر، قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۔ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (سورۃ القدر:۱۔۳)

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ہم نے قرآن کو عزت والی رات میں اتارا۔

وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ تمہیں پتہ ہے کہ لیلۃ القدر کتنی عظمت والی رات ہے؟

پھر فرماتا ہے: لَیْلَةُ الْقَدْرِ یہ لیلۃ القدر کیا ہے؟

خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ایک ہزار مہینے ایک طرف رکھیں اور ایک رات ایک طرف رکھیں؛ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ ایک شبِ قدر جو ایک رات ہے، ہزار مہینے سے بھاری بھرکم ہے۔

ہزار مہینے کے Equal اور برابر نہیں ہے، ہزار مہینے سے بڑھ کر ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: حضور کی زلفیں لَیْلَةِ الْقَدْرِ ہیں؛ لَیْلَةِ الْقَدْرِ کون سی تاریخ کو آتی ہے؟ شبِ قدر، ستائیسویں رات کو (آتی ہے) اور ستائیسویں رات (میں) سورج ڈوبنے سے لے کر سورج نکلنے تک پوری رات (میں شدید) Darkness ہوتی ہے۔ اس میں چاندنی نہیں ہوتی ہے۔ پوری رات کالی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زلفیں رات کی طرح کالی؛ لیکن ہر رات کی طرح نہیں ہے، حضور کی زلفیں لَیْلَةِ الْقَدْرِ ہیں،

(اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں: لَیْلَةِ الْقَدْرِ، ایک بات؛ اور دوسری بات فرماتے ہیں: "لَیْلَةُ الْقَدْر میں مَطْلَعِ الْفَجْرِ حق"، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ" فرشتے اس میں اترتے ہیں اور روح الامین اترتے ہیں، اور کیا کہتے ہیں؟

فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

(سورۃ القدر: ۴۔۵)

روح الامین، اللہ کی رحمتوں کے ہر کام لے کر فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں اور میرے بندوں کو سلام کہتے ہیں، جبریل امین اور فرشتے اللہ کی طرف سے سلامتی لے کر اترتے ہیں، اور یہ سلسلہ کب تک رہتا ہے؟ "حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ" جب فجر طلوع ہوتی ہے؛ فرشتے زمین پر رہ کر ساری امت کے لیے سلام کا پیغام بھیجتے رہتے ہیں، یہ "مَطْلَعِ الْفَجْرِ" جو کہا گیا ہے تو یہ فجر جب طلوع ہوتی ہے تو رات کے اندھیرے کو الگ کر دیتی ہے اور آہستہ آہستہ اُجالا نمودار ہوتا ہے؛ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ زلف جو ہے، یہ سب (رات کی طرح) ملی ہوئی تھی، اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنگھی کیے، اس میں شانہ لگا یا تو آہستہ سے باریک مانگ نکلی، تو یہ ایسا لگ رہا تھا کہ شبِ قدر کے اندر "مَطْلَعِ الْفَجْرِ حق"... سچائی کی فجر طلوع ہو رہی ہے۔ حق کی صبح نکل رہی ہے۔ (۸)

☆☆☆

صدقہ نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دُونا تِرا دے ڈال صدقہ نور کا

شرح:

گدا جب نور کی سرکار میں گیا ہے تو نور کا پیالہ لے کے گیا، آپ بولیں گے نور کا پیالہ کیسا ہوتا ہے؟ یہ لوہے کا، مٹی کا، تانبے کا، اسٹیل کا، سونے کا، چاندی کا پیالہ نہیں ہے، جب نبی

کے دربار میں جاتے ہیں تو دل کا پیالہ لے کر کے جاتے ہیں، اور دل کا پیالہ نوری پیالہ ہوتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں ؎

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا

اب بھیک اور سوال یہاں ختم ہوتے ہیں، بھکاری جو ہے، کتنا بڑا بھی سیٹھ ہو، مانگتا ہے تو اس کو دُعا دیتا ہے۔ سیٹھ صاحب! میرا کاسہ بھر دیجیے، جگ جگ جیو! تیرے بال بچے جئیں! تیرا راج پاٹ سلامت رہے؛ یہ بھکاری کیوں دُعا دیتا ہے، کیا وہ سیٹھ اس کی دُعا کا محتاج ہے؟ نہیں، یہ مانگنے کا ایک سلیقہ ہے۔ اعلیٰ حضرت بھی فرماتے ہیں: میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا؛ نور دن دُونا ترا... یہ ایک جملہ ہے: نور دن دُونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا... لوگ کہتے ہیں نا: دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہو جائے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: نور دن دُونا، یا رسول اللہ! جو نور کی بھیک آپ ہمیں دیں گے، اس نور کی بھیک کیا ہوگی؟ یہ نور جو ملے گا، نور دن دُونا؛ ہر دن دُونا ہوتا جائے گا، ہر روز اس میں ترقی ہوتی جائے گی، نور دن دُونا ترا ہے، تیرے نور کو اللہ دن دُونا بڑھاتا جائے گا؛ آپ کہیں گے کہ حضور کا نور دن دُونا کیسے بڑھے گا؟ یہ اعلیٰ حضرت نے بلا وجہ نہیں کہا ہے، قرآن فرماتا ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (سورۃ الضحیٰ: ۴)

اور بیشک تمہارے لیے ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے۔

قرآن فرماتا ہے: اے میرے حبیب! وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى، آپ کی پچھلی گھڑی، آپ کی آنے والی گھڑی، پہلی گھڑی سے ہمیشہ ترقی پر رہتی ہے۔ آپ نور ہیں، آپ کا نور بھی بڑھ رہا ہے، آپ کی نوری خیرات بھی بڑھ رہی ہے، اور آپ کی نسلیں بھی بڑھ رہی ہیں؛ ایک تھے، نور بن کر آئے ؎

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

جدھر دیکھو دن دونی رات چوگنی ترقی ہورہی ہے، نور بھی بڑھ رہا ہے، نوری اولاد بھی بڑھ رہی ہے: میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا؛ نور دن دُونا تِرا۔۔۔ یارسول اللہ! دے ڈال صدقہ نور کا۔ ہم نوری پیالہ لے کر آئے ہیں۔ اس نوری پیالے میں اپنے نور کا صدقہ بھر دیجیے۔(۹)

☆☆☆

جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

شرح:

دنیا میں ایک سے ایک خوب صورت اور حسین چیزیں موجود ہیں، خالقِ حسن و ادا نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسنِ مقدس کے صدقے میں بہت سی چیزوں کو حسن کی خیرات عطا فرمائی ہے؛ لیکن جس حسین کو آپ لایئے تو وہاں پر کوئی نہ کوئی کمی اور نقص پایا جائے یا نقص کا گمان بھی ہوسکتا ہے، چاند بہت خوب صورت ہے، جب کوئی شاعر اپنے محبوب کے حسن کی مثال دینا چاہتا ہے تو کہتا ہے: میرے محبوب کا چہرہ چاند جیسا ہے، یہی تو کہتا ہے، مطلب یہ ہے چاند بہت حسین ہے، خوب صورت ہے یقیناً؛ لیکن آپ دیکھو گے کہ جب چودھویں رات کا چاند سونے کی تھالی جیسے چمکتا ہے تو اس کے بیچ میں ایک داغ اور دھبہ نظر آتا ہے، کبھی دیکھا ہے؟ داغ اور دھبہ یہ حسن کے چہرے پر ایک نقص ہے۔ ایک بدنما داغ ہے۔ چاند یقیناً حسین ہے؛ لیکن اس میں بھی ایک دھبہ نظر آرہا ہے۔ سورج بہت خوب صورت چمک دار ہے؛ لیکن اس میں ایک کمی یہ ہے کہ اگر کوئی اس حسین چیز کو دیکھنا چاہے تو آنکھ اُٹھا کر اگر سورج کو ایک سیکنڈ کے لیے بھی دیکھا، تو آنکھ میں اندھیرا چھا جاتا ہے، اب وہ دوسری چیزوں کو دیکھتا ہے تو اس کی صورت صحیح نظر نہیں آتی

ہے، دھندلی نظر آتی ہے۔ اتنا حسین تھا لیکن تمہاری آنکھوں میں ایک نقص پیدا کر دیا۔ دوسری چیزوں کو اب دیکھتے ہو تو دھندلا پن نظر آتا ہے، یہ سورج کے حسن کی کمی ہے اور نقص ہے۔ پھول کو آپ دیکھو! گلاب کا پھول بہت حسین ہے، No Doubt لیکن یہ گلاب کا پھول کچھ دنوں کے لیے اپنے حسن کا اعلان کرنے میں کامیاب ہوتا ہے؛ لیکن اگر اسے پودوں سے توڑ لو تو چند گھنٹوں میں وہ بھی بے چارہ مرجھا جاتا ہے، اس کا حسن قائم نہیں رہتا ہے، اور اگر پودوں میں لگا ہوا ہے، اور تم توڑنے گئے تو کانٹوں نے آپ کے ہاتھ کو زخمی کر دیا ہے، پھول ہے؛ لیکن اس کے ساتھ کانٹے بھی لگے ہوئے ہیں اور کانٹا یقیناً تکلیف دہ ہوتا ہے اگر چبھ جائے۔ شمع بہت حسین ہے، موم بتی جلتی ہے، اُجالا پھیلاتی ہے؛ لیکن اس میں بھی دھواں نکلتا ہے، اس کے حسن میں بھی خرابی موجود ہے، ہر چیز کو آپ دیکھیے! کہیں نہ کہیں نقص موجود ہے، اس پوری کائنات میں صرف ایک حسین ایسا ہے، ایک جمال ایسا ہے، ایک چہرہ ایسا ہے کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے...

یہ میرے سرکار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کا کمال ہے اور اس کی اکملیت ہے ؎

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں

نقص ہونا، خرابی ہونا تو در کنار، آدمی کے گمان میں بھی وہاں کوئی کمی نہیں ہے، وہاں گمانِ نقص نہیں ہے، کوئی انسان آج تک یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال میں کوئی کمی ہے، آپ کے جمال کا یہ عالم ہے؛ سورج کو دیکھو تو آنکھ چندھیا جائے، روشنی میں فرق آجائے اور مصطفیٰ کو دیکھو تو آنکھ بھی نورانی اور دل (بھی) نورانی؛ یہ جمالِ مصطفیٰ ﷺ ہے، سورج کا جمال اور کمال تمہاری آنکھوں کو عاجز کرتا ہے اور مصطفیٰ ﷺ کا جمال تمہارے دل کو نورانی بنا دیتا ہے، آنکھوں میں روشنی پیدا کر دیتا ہے؛ مصطفیٰ ﷺ کا جمال اور کمال یہ ہے۔ (۱۰)

☆☆☆

رشکِ خوبانِ جہاں

یہی بولے سِدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

شرح:

معراج کی رات بیت المقدس میں کھڑے ہو کر جنابِ جبریل نے عرض کیا:

قلبت المشارقها والمغاربها

اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے مشرق اور مغرب کو پلٹ کر دیکھا، لیکن آپ کے جیسا حسین اور خوب صورت میں نے کسی کو نہیں پایا ہے۔ (۱۱)

☆☆☆

حوالہ جات:

۱ http://ashrafulfuqaha.com/clips/Huzoor-Jaisa-Koi-Nahi.mp3
۲ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Tere-Khadmo-Mei-Jo-Hai.mp3
۳ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/ZarrAy-Jadkar-Teri-Paizaaro-Sey.mp3
۴ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Kaaf-Haa-Yaa-Ain-Saad.mp3
۵ خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۴۴-۴۵
۶ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Kahti-Thi-Ye-Buraakh-Se-Oski-Subuk-Ravi.mp3
۷ تشریح اول:
http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Geso-O-Qad-Laam-Alif-Kar-Do-Balaa-Munsarif.mp3
تشریح دوم: خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۴۷
۸ خطاب سورت، گجرات، نومبر ۲۰۱۸ء
۹ شرح اول: ۳۸واں جشن میلاد شریف، سورت ۳۰/نومبر ۲۰۱۷ء
شرح ثانی: ۲۶/دسمبر ۲۰۱۷ء، بیلم پلی
۱۰ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Wo-Kamaale-Husne-Huzoor-Hai.mp3
۱۱ http://www.ashrafulfuqaha.com/clips/Huzoor-Jaisa-Koi-Nahi.mp3

باب3....... عطائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ابر کرم

اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّسَخَاکَ اَتَمّ اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند اِدھر بھی گرا جانا

شرح:

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان، آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرضِ معروض اور استغاثہ پیش کرتے ہوئے عرض گزار ہیں ۔

اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّسَخَاکَ اَتَمّ اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند اِدھر بھی گرا جانا

ایک گزارش ہے، بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں، ایک عاشق کہہ رہا ہے:

اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّسَخَاکَ اَتَمّ

یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم بڑے پیاسے ہیں، ہمیں پیاس لگی ہے: وَّسَخَاکَ اَتَمّ، اور آپ کی سخاوت مکمل ہے، آپ بڑے سخی داتا ہیں، ہم محتاج ہیں، ہم پیاسے ہیں، اور آپ کی سخاوت پوری ہے ع

اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّسَخَاکَ اَتَمّ اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے مبارک، کالے کالے تھے اور جب گھنگھور گھٹا چھاتی ہے، آسمان پر کالے کالے بادل چھاتے ہیں، تو لوگ امید کرتے ہیں کہ اب بارش ہوگی۔ کالے بادل، بارش کی علامت اور نشانی ہوتے ہیں، اور جب زمین پیاسی ہوتی ہے، پانی ختم ہو جاتا ہے، جانوروں کو پلانے کا بھی پانی نہیں رہتا ہے، تو ہر شخص جو پیاسا ہوتا ہے، اوپر (کی جانب) روزانہ سر اٹھا اٹھا کر دیکھتا ہے، اور کالے بادل آ جائیں تو خوش ہوتا ہے، ہاں! اب برسے گا! اب برسے گا! اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ہم سب بھی پیاسے ہیں، تڑپ رہے ہیں؛ لیکن پانی

کے لیے نہیں، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ کے دیدار کے لیے، آپ کی زیارت کے ہم پیاسے ہیں، (لہٰذا ہم پر بھی اپنی رحمت کے دو بوند برسا دیجیے اور) اپنی زیارت اور اپنے دیدار کا شربت پلا دیجئے۔(۱)

☆☆☆

فیض کے دھارے

اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹُوٹے ہیں پیاسے جھوم کر

ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

تشریح اول:

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ بہت سے قسم کے پانی ہیں؛ ان میں سب سے اعلیٰ، افضل کون سا پانی ہے؟ حوضِ کوثر میں بھی پانی ہے، زم زم کے کنویں میں بھی پانی ہے، یہ سب مبارک پانی ہے۔ اگر مان لو! کسی سے سوال کیا جاتا کہ: اتنے قسم کے پانی ہیں، عرقِ گلاب ہے، عرقِ کیوڑا ہے، کنویں کا پانی ہے، سمندر کا پانی ہے، سب سے افضل پانی کون سا ہے، کچھ لوگ یہ جواب دیں گے زم زم کا پانی ہے، کچھ لوگ جواب دیں گے کہ حوضِ کوثر کا پانی ہے، مگر اعلیٰ حضرت کا جواب سب سے الگ ہے، آپ فرماتے ہیں: "سب سے افضل پانی وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں کے بیچ سے نکلا تھا۔"

ایک موقع پر اسلامی فوج، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں سفر کر رہی تھی؛ اس فوج کے اندر پانی ختم ہو گیا، حضرت انس فرماتے ہیں کہ: ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! نہ پینے کے لیے پانی ہے، نہ وضو کے لیے پانی ہے، پوری فوج میں پانی ختم ہو گیا۔" حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے یہ نہیں فرمایا کہ: جاؤ آس

پاس پانی تلاش کرو، اور پھر وہاں ہم جا کر اپنا پڑاؤ ڈالیں گے، حکم یہ نہیں فرمایا کہ فوج کو حکم دو (کہ) آگے بڑھیں گے، کہیں پانی مل جائے گا؛ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: پانی کے جو برتن ہیں وہ سب (لاؤ)، کسی کے پاس مشک میں پانی رکھا تھا؛ اسے جا کر نچوڑا تو تھوڑا سا پانی نکلا، کسی کے برتن میں پانی تھا؛ تو (وہ لایا گیا اور) ایک طشت کے اندر پوری فوج کے پانی کے برتن نچوڑے گئے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک کو اس پانی کے اندر رکھ دیا؛ حضرت انس فرماتے ہیں: "قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا، میں دیکھ رہا تھا کہ پانی کے فوارے انگلیوں کے بیچ سے ابل رہے تھے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آؤ! جتنا، جسے سیراب ہونا ہے، پی لو! جانوروں کو پلا دو! اپنے پانی کے سارے برتنوں کو بھر لو! اپنی ضروریات کو پوری کر لو!" صحابۂ کرام بھاگتے ہوئے، بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئے اور بڑی مسرتوں کے ساتھ پانی پی رہے تھے، پانی برتنوں میں بھر رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں ؎

اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹُوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

پنجاب، ایک ملک ہے۔ اس کو پنجاب، اس لیے کہتے ہیں، کہ پنج کے معنی "پانچ"، آب کے معنی "پانی" (کے ہوتے ہیں۔) پانچ پانی کے دریا اس علاقے میں بہہ رہے ہیں۔ پورے ہندوستان اور پاکستان میں صرف ایک ہی علاقہ ہے، جس میں پانچ دریا بہہ رہے ہیں؛ کہیں ایک دریا ہے، کہیں دو دریا ہے، کہیں تین دریا ہے، لیکن پنجاب کے علاقے کو پانچ ندیاں سیراب کر رہی ہیں۔

زمین فیض دیتی ہے؛ تو ندی بہاتی ہے، اور زمین سے پانی کا فیض؛ یہ قانون ہے۔ اس پر کوئی تعجب نہیں ہے، لیکن یہ تعجب دیکھو ؎

اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹُوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

پنجابِ رحمت، یہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انگلیاں) ہیں؛ یہاں سے پانی کی ندیاں نکل رہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دستِ مبارک کو پانی کے اندر ڈالیں، اور فوارے ابل رہے ہیں۔ حضرت انس فرماتے ہیں: ایک روایت میں ہے کہ "اس وقت ہم لوگ چار سو آدمی تھے۔" اور پھر فرماتے ہیں "ہزاروں کی تعداد میں ہوتے، تب بھی ہم سب سیراب ہوجاتے، پانی ختم نہیں ہوتا۔"

تشریح ثانی:

زم زم شریف کا کنواں، جو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بچپن کا معجزہ اور سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے ٹھوکر کی برکت ہے، جب سے آج تک کروڑوں لوگ اس کا پانی پیتے ہیں، نہ کم ہوتا ہے نہ خراب، اور ان شاء اللہ قیامت تک لوگ سیراب ہوتے رہیں گے، یہ تمام باتیں حیرت انگیز ضرور ہیں، مگر میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیاری پیاری انگلیوں کی بات کچھ اور ہی ہے۔

پتھروں سے پانی نکلتے دیکھا، زمین سے پانی ابلتے دیکھا، بدلیوں سے پانی برستے دیکھا، ہینڈ پائپ سے پانی گرتے دیکھا، نلوں سے پانی گرتے دیکھا، آبشاروں سے پانی بہتے دیکھا مگر ہاتھ کے پنجوں، اور انگلیوں کے بیچ گھائیوں سے پانی کے جوش مارتے ہوئے فوارے کسی نے دیکھا؟ اگر دیکھنا ہے تو مالک بحر و بر، مختار ہر خشک و تر، صاحب اِنَّآ أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ کے پنجابِ رحمت کو دیکھو، سفر کی حالت، دھوپ کی شدت، ہزاروں صحابہ ہمرکاب، پانی ختم، کریں تو کیا کریں، لوگوں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوکر پانی نہ ہونے کی شکایت کی، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے برتنوں سے پانی نچوڑوا کر تھوڑا پانی طشت میں رکھوا دیا (پھر) اپنا دست مبارک اس میں رکھ دیا، انگلیوں اور گھائیوں سے پنجابِ رحمت کے چشمے ابلنے لگے، پیاس کے مارے لوگ یہ منظر دیکھ کر وَجد میں جھومنے لگے اور پانی لینے کے لیے ٹوٹ پڑے، امام احمد رضا بھی جھوم رہے ہیں، اور جھوم جھوم کر آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں نذرانہ محبت پیش کررہے ہیں ؎

اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ (۲)

نورِ کثرت

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰكَ الۡکَوۡثَرَ

ساری کثرت پاتے یہ ہیں

شرح:

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے حبیب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کثرتیں جملہ برکتیں اور خیر کثیر عطا فرمایا، مومن اگر اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰكَ الۡکَوۡثَرَ (سورۃ الکوثر)، پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرے اور ایمانی شعور سے سوچے تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختیار، اور وقار معلوم ہو جائے اور یہ بھی سمجھ میں آجائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خزانہ کتنا عظیم ہے، جس میں ہر خیر ہر بھلائی اتنی کثرت کے ساتھ موجود ہے، جس کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔

(کولمبو شہر میں ہونے والی) اِس محفل میں میمن حضرات کثرت کے ساتھ موجود ہیں، اس لیے لفظ کوثر کا مطلب و معنی انھیں کی زبان میں سمجھا دوں تو اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا، کوثر کا لفظ عربی زبان کا ہے، جس کے معنی ہیں بہت زیادہ، کسی چیز کو کم اور زیادہ بنانے کے لیے عربی زبان میں کئی لفظ بولے جاتے ہیں، قلیل تھوڑا، کثیر زیادہ، اکثر زیادہ سے زیادہ، کوثر بہت زیادہ، میمنی بولی میں قلیل کو اوجھو، اور تھورو کہتے ہیں، اگر زیادہ ہے تو وَدھارِیَ بولتے ہیں، اگر زیادہ سے بھی زیادہ ہے تو "بہووَدھارِے" بولتے ہیں، بہووَدھارِے سے بھی وَدھارِے ہو جائے تو اس وقت آپ کہتے ہیں "گھنڑ ھوں ودھارے" اب آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ 'گھنڑ ھوں ودھارے' کے بعد اب کوئی 'ودھارے' نہیں ہے، یعنی سب سے زیادہ کے بعد کسی زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا، زیادتی کی یہ آخری Limit ہے۔

دوسری بات اور ذہن میں رکھ لیں پھر 'کوثر' کا معنی آپ کو اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا، دیکھیے کم اور زیادہ کا اعتبار حیثیات کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے، مثال کے طور پر ارب پتی جس

کے یہاں بے حساب دولت ہے، اس کے نزدیک لاکھ روپے کی حیثیت قلیل، تھوڑے کی ہے اور جو شخص بھاجی ترکاری بیچتا ہے اگر اس کو ایک ہزار روپئے کسی دن نفع ہو گیا تو اس کے لیے بہت زیادہ ہے، دھنا سیٹھ لاکھ روپے کو کچھ نہیں سمجھتا اور ایک غریب آدمی ہزار کو' گھنڑ ھوں ودھارے' جانتا ہے، بات وہی حیثیت کی ہے، ورنہ کہاں لاکھ اور کہاں ہزار! دونوں میں کتنا فرق ہے، مگر بڑی رقم بڑی حیثیت والے کے نزدیک تھوڑی ہے اور تھوڑی رقم چھوٹی حیثیت رکھنے والے کے نزدیک بہت زیادہ ہے، اب میری بات غور سے سنیے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خزانے کی عظمت معلوم ہو جائے گی۔

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ سے بڑا کوئی نہیں، وہی سب سے بڑا ہے، ہر اذان واقامت میں روزانہ پانچ وقت مؤذن اس کی بڑائی اور کبریائی کا ببانگِ دہل اعلان کرتا ہے، اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اس کی بڑائی اور کبریائی کے آگے سب سرنگوں ہیں، وہی اللہ ہے، وہی کبریا ہے، وہی سب سے بڑا ہے، وہی اللہ اپنی شان کبریائی سے فرماتا ہے: اے حبیب! اعلان فرما دیجئے: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (سورۃ النساء:۷۷) کہہ دو! یہ دنیا اور دنیا کے تمام مال ومتاع، ساز وسامان خالق کائنات کے نزدیک قلیل، تھوڑے ہیں؛

یہ دنیا کیا ہے؟ زمین کے اوپر کی تمام مخلوقات، زمین کے اندر قدرت کے سربمہر خزانے، سیال سونا، پٹرول، قدرتی کیمیکل، گیس، بلیک ڈائمنڈ، سلفائیٹ، یورینیم، پہاڑ اور ان میں پائی جانے والی قیمتی دھاتیں، سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات، پلاٹینم کی کانیں، سمندر اور سمندر کی گہرائیوں میں پائی جانے والی کروڑوں مخلوقات لَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰی نہ جن کو گنا جا سکتا ہے، نہ انسانی عقل ان کو گھیر سکتی ہے، اتنا بڑا زمینی پروجیکٹ تیار کر کے رب العالمین نے انسانوں کے حوالے کر دیا ہے، خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا، یہ سب کچھ اللہ نے

تمہارے لیے پیدا فرمائے، اس زمینی پروجیکٹ کو بنانے کے بعد رب کائنات نے آسمان کو بنایا:
ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (سورۃ البقرہ:۲۹)، پھر آسمان بنانے کا قصد فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے وہی ہر چیز کی حکمت کو جاننے والا ہے، چاند، سورج، ستارے اور آسمانی تمام چیزیں انسانوں کے لیے بنائی گئی ہیں، یہ آسمانی پروجیکٹ اور زمینی کارخانہ کتنا بڑا ہے، کہ آج تک نہ کوئی اس کو ناپ سکا، نہ گن سکا، نہ سمجھ سکا، خدائی پروجیکٹ کو کیا گن سکو گے، اپنے سر کے بال نہیں گن سکتے تو کائنات کو کیسے گن سکتے ہو، تمہاری کاؤنٹنگ مشینیں، کمپیوٹر کی فلاپی سب فیل ہو جائیں گی، تمام جن و انس مل کر صرف اسی کام میں لگ جائیں، عمریں تمام ہو جائیں، مگر اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کا شمار نہیں ہو سکتا، اسی عظیم دنیا کو اللہ فرماتا ہے کہ: محبوب بتا دیجیے کہ متاعِ دنیا اللہ کے نزدیک تھوڑی ہے، جو رب ساری دنیا دے کر فرمائے کہ جو کچھ میں نے انسانوں کو دیا ہے وہ تھوڑا ہے، وہی رب جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما رہا ہے تو یہ نہیں فرماتا کہ: اے محبوب! ہم نے آپ کو قلیل، تھوڑا دیا، یہ بھی نہیں فرماتا کہ کثیر دیا، یہ بھی نہیں فرماتا کہ: اکثر دیا بلکہ فرماتا ہے کہ ''کوثر'' دیا، سب سے زیادہ، زیادہ سے بہت زیادہ دیا، جب اللہ کے قلیل کو آج تک کوئی نہ جان سکا تو کثیر کو کیسے سمجھے گا، اور جب اس کے کثیر کو سمجھنا محال تو جس کو وہ ''کوثر'' فرمائے، اس کی کثرت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے، فرشتے، انسان، جن اور ساری مخلوق مل کر اندازہ لگائے تو نہیں لگا سکتی ہے، یہ ہے محبوب رب العالمین کے خزانے کی عظمت و وسعت۔

آیت کریمہ اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات اور آپ کی نعتوں کا گلدستہ ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اس آیت کریمہ کا ترجمہ کیا ہے کہ: اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں، یعنی آپ کو بے شمار فضائل و کمالات عنایت فرما کر تمام مخلوقات جن و انس، فرشتے، اولیا، انبیا سب سے افضل کیا، حسن ظاہر

بھی دیا، حسن باطن بھی، عالی نسبی بھی، نبوت بھی، کتاب بھی، علم بھی، حکمت بھی، شفاعت بھی، حوض کوثر بھی، مقام محمود بھی، امتیوں کی کثرت بھی، دشمنوں پر رعب وہیبت بھی، اعداے دین پر غلبہ بھی، فتوحات کی کثرت بھی۔ ان کے علاوہ بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں جن کی کوئی حد وانتہا نہیں ہے، اے محبوب! آپ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ آپ کی اولاد میں بھی کثرت ہوگی، آپ کے ماننے والوں سے دنیا بھر جائے گی، جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں آپ کی یاد ہوگی، نمازوں میں، اذانوں میں، منبروں پر آپ کا ذکر بلند ہوگا، قیامت تک پیدا ہونے والے عالم و واعظ میرے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے رہیں گے، آپ کے دشمنوں کا نام ونشان مٹ جائے گا، مگر اے محبوب! تم زندہ رہو گے تمہارا نام زندہ رہے گا، تمہاری یاد زندہ رہے گی، تمہارا ذکر زندہ رہے گا۔(۳)

☆☆☆

ابرِ رحمت

برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

شرح:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ کی رحمت نیکوں پر اُترتی ہے؛ یہ تو سمجھ میں آیا لیکن بروں پر اللہ کی رحمت کیوں اُترتی ہے؟ اس وقت بارش ہورہی تھی، آپ نے کہا: دو برتن لاؤ، ایک صاف ستھرا اور ایک گندا، برتن لایا گیا، حضرت علی نے کہا موسلا دھار بارش میں دونوں کو رکھ دو! دونوں برتن رکھ دیے گئے۔ لوگ دیکھ رہے ہیں... برتن بھر گئے... ارشاد فرمایا: دیکھو بارش یہ نہیں دیکھتی کہ یہ گندا ہے کہ صاف ہے۔ اسی بات کی طرف اشارہ امام احمد رضا نے کیا۔

برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رَحمت

بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

توحضرت علی مرتضیٰ کے اس جواب کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: دیکھو دونوں بھر گئے؟ کہا: ہاں۔ اب اس سلسلے میں آپ یہ نقطہ بھی یاد رکھیں، حضرت علی فرماتے ہیں: جب اللہ کی رحمت کی بارش ہوتی ہے تو اللہ یہ نہیں دیکھتا کہ میرا بندہ نیک کون ہے اور برا کون ہے، (اللہ کی رحمت) برس رہی ہے، تو سب اس میں نہاتے ہیں... جیسے دونوں برتن بھر گئے تھے لیکن فرق کیا ہے؟ صاف ستھرے برتن میں جو پانی جمع ہوا اس کو آپ پی بھی سکتے ہیں، وضو بھی کر سکتے ہیں، کھانا بھی پکا سکتے ہیں، کپڑا بھی دھو سکتے ہیں یعنی وہ پانی فیض والا ہوتا ہے۔ صاف ستھرے پر وہ رحمت برسی ہے؛ ایسے اولیاء اللہ اور عارفین کا دل اس رحمت سے جب لبالب ہوتا ہے تو ان کے جو قریب ہوتا ہے (وہ) فیض پاتا چلا جاتا ہے۔ لیکن برے پر جو رحمت برسی تو اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ برتن میں جو گندگی چپکی ہوئی تھی بارش کی وجہ سے وہ نرم ہو جاتی ہے اور تھوڑی دیر بعد وہ گندگی اس برتن سے نکلنا شروع ہوتی ہے، اسی طرح اللہ کی رحمت جب برے پر برستی ہے تو اندر جو گندگی ہوتی ہے؛ وہ گندگی، رحمت دور کر دیتی ہے، لیکن وہ آدمی لوگوں کے لیے فیض والا نہیں بنتا، اسے رحمت کا فیض خود ملتا ہے، اور صاف برتن کو جو فیض ملا ہے، وہ خود بھی فیض پاتا ہے اور دوسروں کو اس کا پانی فیض دیتا ہے۔ اسی لیے (جو) اولیائے کرام کی بارگاہ میں جاتے ہیں، رحمت ان کے لیے برستی ہے اور فیض جانے والے کو ملتا ہے۔(۴)

☆☆☆

درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مَفَر مَقَر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

شرح:

اگر محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ عرفان کی روشنی لے کر دیکھو! تو مصطفیٰ کی گلی، خدا کا دروازہ ہے۔ اعلیٰ حضرت اسی حقیقت کو بیان کرتے ہیں: ''بخدا خدا کا یہی ہے در، خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اللہ کا دروازہ یہی ہے۔'' کون سا دروازہ؟ جو مصطفیٰ کا دروازہ ہے ع

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مَفَر مَقَر

جو وہاں بھیک مانگنا چاہتا ہے، وہاں تک نہیں پہنچ سکتا؛ ربِ کائنات نے فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (سورۃ النساء: ۶۴)

جو لوگ میری مغفرت چاہتے ہیں، میری رحمت چاہتے ہیں، اور انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا ہے، تو اے حبیب! وہ اِدھر اُدھر نہ بھٹکیں؛ ''جَآءُوْكَ'' آپ کے دروازے پر آجائیں، رب فرماتا ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (سورۃ النساء: ۶۴)

جو لوگ گناہ کرکے اپنی جانوں پر ظلم کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مغفرت کے خواہش مند ہیں؛ اے حبیب! انہیں چاہیے کہ وہ آپ کے دروازے پر آئیں اور پھر آپ کے دروازے پر آ کر بھیک کس سے مانگیں؟ اللہ سے مغفرت مانگیں؛ دروازہ نبی کا، بھیک اللہ سے؟ ارے جس سے بھیک مانگنا ہے اس کے دروازے پر جاؤ! لیکن پروردگارِ عالم فرماتا ہے: مانگنا مجھ

سے ہے، آستانہ مصطفیٰ کا پکڑنا، اس لیے کہ یہی آستانہ میرا دروازہ ہے؛ اگر یہ تجھے دے دیں، تو میں بھی دے دوں گا اور اگر یہ نہیں دیں گے، تو میں بھی نہیں دوں گا ۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مَفَر مَقَر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں (۵)

☆☆☆

خادمِ سلطانِ عرب

پائے جبریل نے سرکار سے کیا کیا القاب
خُسرو خَیلِ ملک، خادمِ سلطانِ عرب

شرح:

معراج کی جب تقریر کرتے ہیں وہابی؛ (کہتے ہیں:) حضور یہاں گئے تھے، جبریل سے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو جبریل نے بتایا؛ پھر وہاں پہنچے، یہ ایسا کیوں عذاب ہو رہا ہے؟ جبریل نے بتایا؛ یہ سب راستے کی کیفیت بیان کر کے اور منہ کا Angle اینڈ بینڈ کر کے (وہابی) کہتے ہیں: دیکھو! اگر حضور کو غیب ہوتا تو جبریل سے کیوں پوچھتے؟

(اب، جب کہ وہابی کہتے ہیں کہ حضور نے جبریل سے پوچھا، اس کا) مطلب ہے کہ جبریل کو غیب تھا؛ اگر نہ ہوتا تو نہیں پوچھتے، جبریل نے نہیں پوچھا تو (اس کا مطلب ہے) ان کو غیب تھا نا؟ تو اللہ کے علاوہ جبریل کو غیب تھا، اور جبریل ہے کون؟ میرے اعلیٰ حضرت سے پوچھو ۔

پائے جبریل نے سرکار سے کیا کیا القاب
خُسرو خَیلِ ملک، خادمِ سلطانِ عرب

سارے فرشتوں کے سردار ایک یہ خطاب؛ اور خادمِ سلطانِ عرب؛ عرب کے سلطان

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم۔ (وہابیوں نے) خادم کو علمِ غیب مان لیا، آقا کو نہیں مانا؛ ارے! ہم تو کہتے ہیں، ہمارا ذوقِ ایمانی دیکھو! جبریل کا آج امتحان مصطفیٰ ﷺ لے رہے ہیں، جبریل بتاؤ یہ کیا ہے؟ جبریل ایسے شاگرد اور خادم تھے بالکل Perfect تھے (کہ) جہاں سرکار ﷺ نے سوال کیا؛ (فوراً) جواب دے دیا، سدرہ تک یہ جواب دیتے گئے؛ اور حضور فرماتے ہیں: ''اے جبریل! هل لك حاجتكم ؟'' بولو! اب کوئی ضرورت ہو تو انعام دے دوں؟ جبریل سے حضور فرما رہے ہیں؛ ''هل لك حاجتكم ؟'' جب حضور پوچھ رہے ہیں (اور) جبریل جواب دے رہے ہیں تو حضور خوش ہو گئے۔ انعام کس کو دیا جاتا ہے؟ حضور کا پوچھنا اس بات کی دلیل نہیں تھی کہ حضور کو علم نہیں تھا، یہ امتحان جبریل کا حضور ﷺ نے لیا؛ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ، اقصیٰ سے لے کر کے پہلے، دوسرے، تیسرے، چوتھے آسمان تک، اس میں بھی اعلیٰ حضرت ایک حدیث نقل فرماتے ہیں: جب پہلے آسمان پر حضرتِ جبریل گئے تو اس میں ایک دروازہ ہے، فلسفی کہتے ہیں: ''خرق و التیام'' (یعنی) پھٹنا اور جڑنا آسمان میں محال ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، محال ہمارے اسلام میں نہیں ہے، پہلے سے وہ پھٹا ہوا ہے، دروازہ بند ہے۔ جب حضرت جبریل گئے تو دروازہ کھٹکھٹایا، ادھر پاسبان رکھا ہوا ہے، اس میں کسی کو Enter ہونے کی اجازت مت دینا......

اُدھر سے فرشتہ بولتا ہے: من انت؟

یہ کھٹکھٹانے والا کون؟

تو جبریل کہتے ہیں: انا جبریل ''میں جبریل ہوں۔''

تو فرشتہ پھر کہتا ہے: هل معك؟ ''کیا کوئی آپ کے ساتھ ہے؟''

تو وہ کہتے ہیں: معی محمد رسول الله ''میرے ساتھ محمد رسول اللہ ہیں۔''

پھر دروازہ کھلا؛ جبریل کے نام پر کیوں نہیں کھلا؟ یہ ''معك'' کیوں پوچھا گیا؟ اس

لیے کہ وہ معراج النبی گیٹ تھا، ''باب المعراج'' تھا، اور معراج جبریل کی نہیں ہے؛ مصطفیٰ کی ہے۔ کھلے گا مصطفیٰ کے نام پر، اب فرشتے نے اللہ کی طرف سے وہی حکم پایا تھا تو پوچھتا ہے ''آپ کے ساتھ کوئی ہے؟'' وہ کہتے ہیں: ہاں! میرے آقا و مولیٰ ہیں''، آیئے! جبریل آپ کو معراج کے دولہا کی خدمت کا یہ صلہ اور انعام ملا کہ (بابِ) معراج النبی سے پرویش کرنے (کا) آپ کو حق دار بنا دیا گیا، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کا یہ صلہ ملا، یہ صلہ ملتے ملتے سدرہ پر گئے تو مصطفیٰ خود فرماتے ہیں:

هل لك حاجتكم ؟ ''کیا کوئی ضرورت ہے جبریل پوچھو؟''

تو جبریل نے کہا: ''ہاں''، یہ نہیں فرمایا ''آپ کوئی حاجت روا ہیں کیا؟'' سدرہ پر اور مجھ سے پوچھتے ہیں حاجت ہے تو میں تیری حاجت پوری کردوں؛ تو جبریل یہ کہہ سکتے تھے (کہ) ''میں تو بہت قریب ہوں، جلالِ الٰہی سے، عرشِ الٰہی سے، جو حاجت ہوگی یہاں سے پکاروں گا: یا اللہ! میری حاجت پوری کردے، حاجت روا وہ ہے؛ یا رسول اللہ! آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' (بلکہ) نہیں، جبریل کہتے ہیں: نعم، حاجت ہے۔ میرا عقیدہ وہی ہے ... (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاجت روا ہیں ... جسے اس عہد میں مسلک اعلیٰ حضرت کہتے ہیں)، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حاجت روا ہیں، جو چاہو تمہاری حاجت پوری کریں۔(٦)

☆☆☆

یادگاریِ امت

پہلے سجدہ پہ روزِ اَزل سے درود
یادگاریِ امت پہ لاکھوں سلام

شرح:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تھے تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت

آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: میرا بچہ جیسے ہی شکم مادر سے زمین پر تشریف لایا تو؛ چوں کہ حضور پیدا ہوئے تھے تو عام بچوں کی طرح نہیں تھے، صاف ستھرے، نہلائے دھلائے پیدا ہوئے تھے، بدن بالکل صاف ستھرا تھا؛ حضرت آمنہ فرماتی ہیں: میرا بچہ جب دنیا میں رونق افروز ہوا، تو سب سے پہلا کام اس نے سجدہ کیا، یہ پہلا سجدہ تھا میرے رسول کا؛ اور سجدہ میں آپ نے کیا پڑھا؟ آپ فرماتی ہیں جب سجدہ کیا تو میں نے سنا کہ میرا لال یہ کہہ رہا ہے:

رَبِّ هَبْ لِيْ اُمَّتِي، رَبِّ هَبْ لِيْ اُمَّتِي، رَبِّ هَبْ لِيْ اُمَّتِي

مولیٰ! میری امت کو میرے حوالے کردے، مولیٰ! میری امت کو میرے حوالے کردے

ذرا سوچو تو سہی! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جیسے تھوڑی ہیں! دنیا میں آرہے ہیں تو تمہیں یاد کرتے ہوئے آرہے ہیں، سجدہ میں سب اللہ کو یاد کرتے ہیں، میرا رسول ﷺ سجدہ میں تم (امتی) کو یاد فرما رہا ہے۔ کبھی تم نے سوچا! کہ سجدہ کی عظمت کیا ہے، نبی نے تم کو سجدہ میں جھکا کر کے اللہ کی یاد کرائی ہے اور خود پہلا سجدہ کر کے تمہیں یاد کیا ہے۔ اگر مسلمان سمجھے تو اس کا دل بھر آئے گا، آنکھوں سے آنسوں نکلے گا، کبھی ایک سجدہ نہیں چھوڑے گا؛ میرے امام، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان اس حدیث کو یوں بیان کرتے ہیں ع

پہلے سجدہ پہ روزِ اَزل سے درود

مصطفیٰ کا پہلا سجدہ، اس پر ہمیشہ ہمیشہ درود نازل ہو ؎

پہلے سجدہ پہ روزِ اَزل سے درود
یادگاریِ امت پہ لاکھوں سلام

سجدہ کیا؛ اور اپنی امت کو یاد رکھا، تو یہ سجدہ یادگاری ہے۔(۷)

☆☆☆

میں صدقے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تیرے صدقے مجھے اِک بوند بہت ہے تیری
جس دِن اَچّھوں کو مِلے جام چھلکتا تیرا

شرح:

تیرے صدقے ! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

تیرے صدقے مجھے اِک بوند بہت ہے تیری
جس دِن اَچّھوں کو مِلے جام چھلکتا تیرا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ایک چھینٹا، ایک بوند، ایک قطرہ مل گیا، تو ہمارے لیے بہت ہے ۔

تیرے صدقے مجھے اِک بوند بہت ہے تیری
جس دِن اَچّھوں کو مِلے جام چھلکتا تیرا

حوض کوثر کا جام غوث پاک (اور دیگر اولیاے کرام) کے پاس، بھرا بھرا پیالا ملے گا، امام احمد رضا کہتے ہیں: میں تو اتنا کمتر اور چھوٹا آدمی ہوں کہ وہ بڑے بڑے لوگ ایک ایک پیالا پئیں گے حوض کوثر سے؛ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میری ہمت تو نہیں، مجھے ایک بوند دے دیجیے گا یہی میری نجات کے لیے کافی ہے۔ (۸)

☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسائی

خلیل و نجی، مسیح و صَفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی
یہ بے خبری کہ خَلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

شرح:

(روزِ حشر) سارے لوگ پریشان حال، حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہ آپ چل کر ہماری سفارش کردیجیے، آدم علیہ السلام فرمائیں گے:

نفسی! اذھبو الی غیری

اے لوگو! میں تمہاری کوئی سفارش اللہ کی بارگاہ میں نہیں کرسکتا، مجھے خود اپنی پڑی ہے۔

حضرت آدم سے لے کر جناب عیسیٰ تک یہی سلسلہ چلے گا، ہر نبی کے پاس لوگ جائیں گے اور سب کہیں گے کہ **نفسی اذھبو الی غیری**؛ کوئی کیوں نہیں پہنچا؟ اس لیے کہ حضور ﷺ ہی کی رسائی وہاں تک ہے ؏

خلیل و نجی، مسیح و صَفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی

سب سے جا کر کہا، صفی اللہ سے کہا، خلیل اللہ سے کہا، کلیم اللہ سے کہا، کلمۃ اللہ سے کہا، خلیل اللہ سے کہا؛ سبھی سے کہی؛ کہیں بھی بنی؟ (اعلیٰ حضرت) سوال کر رہے ہیں: سبھی سے کہی کہیں بھی بنی؟ نہیں بنی ؏

یہ بے خبری کہ خَلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

یہ حدیث سنتے ہوئے ہماری پوری زندگی گزر گئی کہ ایسا ایسا ہوگا، کوئی سنے گا نہیں، آخر میں مصطفیٰ ﷺ شفاعت کریں گے؛ یہ بات قیامت میں آپ بھول کیوں گئے؟ کیوں بے خبر ہوگئے؟ جب سنا تھا کہ آدم بھی ہماری مدد نہیں کریں گے، عیسیٰ علیہ السلام بھی، خلیل اللہ علیہ السلام، کوئی مدد نہیں کرے گا، تو Direct چلے جاتے مصطفیٰ ﷺ تک؛ اتنا ٹائم کیوں آپ نے وہاں پر لگایا؟ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہ بے خبری اللہ کی طرف سے تم پر طاری کردی گئی ہے، سنا تھا، بے خبر ہوگیا تھا؛ کہ وہاں بھی کوئی (بدعقیدہ وہابی) یہ نہ کہے: "ارے مصطفیٰ کے پاس Direct

کیوں آئے؟" حالاں کہ یہاں Direct ہونے کا انکار کرتا ہے اور وہاں اعتراض کرے گا (کہ) رسول کے پاس کیوں آئے؟ یہ کام تو آدم بھی کر سکتے تھے، عیسیٰ بھی کر سکتے تھے، سب تمہاری مدد کر سکتے تھے؛ تو اللہ نے سب کے ذہن سے بھلوا دیا تھا کہ "کوئی نہیں کر سکتا، میرا محبوب ہی صرف تمہاری مدد کر سکتا ہے۔" معلوم ہوا کہ اللہ تک صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسائی ہے، اس حدیث سے ثابت ہوا۔(۹)

☆☆☆

عطا کے دھارے

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا

شرح:

دریا کی سخاوت مشہور اور ضرب المثل ہے، دریا کے دھاروں اور بہاؤ کا رُخ جس طرف ہوتا ہے؛ اس طرف اس کی سیرابی اور سخاوت سے سب فیض یاب ہوتے رہتے ہیں، سوکھی زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے، جن وانس، چرند و پرند اور نباتات و جمادات سب بِلا روک ٹوک سیراب ہوتے ہیں۔ اس لیے جو شخص بہت زیادہ سخاوت کرتا ہے اس کو کہا جاتا ہے کہ بڑا دریا دل ہے، مگر یاد رکھیے دنیا کے تمام سخی داتاؤں، اور سمندروں اور دریاؤں کے تیز دھارے، سخی الاسخیاء عَمِیمُ الجُودِوَ العطاء کی بے مثال سخاوت کے آگے ایک قطرہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اسی طرح آسمان بخشش پر درہم و دینار کی طرح جود و عطا کے بے شمار، بے گنتی تارے چمک رہے ہیں وہ میرے کریم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سخاوت و بخشش کے مقابلہ میں ایک ذرہ ہے، کیوں کہ آپ کے خزانۂ کرم کو کوثر فرمایا گیا ہے "اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ" حبیب! بلاشبہہ ہم نے تم کو خیر کثیر عطا فرمایا، کائنات میں اتنی خیر و برکت کسی مخلوق کو نہیں دی گئی، ہواؤں کے تیز جھونکے، دریاؤں کے تیز بہاؤ، آبشاروں کے مسلسل گرتے ہوئے دھارے، زمینی دولت کے

تمام ذخیرے، آسمانِ سخاوت پر بکھرے ہوئے تارے، آقائے کائنات کی عطا و بخشش کے سامنے قطرے اور ذرے ہیں، کیوں کہ پوری کائنات انھیں کے جود باجود کا صدقہ ہے، وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ حدیث قدسی میں خالق کائنات اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ وَالْأَرْضِيْنَ وَلَا الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ اے محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان و زمین، جنت و دوزخ کو پیدا ہی نہ کرتا۔(١٠)

☆☆☆

قاسم نعمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

شرح:

اللہ تعالیٰ سب کا خالق اور مالک ہے؛ لیکن ہماری ہمت نہیں تھی کہ ہم اللہ کی نعمت کو خود حاصل کر سکیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

إنما أنا قاسم واللہ هو المعطی

لوگو! یہ مسئلہ یوں حل کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور "إنما" فرمایا، "إنما أنا قاسم"، میں ہی بانٹنے والا ہوں؛ "إنما"... جب کسی چیز کو مخصوص کر دینا ہوتا ہے، وہاں پر عربی میں "إنما" آتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

إنما أنا قاسم واللہ هو المعطی

بانٹتا تو میں ہی ہوں اور دیتا اللہ ہے، نعمت اس کی ہے؛ دلاتے یہ ہیں، رزق اس کا ہے؛ کھلاتے یہ ہیں۔(١١)

☆☆☆

رضائے مصطفیٰ ﷺ

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضاؔ تم پہ کروروں درود

تشریح اول:

سیدنا امام احمد رضا دُعا کرتے ہیں۔

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضاؔ تم پہ کروروں درود

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان صرف نام کے "احمد رضا" رہنا پسند نہیں فرماتے، نام کے ساتھ ایسا کام بھی کرنا چاہتے تھے جو "احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کی رضا (خوش نودی) کا سبب ہو، جب احمد کی رضا حاصل ہوگئی تب نام احمد رضا ٹھیک اور موزوں ہو جائے گا۔

تشریح ثانی:

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس شعر میں جس خواہش کا اظہار فرمایا ہے وہ بڑی پیاری اور مقدس خواہش ہے، فرماتے ہیں میرے گھر والوں نے میرا نام "احمد رضا" رکھا ہے۔ جس کے معنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا (خوش نودی) کے ہیں اور حضور احمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا دراصل اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، جس پر فلاح وصلاح اور سعادت ونجاح کا دار ومدار ہے، جس نے سید عالم نورِ مجسم احمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا حاصل کرلی اس نے دین ودنیا، برزخ وعقبیٰ کی ہر بھلائی پالی۔ اس لیے میں صرف نام کا احمد رضا رہنا نہیں چاہتا، کام کا احمد رضا بننا چاہتا ہوں، صرف نام سے احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا حاصل نہیں ہوتی، ان کو راضی کرنے والے کام سے حاصل ہوتی ہے، اس لیے یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے وہ کام لیجیے جس سے آپ راضی ہو جائیں، تاکہ میرا نام میرے کام کے مطابق اور میری ذات کے لیے ٹھیک ہو جائے۔ (۱۲)

☆☆☆

مِرادِین پارۂ ناں نہیں

کروں مدحِ اہلِ دُوَلْ رضاؔ پڑے اِس بلا میں مِری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مِرا دِین پارۂ ناں نہیں

شرح:

ایک صاحب اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں آئے اور انھوں نے عرض کیا: حضور! نان پارے کا جو راجہ ہے، نواب ہے، وہ اپنی تعریف سن کر کے بہت خوش ہوتا ہے اور قصیدہ سنانے والے کو بے حساب دولت دیتا ہے؛ میں ایک غریب آدمی ہوں، آپ ایک قصیدہ اچھا لکھ دیجیے، میں جا کے سناؤں تو نواب مجھے نہال کر دیں؛ اعلیٰ حضرت نے کچھ انکار نہیں کیا اور یہی نعت لکھنا شروع کی۔

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نَقْص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں
ترے آگے یُوں ہیں دَبے لَچے فُصَحَا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منھ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

پوری نعت اعلیٰ حضرت نے برجستہ لکھی۔ اب مقطع میں فرماتے ہیں کہ؛ کروں مدحِ اہلِ دُوَلْ رضاؔ... مدح کہتے ہیں تعریف اور توصیف بیان کرنے کو اور ''اہلِ دُوَلْ'' (یعنی) دولت مندوں... کروں مدحِ اہلِ دُوَلْ رضاؔ... اے رضاؔ! میں دولت مندوں کی تعریف کروں؟ ایسا نہیں ہوسکتا ہے... کروں مدحِ اہلِ دُوَلْ رضاؔ؛ پڑے اِس بَلا میں مِری بَلا... یہ محاورے کا جملہ ہے، (مثلاً کہا جاتا ہے) ارے! تیری بلا، بلا میں جائے، مجھ سے کیا پڑی ہے؛ تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ع

کروں مدحِ اہلِ دُوَلْ رضاؔ پڑے اِس بَلا میں مِری بَلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا؛ میں تو مدینہ کے کریم، مدینہ کے سخی، مدینہ کے دیالو، کہ ؎

واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بَطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

''میں گدا ہوں اپنے کریم کا مِرا دِین پارۂ ناں نہیں''... میرا مذہب روٹی کا ٹکڑا کمانا نہیں ہے؛ مجھے تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیار کا ٹکڑا چاہیے، ایک ذرہ چاہیے اور کیسے ٹکڑے؛ اللہ اکبر! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ع

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال

یہ سیٹھ لوگوں سے ٹکڑا مانگو، پیسہ مانگو، تو ٹھکرا دیتے ہیں؛ کوئی پیر سے ٹھکراتا ہے، کوئی ہاتھ سے بھگاتا ہے، کوئی گالیاں دیتا ہے، وہ ستاتا ہے؛ چل یہاں سے صبح ہی صبح کٹ کٹ کرنے آ گیا ہے، یہ ذلت ورسوائی دنیا کے مال داروں کی چوکھٹ پر ہے؛ لیکن میرا کریم آقا وہ ہے، خدا کی قسم ؎

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جِھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صَدقہ تیرا

تو وہ صدقہ پانے والے، کھانے والے، لینے والے، امام احمد رضا کا نصیبہ تھا، فرماتے ہیں ع

کروں مدحِ اہلِ دُوَل رضاؔ پڑے اِس بلا میں مِری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا... ہم تو بھکاری ہیں جنابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار کے؛ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اُٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے دَر پر بِستر جما دیے ہیں

میرا کریم بڑا غنی ہے، ارے! عثمان کو غنی بنا دیا، ہر صحابہ کو غنی بنا دیا، ابو ہریرہ فرماتے

ہیں کہ ہمارے پاس تو اتنی دولت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم سے آگئی کہ ہم ریشم کے رومال میں ناک صاف کرتے تھے، ایک دن وہ تھا کہ سوکھی روٹی کا ٹکڑا نہیں ملتا تھا اور راستوں میں چکر کھا کر گر جاتے تھے، لوگ کہتے تھے: ابو ہریرہ پاگل ہو گیا ہے، دیوانہ ہو گیا ہے؛ خدا کی قسم! میں نہ پاگل تھا، نہ دیوانہ، بلکہ بھوک کی شدت سے زمین پر تڑپتا رہتا تھا؛ آج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فضل و کرم ایسا ہوا ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں ریشمی رومال ہے؛ اس داتا کریم کا جو بھکاری بنتا ہے کبھی محتاج نہیں ہوتا ہے۔

کروں مدحِ اہلِ دُوَلْ رضاؔ پڑے اِس بلا میں مِری بَلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مِرا دِین پارۂ ناں نہیں (۱۳)

☆☆☆

دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

کون دیتا ہے دینے کو منھ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

تشریحِ اول:

بہت لوگوں کے پاس، بہت کچھ ہے؛ لیکن جب ان سے طلب کیا جائے، سوال کیا جائے، مانگا جائے، تو دینے والا سوچتا ہے، کتنا دوں اور کیا دوں؟ اس لیے وہ سوچتا ہے کہ جو کچھ وہ دے گا وہ لمیٹڈ (Limited) ہوگا، اور اس کے پاس جو کچھ ہے وہ بھی اس کی ایک Limit ہے، اگر (کچھ) دے گا (اور) جتنا (دے گا) تو اتنا کم ہو جائے گا؛ اس لیے وہ سوچتا ہے کیا دوں کتنا دوں؟ آگے پیچھے، کمی اور زیادتی کا احساس اس کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے؛ لیکن میرے دوستو! میرے نبی کا خزانہ ایسا ہے کہ دے رہے ہیں، دیتے جائیں گے؛ لیکن اس میں کبھی کمی نہیں ہوگی، اس لیے کہ اللہ فرماتا ہے۔

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ (سورۃ الکوثر:۱)

اے حبیب! ہم نے آپ کو خیرِ کثیر عطا فرمایا۔

ہمارا ایمان پوچھو تو یہ سارا عالم، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے صدقہ، اور یہ پوری دنیا، یہ تھوڑا سا؛ اللہ نے اپنے حبیب کا صدقہ دیا ہے اس لیے اللہ فرماتا ہے:

قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ (سورۃ النساء:۷۷)

اے رسول! آپ اپنی زبان سے فرما دیجیے کہ یہ ساری دنیا تھوڑی ہے، بہت زیادہ نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ زیادہ تو وہاں ملے گا، یہ تو تھوڑا سا صدقہ ہے؛ جو نبی کا صدقہ اللہ نے بانٹا، وہ بہت کم ہے اور اتنا کم ہے کہ اللہ نے خود فرما دیا کہ مصطفیٰ آپ اعلان کر دیجیے! یہ جو کچھ ملا ہے، تمہارے لیے، یہ بہت کم ہے، تو اللہ جب زیادہ تمہیں دے گا وہ کتنا ہوگا؟ اس کو نہ کوئی دماغ سوچ سکتا ہے اور نہ اس کو کوئی کمپیوٹر اپنے اندر سمو سکتا ہے؛ نہ کوئی بڑے سے بڑا گیان (علم) رکھنے والا، اس اللہ کی نعمت کو اپنے کسی حساب و کتاب اور علم کے ذریعے گھیر سکتا ہے، ملے گا وہ تو بہت ملے گا؛ یہ دنیا کوئی زیادہ نہیں ہے اور اس دنیا کی عزت خدا کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے؛ فرمایا گیا ہے کہ اگر اس دنیا کی عزت ہوتی تو اللہ اپنے دشمنوں کو نہیں دیتا، قارون کو نہیں دیتا، ہامان کو نہیں دیتا، یزید کو نہیں دیتا؛ اس لیے یہ دنیا وقف کر دیا ہے، سب کھاؤ ؎

ادیم زمین، سفرہ عام اوست
برین خوان یغما، چہ دشمن چہ دوست

یہ تو صدقہ بٹ رہا ہے جو آئے کھاتا جائے؛ لیکن جو خاص صدقہ ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا؛ وہ جنت میں ہمیں ملے گا، جس کے لیے اللہ فرماتا ہے:

نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ (سورۃ فصلت:۳۲)

غَفُوْرٍ رَّحِیْم کی طرف سے جنت میں تمہاری مہمانی کا انتظام ہوگا؛ اللہ، نبی کے مہمانوں کو جنت میں انوائٹ (Invite) کر کے بلائے گا، آؤ! تم مہمان ہو گئے اور خدا تمہارا میزبان، تمہاری مہمانی کا انتظام خدا کرے گا فرشتوں کے ذریعے، وہ جنت میں نعمتیں ملیں گی اور اتنی بڑی بڑی نعمتیں اور کون دے سکتا ہے؟ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں یہ نعمتیں ملیں گی؛ جنت ملی تو نبی کے صدقے اور ان کے بانٹنے سے ملی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ دیتا ہے، بانٹتا میں ہوں؛ میرے ہی پاس سب کچھ ہے جو اللہ نے دیا اور بٹوارا میں کرتا ہوں؛ ہاتھ نظر نہیں آتا اور رزق مل رہا ہے، بانٹنے والا نظر نہیں آتا، جھولیاں بھر رہی ہیں، بانٹنے والا دکھائی نہیں دیتا؛ لیکن خزانہ بھرا جا رہا ہے، یہ ہاتھ جو بانٹ رہا ہے یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ ہے، وہ دیتے ہیں تو نظر نہیں آتا۔

کون دیتا ہے دینے کو منھ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

تشریح ثانی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم جو بات سنتا ہوں فوراً بھول جاتا ہوں، کوئی بات مجھے یاد نہیں رہتی؛ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے سوءِ حفظ کی شکایت حضرت ابو ہریرہ اس لیے کر رہے تھے کہ صحابی کا ایمان تھا کہ یہاں جو کچھ اپنی تکلیف بیان کی جائے گی، اللہ نے نبی کو مختار بنایا ہے؛ ہماری روحانی، جسمانی، دنیاوی، دینی، جتنی بھی الجھنیں اور اڑچنیں ہیں؛ اللہ کے رسول کے ہاں سب وہ الجھنیں دور ہو سکتی ہیں، اس لیے ابو ہریرہ آئے تھے؛ مسجد میں بیٹھ کر دُعا کر سکتے تھے: اے اللہ! میرا حافظہ کمزور ہو گیا ہے، مجھے قوتِ حفظ عطا فرما دے؛ لیکن نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تا کہ آنے والوں کو سمجھ میں آجائے کہ حضور بھی عطا

فرماتے ہیں، حضور کی بارگاہ سے جو کچھ مانگو گے! وہ سب ملے گا۔

کس بات کی کمی ہے مولا تیری گلی میں
دنیا تیری گلی میں عقبیٰ تیری گلی میں

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: میں بھول جاتا ہوں، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم؛ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ نہیں فرمایا: ابو ہریرہ میں بھی تو تمہارے جیسا بشر ہوں میں کیا کر سکتا ہوں، ایسا نہیں فرمایا؛ ارشاد فرمایا: اپنی چادر اتارو! زمین پر بچھادو! حضرت ابو ہریرہ نے اپنی چادر اتاری اور زمین پر بچھادیا، حضرت ابو ہریرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: میں نے یہ دیکھا کہ حضور اپنے دونوں نورانی ہاتھوں کو فضا میں یوں پھیلاتے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ اپنے چُلّو میں کوئی چیز بھر لی ہے، اور بھر کر چادر میں ڈال رہے ہیں؛ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں فضا میں ہاتھ اٹھاتے اور حضرت ابو ہریرہ کی چادر میں جیسے کوئی چیز ڈال رہے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں ہاتھ اٹھاتے اور حضرت ابو ہریرہ کی بچھی ہوئی چادر میں یوں ڈال دیتے؛ حضرت ابو ہریرہ کی نگاہوں کے سامنے کوئی چیز نہ حضور کے ہاتھ میں نظر آئی اور نہ چادر میں گرتے ہوئے نظر آئی، خالی ہاتھ اٹھا، خالی ہاتھ چادر کی طرف نیچے آیا، اس طرح حضور نے تین مرتبہ کیا؛ تین مرتبہ اوپر سے لیا چادر میں ڈالا، لیکن کسی کو کچھ نظر نہیں آیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ابو ہریرہ چادر کو سمیٹ لو! جناب ابو ہریرہ نے اس چادر کو سمیٹ لیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اپنے سینے سے لگالو! حضرت ابو ہریرہ نے اس کو اپنے سینے سے لگالیا اور سینے سے لگانے کے بعد قسم کھا کر فرماتے ہیں: "اس تاریخ سے جو کچھ میں سنتا ہوں، ایسا یاد ہے، ایسا یاد ہے کہ پھر کبھی نہیں بھولا"۔

کون دیتا ہے دینے کو منھ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا) ہاتھ اٹھا ہے۔

ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا
موجِ بحرِ سَماحَت پہ لاکھوں سلام

جب یہ ہاتھ اُٹھتا ہے تو سخاوت کی لہریں اور موجیں اُٹھتی ہیں، اس طرح نبی دیتے ہیں کہ نظر نہیں آتا؛ ارے نظر کیسے آئے؟ ان کا خزانہ تو نورانی خزانہ ہے، علم دے رہے ہیں، نظر نہیں آرہا ہے؛ رزق دے رہے ہیں، نظر نہیں آرہا ہے؛ لیکن جن کے دلوں میں ایمان ہے، انہیں یقین ہے کہ جو کچھ ملتا ہے رسول کے ذریعے ملتا ہے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مَفَر مَقَر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

یہاں اگر "نہیں" ہے تو وہاں بھی تم کو "نہیں" ہو جائے گا، اور تمہیں کچھ نہ ملے گا؛ میرے دوستو! اسی لیے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عطا یہاں بھی بتائی گئی، شانِ عطا وہاں بھی بتائی (جائے گی)۔

تشریح ثالث:

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ؛ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ (اقدس) میں رات کے وقت خدمت کر رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت رحم آیا، ربیعہ بہت دل سے خدمت کر رہے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: ''سَلْ مَا شِئْتَ''، ''سَلْنِي مَا شِئْتَ'' دونوں روایت ہیں اور ایک روایت ہے، ''سَلْنِي مَا شِئْتَ'' مجھ سے جو مانگنا ہے مانگ لو! حضرت ربیعہ نے کہا: آج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دریائے رحمت جوش میں ہے، تو مانگے تو کیا مانگیں؟ بڑی سوچ بچار کے بعد فرمایا: اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ، اے اللہ کے نبی! میں اور کچھ نہیں مانگتا جنت میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، بس یہ مجھے دے دیجیے؛ آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، کتنا جامع یہ سوال

ہے، آپ اپنے ساتھ رکھ لیجیے؛ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو جنت میں رہیں گے اور صرف جنت میں نہیں رہیں گے (بلکہ) بڑے اونچے مقام پر رہیں گے؛ حضرت ربیعہ نے کہا، نیچا درجہ کیوں مانگا جائے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت دنیا میں بھی کر رہا ہوں تو جنت میں بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتا رہوں گا؛ اسی خدمت کا جذبہ اور صلہ یہ ہوگا کہ جس درجے میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہیں گے وہاں مجھے بھی رہنے کا موقع ملے گا؛ حضرت ربیعہ؛ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر معاذ اللہ نہیں ہو سکتے؛ ارے! خادم جو بادشاہ کا نوکر ہوتا ہے، بادشاہ کے محل میں رہتا ہے، لگاتا ہے جھاڑو؛ لیکن محل میں جاتا ہے، بستر صاف کرتا ہے لیکن راجا کے تخت پر بیٹھتا ہے؛ یہ بیٹھنا خدمت کا صلہ ہے، جو خادم جتنا اونچا ہوتا ہے، اس کا مرتبہ بھی اتنا اونچا ہوتا ہے؛ حضرت ربیعہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جنت تو ملے گی ہی، جنت تو آپ کا صدقہ ہے؛ لیکن جنت میں وہ مقام عطا کر دیجیے جہاں آپ رہتے ہیں تاکہ جہاں آپ کے گھر خدمت کر رہا ہوں، جنت میں بھی آپ کی خدمت کرتا رہوں؛ یہ خادمانہ جذبہ ہے، حضور نے کہا: **أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ**؟ دے دیا یہ، بولو! اور کچھ چاہتے ہو؟ سب سے اونچی چیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دے دی، پھر بھی دینے والے کا انداز تو دیکھو ؎

کون دیتا ہے دینے کو منھ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

جنت کا سب سے اونچا کلاس اور درجہ عطا فرما دیا، اور پھر جوش میں فرماتے ہیں: **أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ**؟ اے ربیعہ! اس کے علاوہ اور کچھ؟ حضرت ربیعہ نے کہا: حضور یہ مل گیا، تو اب اور کچھ کیا مانگوں، سرکار تو سب کچھ دے سکتے ہیں؛ لیکن ایک ہی غلام کی تمنا تھی، وہ مل گئی۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

کون دیتا ہے دینے کو منھ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

تو یہاں بھی دیا ہے اور وہاں بھی دیں گے۔ (ان شاء اللہ) (۱۴)

جامِ شِیر

کیوں جنابِ بُوہریرہ تھا وہ کیسا جامِ شِیر
جس سے سَتّر صَاحبوں کا دودھ سے مُنھ پھر گیا

شرح:

سیدنا ابوہریرہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں کئی دن کا بھوکا تھا، راستہ چلتے ہوئے چکرآجاتا، زمین پر گر جاتا، لوگ سمجھتے کہ ابوہریرہ دیوانہ ہوگیا ہے، بخدا میں دیوانہ نہ تھا، بیمار نہ تھا یہ صرف بھوک کا اثر تھا، دیکھیے وفادارانِ مصطفیٰ ﷺ نے زندگی میں کیسی کیسی تکلیفیں اٹھائیں مگر دامن مصطفیٰ ﷺ کو نہ چھوڑا، نہ ان کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش آئی، فرماتے ہیں: ایک دن بھوک سے بیتاب ہوکر سرِ راہ کھڑا ہوگیا کہ آنے جانے والے میری حالت کو دیکھ کر شاید کچھ کھلا پلا دیں، اتنے میں یارغار رسول؛ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اُدھر سے گزر ہوا، میں نے ان کو سلام کیا، سلام کا جواب دے کر وہ آگے بڑھنے لگے، مجھ سے کچھ پوچھا نہیں، میں نے بڑھ کر ان سے ایک آیت کا مطلب دریافت کیا اور مقصد یہ تھا کہ میری حالت دیکھ کر مجھے اپنے ساتھ لے جاکر کھلا پلا دیں گے، مگر حضرت صدیق جلدی میں تھے، آیت کا مطلب بتایا اور چل دیے، میں یوں ہی کھڑا کا کھڑا رہ گیا، تھوڑی دیر بعد جناب عمر فاروق اُدھر سے آتے دیکھائی دیے، میں نے ان کو سلام کیا، وہ بھی سلام کا جواب دے کر آگے بڑھنا چاہتے تھے کہ میں نے ان کو روکنے کی غرض سے ایک مسئلہ پوچھا، وہ بھی جلدی میں تھے، مسئلہ بتایا اور کچھ پوچھے بغیر روانہ ہوگئے، مجھے بڑی مایوسی ہوئی، یا اللہ اب کیا ہوگا، پرسانِ حال ایک بھی نہ ملا، اچانک انیس بیکساں چارہ ساز دردمنداں قاسم دو جہاں حضور اکرم ﷺ اُدھر تشریف لاتے ہوئے دکھائی دیے، جب سرکار ﷺ قریب تشریف لائے، میں نے سلام عرض کیا، آقا ﷺ نے سلام کا جواب مرحمت فرمایا، اور پوچھا ابو ہریرہ کیسے ہو؟ میں نے اپنی پریشانی سنادی، رحمت عالم

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ہمراہ مجھے اپنے دولت کدہ پر لے گئے، جب ہم سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دولت خانہ پر پہنچے اس وقت کسی صاحب نے دودھ کا بھرا ہوا پیالہ حضور کی خدمت میں ہدیہ بھیجا، میں خوش ہو گیا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے پلا کر سیراب فرمائیں گے، مگر خلافِ توقع آپ نے فرمایا:

ابو ہریرہ! مسجد میں صفہ (چبوترے) پر ستر صحابہ بھوکے بیٹھے ہیں، پہلے انھیں پلاؤ، میں اپنے دل میں سوچنے لگا تو پھر میرے لیے کیا بچے گا! مگر آقا کا حکم، گیا اور سب کو پیٹ بھر کر پلایا، سب شکم سیر ہو گئے مگر بخدا دودھ کچھ بھی کم نہیں ہوا، جتنا پہلے تھا اب بھی اتنا ہی ہے، پیالہ لے کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا، فرمایا: ابو ہریرہ! تم پیئو، میں نے پیا، پیٹ بھر گیا، فرمایا اور پیئو، پھر پیا، فرمایا اور پیئو پھر تھوڑا پیا، فرمایا اور پیئو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اب بالکل گنجائش نہیں ہے، آخر میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیالہ لیا اور باقی دودھ کو نوش فرمایا۔ اسی کو سرکار اعلیٰ حضرت نے ایک شعر میں فرمایا۔

کیوں جنابِ بُوہریرہ تھا وہ کیسا جامِ شِیر
جس سے سَتّر صَاحبوں کا دودھ سے مُنھ پھر گیا (۱۵)

☆☆☆

سخی کے گھر ضیافت

گدا بھی منتظر ہے خلد میں نیکوں کی دعوت کا
خدا دِن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

شرح:

وہ جنت؛ پراپرٹی ہے میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی، ان کے غلام بن جاؤ! جنت تمہاری بن جائے گی، بھئی! اگر کسی بہت بڑے عالم کے آپ خادم بن جاؤ گے، جیسے میں حضور مفتی اعظم ہند کا خادم؛ بڑے بڑے لوگوں کے پاس، نوابوں کے محل میں حضرت جاتے تھے، تو ہماری کیا

اوقات کہ ہم وہاں جائیں؛ لیکن خادم تھے تو نواب صاحب ہم کو بھی بلاتے تھے: آپ بھی آجایئے! اس محل میں ہمارے جانے کا کوئی چانس ہی نہیں تھا، خدمت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر دامن آقا کا پکڑ لو، تو آقا جہاں جہاں جائے گا، خادم بھی وہاں وہاں جائے گا، اسی لیے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؂

گدا بھی منتظر ہے خلد میں نیکوں کی دعوت کا

خدا دِن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

اللہ تعالیٰ خیر سے وہ دن، سخی کا گھر کون؟ جنت؛ قرآن فرماتا ہے:

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (سورۃ فصلت: ۳۲)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت اور مہمانی کا انتظام جنت میں کیا جائے گا نیکوں کے لیے، تو اعلیٰ حضرت جیسا مجدد؛ ذرا ان کی تواضع اور انکساری دیکھو! فرماتے ہیں ؏

خدا دِن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

دُعا کرتے ہیں؛ وہ دن خیر سے آجائے اور اللہ کے گھر جنت میں نیکوں کی، غوث و خواجہ کی جب دعوت ہو، تو رضاؔ بھی گدا ہے؛ لیکن ؏

گدا بھی منتظر ہے خلد میں نیکوں کی دعوت کا

کیوں کہ ان کے ہم غلام ہیں؛ جب ان کی دعوت ہو گی تو فرشتے کہیں گے: احمد رضا تم بھی آجاؤ!، ہم ان کے غلام ہیں، فرشتے کہیں گے: مجیب اشرف تو جہاں ہے، آجا! غلام مصطفیٰ آجا! صادق آجا؛ تم ہماری نعت سناتے تھے، آج یہاں جھانکو مت، آجاؤ! دستر خوان پر ہمیں بھی بیٹھا دیا جائے گا؛ خدمت کا مقام بہت اونچا ہے؛ سردار مت بنو! خادم بنو! اگر خادم بن گئے تو کوئی ٹھکرائے گا نہیں، اگر خادموں کو کوئی ٹھکرا دے تو آقا کو برا لگے گا؛ میرا خادم ٹھکرایا جا رہا، میں بھی چلا؛ کوئی شریف دعوت کرتا ہے بڑے کی تو اس کے چھوٹے سے خادم کو بھی گھر میں بلاتا ہے؛ اس لیے کہ خادم کی تکریم اور عزت، مہمان کی عزت ہوتی ہے؛ اس لیے نیکوں سے محبت کرو! ان شاء اللہ تمہیں

جنت میں پروردگارِ عالم اکرام عطا فرمائے گا، عزت عطا فرمائے گا؛ اس لیے خدمت بہت بڑی چیز ہے۔ جسے خدمت نصیب ہوگئی وہ کامیاب ہوگیا اور جو بڑا بننا چاہتا ہے، اپنے "منھ میاں مٹھو" تو بن جائے گا؛ لیکن عظمت وعزت کا بڑا نہیں بنے گا، بڑائی اگر چاہتے ہو تو کسی بڑے کے دامن سے وابستہ ہوجاؤ! کسی کے خادم بن جاؤ! ہم جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت اسی لیے پیش کررہے ہیں کہ پروردگارِ عالم ہمارے نذر کو قبول فرمائے؛ ہماری تعریف سے حضور کی عظمت نہیں بڑھتی ہے، تعظیم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مرتبہ نہیں بڑھتا؛ بڑھانے والا تو رب العالمین ہے، وہ بڑھائے گا، ہم اس لیے تعریف کرتے ہیں کہ ہماری کچھ عزت بڑھ جائے؛ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لیے کہتے ہیں کہ (مفہوم):

اے لوگو! میں جو نعت پڑھتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کرتا ہوں تو اس لیے نہیں کہ حضور کی عظمت بڑھ جائے؛ بلکہ میں اس لیے نعت لکھتا ہوں کہ میرے کلام کی عظمت بڑھ جائے، کلام میں تاثیر پیدا ہوجائے۔(۱۶)

☆☆☆

داتا کی دَین

منگتا کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دَین تھی
دُوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

تشریح اول:

میں اس شعر پر جب غور کرتا رہا (کہ اعلیٰ حضرت نے) ہاتھ بھر کیوں کہا... کہ ایک دینے والے کا ہاتھ اور ایک لینے والے کا ہاتھ (ہوتا ہے۔ جب کہ) لینے دینے میں دو ہاتھ کا فاصلہ ہوتا ہے، لیکن یہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دینے اور ہمارے لینے کے فاصلے کو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: دُوری قبول وعرض میں، ہم جو کہہ رہے ہیں، وہ عرض ہے اور حضور کی

طرف سے جو ہے، وہ قبول ہے ؏

دُوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

میں اب سمجھا، حضور کا ہاتھ یوں (کھچا ہوا) نہیں ہوتا ہے؛ حضور کا ہاتھ ہمیشہ ایسے (مائل بہ عطا) رہتا ہے، تو صرف ہمارے ہاتھ کی دوری ہے؛ حضور کے ہاتھ کی حضوری ہے ؏

دُوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

تشریح ثانی:

ہمارے اور آپ کے مانگنے میں سستی، غفلت، دیر ہوسکتی ہے، اس کریم، اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دینے میں دیر نہیں ہے۔ فرماتے ہیں ؎

منگتا کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دَین تھی

دُوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

مطلب تمہارا ہاتھ اٹھنے میں ایک ہاتھ کی دیری ہے، وہ (یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تو لے کر کھڑے رہتے ہیں، دوری "قبول" و"عرض" میں، حضور قبول کرتے ہیں اور آپ عرض اور پیش کرتے ہیں تو "دوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے"... دو ہاتھ کی نہیں فرمایا۔ حضور کی طرف سے دوری نہیں ہے، ان کا تو نام ہی ہے "حضور" حضور وہ جو ہمیشہ حاضر رہے، دور تو ہم ہیں، ہم دور ہیں (جب کہ) مدینہ حضور ہے ؎

منگتا کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دَین تھی

دُوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

اور ہم نے ہاتھ کیوں پھیلایا؟ اور اس آستانے پر خدا نے ہم کو بھیک مانگنے کے لیے کیوں بھیجا؟ (کیوں کہ) کبھی مانگنے والا یہاں کا ذلیل نہیں ہوتا ہے، محروم نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حبیب جو آپ سے مانگیں اس کو آپ منع نہ فرمائیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے حکم

دے دیا منع نہ فرمائیں، تو کیا نبی اللہ کے حکم کے خلاف کریں گے؟ وہ تو خود اتنے کریم تھے کہ ؎

واہ کیا جُود و کرم ہے شَہِ بَطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

یہ خود کبھی انکار نہیں کرتے، اُدھر سے رب کا بھی حکم ہے "فَلَا تَنْہَرْ" اب تو وہاں سے محروم ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا؛ اس لیے تمام اہل سنت کو اعلیٰ حضرت سمجھا رہے ہیں: اِدھر اُدھر آوارہ مت بھٹکو! کمنڈل لے کر کے، گلی گلی اِدھر اُدھر کھیت کھلیان میں دھول مت چھانٹو، ارے! آنا ہے تو آؤ! کہاں ؎

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دِل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں (۱۷)

☆☆☆

"دُر" بے بہا دیے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں "دُر" بے بہا دیے ہیں

تشریح اول:

دریا تو سب جانتے ہیں لیکن دُر کے معنی "موتی" کے ہیں۔ موتی (مروارید) بہت بیش قیمت ہوتا ہے۔ اس کے خریدار راجہ مہاراجہ، بڑے بڑے بادشاہ ہوتے ہیں، لیکن موتی پیدا کیسے ہوتا ہے اور کہاں ہوتا ہے؟ اس کی تھوڑی سی تشریح آپ سن لیں... موتی اصل میں موتی نہیں ہوتا ہے (بلکہ) ایک پانی کا قطرہ ہوتا ہے۔ بہت سے نچھتّر ہیں، ہر نچھتّر میں الگ الگ بارش ہوتی ہے، (ان میں سے) ایک نچھتّر ہے، جس کا نام ہے سواتی اور اس کو فارسی زبان میں

نیساں کہتے ہیں۔ جب اس نچھتّر کا موسم آتا ہے تو سمندر کی سطح میں چپکی ہوئی، بیٹھی ہوئی سیپ جس کی شکل ایک کشتی جیسی ہوتی ہے اور اس کے دو پارٹس ہوتے ہیں، وہ یوں چپکے رہتے ہیں، ملے رہتے ہیں، جب سواتی کا موسم اور نچھتّر آتا ہے اور اس کا پانی برسنے کے قریب ہوتا ہے تو یہ سیپ سمندر کے اوپر آتی ہے اور اپنا منہ کھول کر کے انتظار کرتی ہے، جب ابر نیساں چھاتا ہے اور بارش ہوتی ہے تو ایک دو قطرے ان کھلے ہوئے منہ کے اندر ٹپک جاتے ہیں، جیسے ہی ایک قطرہ سیپ کے اندر گیا، وہ اپنا منہ بند کر کے (موتی) کی حفاظت کے لیے ایسی جگہ جا کر بیٹھتی ہے، جہاں کسی کی رسائی نہیں ہوتی ہے۔ اب وہ قطرہ جو اس کے پیٹ میں گیا ہے اب وہاں پرورش پاتا ہے، آہستہ آہستہ وہ قطرہ گاڑھا بنتا ہے، گاڑھا بننے کے بعد اس میں صلابت اور سختی آتی ہے، سختی کے بعد اس کے اندر حجریت کا مادہ پیدا ہوتا ہے، یعنی وہ پتھر جیسے ہو جاتا ہے۔ اور اس کا Shape گول ہوتا ہے۔ کوئی موتی چھوٹا ہوتا ہے، کوئی موتی بڑا ہوتا ہے۔ بہرحال یہ ہے موتی کے Production اور پیدائش کا قدرتی System، قدرتی Procedure،

یہ موتی سیپ کے پیٹ میں بنتا ہے، ایک پانی کے قطرے سے، اللہ تعالیٰ نے اس سیپ کے اندر یہ صلاحیت دی ہے، جیسے ماں کے پیٹ میں پانی کا قطرہ جاتا ہے، اس کے رحم میں رب نے صلاحیت دی ہے کہ جیتا جاگتا، سمجھ دار، سمیع و بصیر آدمی نکلتا ہے۔ رب ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (سورۃ الدھر:۲)

ماں کے پیٹ میں پانی کا ایک قطرہ پہنچتا ہے، رب کا اعلان ہے کہ ہم اس پانی کے قطرے سے انسان بناتے ہیں، جو سنتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے، سمجھتا بھی ہے، چلتا بھی ہے۔ یہ رب کی قدرت ہے: اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورۃ البقرہ:۲۰)... بیشک پروردگار ہر چاہے پر قادر ہے۔ یہ پانی کا قطرہ سیپ جو بے وقعت چیز ہے اس میں گیا، اس سیپ کے اندر وہ

خاموشی سے بیٹھ گیا، (پھر) سیپ نے اس کی پرورش کی، وہ آہستہ آہستہ موتی بن گیا۔ اب اس موتی کو حاصل کرنے کے لیے بڑی Practice کی ضرورت پڑتی ہے۔ دریا کے اندر غوطہ کھانا پڑتا ہے۔ ایسے غوطہ خوروں کو غواص کہتے ہیں، جن کی لمبی لمبی سانس ہوتی ہے۔ آدھے آدھے گھنٹے تک بغیر سانس لیے ہوئے سمندر کے نیچے اُترتے چلے جاتے ہیں۔ آنکھ بند جسم حرکت میں ہے، یوں (ہاتھوں سے) ٹٹولتا ہے، سیپ ہاتھ میں آیا تو اس کو ایک جھولی میں رکھ لیا۔ کئی سیپ لے کر کے وہ دریا میں سے اوپر آتا ہے۔ کنارے آکر سیپ کا منھ کھولتا ہے تو کچھ سیپ خالی ہوتی ہے اور کچھ سیپ میں موتی ہوتا ہے۔ وہ موتی اصلی موتی ہوتا ہے۔ آج کل نقلی موتی بھی بنایا جاتا ہے۔ اس کا Procedure یہ ہے کہ سیپ کو سمندر سے لاتے ہیں اور چاقو سے اس کا منھ کھولتے ہیں، جو بڑا Tight ہوتا ہے اور چھوٹے چھوٹے کچھ پتھر اور کنکر ہیں جو (سائنس دانوں) نے تلاش کیا ہے، اس کنکر کو سیپ کے اندر ڈال دیتے ہیں، وہ منہ بند کرتی ہے، اس کو حوض میں ڈال دیتے ہیں، پھر کچھ مہینوں اور سال کے بعد جب اس سیپ کا منھ کھولتے ہیں تو وہ پتھر موتی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ نقلی موتی ہے لیکن ہے موتی، لیکن اُس (اصلی) موتی کا معاملہ الگ ہے۔ وہ موتی بادشاہوں کے تاج کی زینت بنتا ہے۔ وہ موتی ان کے گلے کے ہار کی رونق ہوتا ہے اور وہ لاکھوں نہیں کروڑوں میں ایک ایک موتی بکتا ہے اور اس موتی کو جو پرانے زمانے میں حکیم تھے وہ خمیرۂ آبریشم حکیم ارشد والا، خمیرۂ گاؤزباں عنبری جواہر والا، خمیرۂ شباب آور، اور بڑے بڑے طاقت والے جو خمیرے بنتے تھے اس کے اندر ایک جزء موتی کا بھی ہوتا تھا۔

اب وہ موتی کہاں ہے اور اس کی تاثیر کہاں ہے تو یہ کنکر سے بنائے ہوئے موتی میں بھی کچھ تاثیر اس سیپ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اور اب دواؤں میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ وہ موتی جو سیپ سے نکلتا ہے وہ دریا میں پایا جاتا ہے اور قطرہ بھی دریا ہی سے پایا جاتا ہے۔ اب اعلیٰ حضرت کا شعر سنو۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں ''دُر'' بے بہا دیے ہیں

(دُر=موتی، بے بہا=بیش قیمت/گراں قدر)

ایسے موتی جو بیش قیمت ہوتے ہیں بلکہ اس کی قیمت نہیں لگائی جاسکتی ہے۔صرف پانی نہیں دیتے ہیں دریا بھی بہاتے ہیں، دریا کا خزانہ بھی عطا فرمادیا کرتے ہیں۔

تشریح ثانی:

سیدنا امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں ''دُر'' بے بہا دیے ہیں

یہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت تھی۔سائل اگر قطرہ مانگتا ہے تو گلاس دو گلاس، گڑھا دو گڑھا، حوض دو حوض بھر کر نہیں دیتے ہیں بلکہ سخاوت کا دریا بہادیتے ہیں اور صرف دریا ہی نہیں، دُر بے بہا دیے ہیں۔دُر کہتے ہیں سچے قیمتی موتی کو، یہ موتی دریا میں ملتا ہے۔دریا جو سخاوت کرتا ہے کہ ہر ایک کو پانی پلاتا ہے تو صرف پانی ہی دیتا ہے یہ دریا کی سخاوت ہے۔آپ نہانا چاہو تو بدن کا میل چھڑا دیتا ہے۔کپڑا دھونا چاہو تو دریا کا پانی آپ کا کپڑا دھو دیتا ہے۔ہوتا ہے کہ نہیں؟ لیکن اس کے پیٹ میں جو موتی ہے وہ نہیں دیتا ہے۔تو دریا کی سخاوت بہت مشہور ہے۔جو سیٹھ بہت زیادہ لوگوں کو نوازتا ہے، بانٹتا ہے تو آپ کہتے ہیں (کہ وہ) دریا دل ہے۔اس کو آپ بہت دریا دل ہے، بہت سخی ہے (کہتے ہیں)، لیکن دریا دل بھی اپنا خزانہ نہیں دیتا ہے، لیکن جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے تم نے قطرہ مانگا تو امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں ''دُر'' بے بہا دیے ہیں

بے قیمت جس کی کوئی قیمت نہیں ہوسکتی ہے وہ بھی عطا فرمادیا اور ایسا دُر، ایسا موتی کہ بے بہا جس کی کوئی قیمت نہیں ہے وہ کیا ہے؟ علم ہے، ایمان ہے وہ قیمتی چیز۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ؛ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں، میرے کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ میں نے بھی میرے کریم سے ایک شعر کہا ہے، ابھی جو میرا اس کے پہلے سال حج ہوا میں نے عرض کیا ہے ؎

میرے کریم کا ایسا کرم ہوا مجھ پر
پچیس سال مسلسل بلا لیا در پر

ہم نے ایک حج مانگا تھا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پچیس کروادیا۔ اس سال چھبیس، ان شاء اللہ زندگی رہی تو آئندہ ستائیس، جتنی مرتبہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نوازیں گے، انکار ہم کیوں کریں گے، ہم نے تو دُعا کی تھی ؎

دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولیٰ تیری رحمت برستی ہے

اس بستی میں جانے کی ایک مرتبہ دُعا کی تو جہاں رحمت ہی رحمت برستی ہے۔ ارے! رحمت تو اپنی جگہ پر وہاں پر تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود ہیں۔ اللہ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الانبیاء:۱۰۷)

اے محبوب! ہم نے آپ کو سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

تو ہم نے ایک حج مانگا تو چھبیس دے دیا۔ اور یہ ایسے موتی ہیں کہ جس کی کوئی قیمت نہیں۔ لیکن چھبیس ستائیس پر غرور مت کرنا، اے نفس! یہ تیرا اپنا حوصلہ نہیں ہے، بلانے والے کا کرم ہے، ورنہ ہماری بساط کہاں۔ (۱۸)

☆☆☆

رحمت کاقلم دَان

نعمتیں بانٹتا جِس سَمت وہ ذِیشان گیا
ساتھ ہی مُنشیِ رحمت کا قلم دَان گیا

شرح:

اس شعر کے اندر بہت سے لوگ اُلجھے ہوئے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ ابھی میں گھوسی گیا تھا، جب بھی یہ معاملہ سامنے آیا، یہ 'منشی رحمت' کیا ہے؟ یہ 'قلم دان' کیا ہے؟ کچھ لوگوں نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ: حضور اللہ کی نعمتوں کے قاسم ہیں، جب وہ کائناتِ عالم کو اللہ کی نعمتیں، جس طرف بانٹتے ہوئے تشریف لے جاتے ہیں تو فرشتۂ رحمت قلم دان لے کر ان کا حصہ لکھتا چلا جاتا ہے کہ فلاں کا حصہ اتنا، فلاں کا حصہ اتنا، یہ لوگوں نے مطلب بیان کیا۔ میں نے سوچا، یا اللہ! یہ تو کہیں شریعت میں، کسی روایت میں آج تک نہیں پڑھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تقسیم کریں اور فرشتہ اس کو لکھے کہ اتنا اِس کو، اتنا اُس کو، یہاں اکاؤنٹ مینٹین (Maintain) نہیں کیا جاتا ہے، میرے رسول کا خزانہ تو کوثر ہے: اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ... ارے! حساب کتاب رکھے، توڑ جوڑ وہ کرے جس کو گھٹنے اور بڑھنے کا خطرہ ہو، یہاں تو جب سے عالم پیدا ہوا، بٹ رہا ہے باڑا، اور ایک جَو کے برابر بھی کم نہیں ہوا، پھر اس (شعر) کا مطلب کیا ہے؟ فیضانِ حضور مفتی اعظم بیان کر رہا ہوں، بطور تحدیث نعمت کہ شعرا بھی تھے، علما تھے، میں نے کہا:

اعلیٰ حضرت کے شعر کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا، لوگوں نے مجھ سے پوچھا پھر کیا ہے؟ میں نے کہا: یہاں منشی رحمت، منشی کے لغوی معنیٰ "پیدا کرنے والا" اور رحمت "انعام" ہے، ہر اللہ کی نعمت، یہ رحمتِ الٰہی ہے، اور حدیث میں آیا ہے کہ: وَاللّٰہُ یُعْطِی وَ اَنَا قَاسِمٌ... اللہ دیتا ہے، بانٹتا میں ہوں؛ (سارے عالم کو) جتنی رحمت ملی ہے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دروازے سے ملی ہے ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مَفَر مَقَر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

نعمتیں خداوندی کو بانٹنے والے مصطفیٰ ﷺ ہیں، اور اعلیٰ حضرت اس شعر میں ہمیں عقیدہ دے رہیں ہیں "قلم دان" فرما کر؛ یہ وہ قلم دان نہیں ہے جو لکڑی کا بنا رہتا ہے، جس میں دوات رکھی جاتی ہے، بروکا قلم ہوتا ہے، ڈبوڈبو کر لکھا جاتا ہے، جی نہیں! یہ معنیٰ حقیقی نہیں ہے، یہ معنی استعاراتی اور مجازی معنی ہے، قلم دان کے معنی اختیار اور اقتدار، ہماری زبان میں بولا جاتا ہے کہ: اڈوانی کو نائب وزیر اعظم کا قلم دان ملا، فڑنویس کو دفاع کا قلم دان ملا؛ بہر حال قلم دان سے مراد اختیار و اقتدار ملنا ہے، دنیا کا قلم دان جب تقسیم ہوتا ہے، اختیار ملتا ہے، تو اس کا Area مقرر کر لیا جاتا ہے؛ اپنے اختیارات سے بٹوارا، دینا، لینا، حکم چلانا، اپنے حدودِ اختیارات میں کر سکتے ہو، آگے نہیں بڑھ سکتا، Foreign Minister کا قلم دان باہر چلے گا، Home Minister کا اندر چلے گا، Foreign والا اندر دخل اندازی نہیں کر سکتا، ہوم منسٹری، فارن منسٹری کو Disturb نہیں کر سکتی؛ ہر ایک اپنے اختیارات کی حد میں رہ کر اپنے اختیارات کا استعمال کرتا ہے؛ لیکن میرے امام احمد رضا فرماتے ہیں: مصطفیٰ کا اختیار لمیٹیڈ (Limited) نہیں ہے، مصطفیٰ ﷺ کا اختیار کسی Area میں محدود نہیں ہے ع

نعمتیں بانٹتا جس سَمت وہ ذِیشان گیا

تو! ساتھ ہی مُنشی رحمت کا، یعنی رحمت اور انعام پیدا کرنے والے پروردگار کا دیا ہوا اختیار لے کر جس طرف رسول گئے ہیں، اللہ کے دیے ہوئے اختیار کو لے کے گئے ہیں، من مانی انعام تقسیم نہیں کیا ہے، من مانی دوسرا کرتا ہے، میرے رسول؛ خدا کے پابند ہو کر انعام دیا کرتے ہیں، اور رسول کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ جس کو دیا، اللہ کے اختیار سے دیا ہے، اللہ نے انہیں مختار کل بنایا ہے، وہ نائب مطلق ہیں... ے

نعمتیں بانٹتا جِس سَمت وہ ذِیشان گیا
ساتھ ہی مُنشیِ رحمت کا قلم دَان گیا

دوسرے کوقلم دان ملتا ہے، اگر وہ (کسی) دوسرے کے حدود میں داخل ہوتوقلم دان لے لیا جا تا ہے؛ لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، چاہے جبرئیل کی حد میں جا کر اختیار بتائیں، چاہے انسانیت کونعمتیں دیں، چاہے جنوں کو تقسیم کریں، چاہے جنت کوسنوار دیں، ارے! کائنات کے جس شعبہ میں رسول انعام الٰہی تقسیم کریں گے،تو اللہ کا اختیار ان کے ساتھ ساتھ چلے گا۔

نعمتیں بانٹتا جِس سَمت وہ ذِیشان گیا
ساتھ ہی مُنشیِ رحمت کا قلم دَان گیا(۱۹)

☆☆☆

جودوکرم

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

تشریح اول:

آپ کا جودوسخا تو بالکل پورا اور مکمل ہے،آپ نے کبھی کسی کومنع ہی نہیں کیا ہے،جس نے جو مانگا دے دیا، دنیا مانگا دنیا دی، دین مانگا دین دیا،شاعر نے کہا ہے۔

کس بات کی کمی ہے مولا تیری گلی میں
دنیا تیری گلی میں عقبہ تیری گلی میں

دنیا مانگا تو دنیا بھی دے دیا اور آخرت کی کامیابی مانگی تو وہ بھی دیا؛ ایک شخص تھا (ثعلبہ ابن ابی حاطب) اس نے دنیا مانگی، اللہ کے رسول نے کہا کہ: دیکھ جوتو غریب ہے،توجس حالت

میں ہے یہی تیرے لیے بہتر ہے؛ لیکن وہ شخص کہنے لگا نہیں یا رسول اللہ! مجھے کچھ عطا فرما دیجیے، حضور نے دنیا کے لیے دُعا کر دی، ایسا مال دار ہوا کہ مدینے میں جتنے جنگل تھے سب بکریوں سے بھر گئے، مال ہی مال، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اس سے زکوٰۃ وصول کر کے لاؤ، چالیس بکریوں میں ایک بکری....

وہ دیکھا چالیس بکریوں میں ایک بکری، تو کتنی میری بکریاں، پورا جنگل بھرا ہوا ہے، بہت سے بکریاں چلی جائیں گی۔ اس نے کہا: جاؤ! سوچ کر بتاؤں گا، اللہ کے رسول سے آ کر، وصول کرنے والے نے کہا: وہ تو کہتا ہے سوچ کر بتاؤں گا۔ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے اور فرمایا: اس کی زکوٰۃ کی رقم نہ میں قبول کروں گا، نہ اللہ کے یہاں قبول ہوگی؛ جب اس شخص کو معلوم ہوا تو اپنی بکریوں کا پورا حساب کر کے حضور کی خدمت میں لایا، حضور نے انکار کر دیا؛ نہ میں قبول کروں گا نہ خدا قبول کرے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا دی ہے...... اور حضرت ربیعہ (حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ) آئے، حضور خوش ہو گئے: اے ربیعہ! مانگ لو، کیا مانگتے ہو؟ انھوں نے کہا: اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ ... حضور میں کچھ دنیا نہیں مانگتا، جنت میں جس درجہ میں آپ رہیں گے اسی درجے میں اللہ آپ کی خدمت کے لیے مجھے رکھ دے، بس یہی میری تمنا ہے، جیسے دنیا میں میں آپ کی خدمت کرتا ہوں، رات کو آپ اٹھتے ہیں وضو کا پانی لاتا ہوں، مصلے بچھا دیتا ہوں، مسواک پیش کرتا ہوں، یہی خدمت ہمیشہ باقی رہے اور آپ کا درجہ تو بہت اونچا رہے گا، ہم لوگ تو نیچے رہیں گے، (اس درجہ میں) جا نہیں پائیں گے، تو یا رسول اللہ! ایسا انتظام کر دیجیے کہ جس درجہ میں آپ رہیں، اسی درجہ میں اللہ آپ کی خدمت کرنے کے لیے مجھے بھی رکھ دے، خدمت کا جذبہ ہے؛ لیکن مرتبہ کتنا اونچا مانگ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ یہ تو تم کو دیا، بولو اور کچھ چاہتے ہو؟ اتنا دینے کے بعد بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت دیکھو! انہوں نے کہا: اور کچھ نہیں چاہیے، اب

اس سے اونچی کونسی چیز ہوگی جو مانگیں گے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ انھوں نے کہا بس یہی؛ تو حضرت ربیعہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صحبت جنت میں عطا فرمادی۔ دنیا مانگا تو دنیا دے دی، اور دین مانگا تو دین دے دیا۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

تشریح ثانی:

جس نے جو مانگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عطا فرمادیا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی نے بڑی خوب صورت چادر پیش کی، حضور کو وہ چادر بہت پسند ہوتی، وہ چادر جس میں سرخ دھاری ہوتی (ہے)، اکثر حضور ایسی چادر کو پسند فرماتے تھے، ایسے ہی حضور کی پسندیدہ چادر کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی، ان دنوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلے سے صرف ایک ہی چادر تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نئی چادر لی اور اسے اوڑھا اور پرانی چادر گھر میں بھیج دی، ایک صحابی نے حضور کو دیکھا اور کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر مجھے پسند آ گئی، اے اللہ کے رسول! یہ چادر مجھے بڑی جچ رہی ہے، اچھی لگ رہی ہے؛ حضور نے وہ پرانی چادر گھر سے منگوائی اور یہ نئی چادر اتار کر صحابی کو دے دی؛ یہ ہے سخاوت، یہ ہے انداز۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

حسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرخ دھاری والی چادر اوڑھتے تھے، تو ایسا حسین چہرہ معلوم ہوتا تھا، ایک اور حدیث ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ایک دن آسمان پر چودھویں رات کا چاند پوری آب وتاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا اور مسجد نبوی میں آمنہ کا چاند تشریف فرما تھا، آسمان کا چاند پوری آب وتاب کے ساتھ آسمان پر چمک رہا تھا اور آمنہ کا چاند، عبداللہ کا جگر گوشہ، ہمارے آقا، مولیٰ، شفیع محشر، مالک کوثر، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ...... سرخ دھاری والی چادر اوڑھ کر مسجد نبوی میں بیٹھے مسکرا رہے تھے، حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں: میں مسجد میں پہنچا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن دیکھ کر میں محوِ حیرت ہو گیا ع

ہر طرف دیدۂ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

...... اتنے میں آسمان کا چاند نظر آیا، فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں سرکار کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور ایک مرتبہ آسمان کے چاند کو دیکھ رہا تھا اور میں اپنے دل سے پوچھ رہا تھا، وہ (چاند) حسین ہے یا یہ چاند حسین ہے؛ سرخ دھاری والی چادر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیب تن کیے تشریف فرما تھے؛ بڑے حسین لگ رہے تھے اور حسین تو تھے ہی، فرمایا گیا ہے کہ: حسن کے سو حصہ ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ نے ننانوے بھاگ (حصے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے، اور ایک بھاگ میں پوری دنیا کو حسن تقسیم ہوا؛ ساری دنیا کو حسین، اللہ نے ایک حصہ سے بنایا اور ننانوے حصہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور میں رکھا، چاند کو بھی حسن ملا تو اسی ایک حصہ سے ملا، سورج کو حسن ملا تو ایک حصہ سے ملا، جبرئیل کو حسن ملا اسی ایک حصہ سے ملا، جناب یوسف کو حسن ملا اسی ایک حصہ سے ملا، اور میرے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ننانوے حصہ ملا ہے، اسی لیے تو اللہ فرماتا ہے: محمد رسول اللہ، یہ اللہ کے رسول محمد ہیں؛ محمد وہ، جس کی سب سے زیادہ دنیا میں تعریف کی گئی ہے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ، اور کسی کی تعریف نہیں ہوئی ہے، وہ ذات ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، اسی لیے اللہ نے محمد نام رکھا۔(۲۰)

☆☆☆

ہمہ تن کرم

وہی ربّ ہے جس نے تجھ کو ہَمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تِرا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا

شرح:

حضرت حسان جھوم کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نعت پیش کر رہے تھے۔

وَشَقَّ لَهُ مِنِ إِسمِهٖ كَیْ يُجِلَّهُ
فَذو العَرشِ مَحمودٌ وَهَذا مُحَمَّدُ

حضرت حسان؛ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر کے فرماتے ہیں، حضور نے ان کے لیے مسجد نبوی میں کرسی بچھائی: اے حسان! تم کرسی پر بیٹھو! اور میری نعت پڑھو! انہوں نے عرض کیا:

وَشَقَّ لَهُ مِنِ إِسمِهٖ كَیْ يُجِلَّهُ
فَذو العَرشِ مَحمودٌ وَهَذا مُحَمَّدُ

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے نبی کے نام کو نکالا ہے، اللہ تعالیٰ کا نام محمود اور اسی محمود سے محمد (بنا ہے۔) وَشَقَّ، شق کیا ہوا؟ وَشَقَّ لَهُ مِنِ إِسمِهٖ كَیْ يُجِلَّهُ، تاکہ مصطفیٰ کی جلالت اور عظمت ظاہر ہو۔

وَشَقَّ لَهُ مِنِ إِسمِهٖ كَیْ يُجِلَّهُ
فَذو العَرشِ مَحمودٌ وَهَذا مُحَمَّدُ

تو عرش والا محمود ہے، وَهَذا مُحَمَّدُ، اشارہ کر کے پڑھ رہے تھے: وَهَذا مُحَمَّدُ، اور یہ ہیں محمد، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عمامہ اتارا، چادر اتاری، حضرت حسان کو دے دی؛ قبول کرنا حسان کا کام اور نعت پڑھنے والے کو کچھ دینا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کی عطا)، (تو اللہ نے ہمیں) وہ

عزت والا آستاں بتایا، اور کیسا آستانہ ہے؟ تم کو مانگنے میں دیر لگتی ہے، نبی کے دینے میں دیر نہیں ہے، یہ یاد رکھنا، میں اس (بات) کو اعلیٰ حضرت کے شعر سے ثابت کروں گا، ہمارے اور آپ کے مانگنے میں سستی، غفلت، دیر، ہوسکتی ہے؛ اس کریم، اس رسول کے دینے میں دیر نہیں ہے۔ فرماتے ہیں ؎

منگتا کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دَین تھی
دُوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

مطلب، تمہارا ہاتھ اٹھنے میں ایک ہاتھ کی دیری ہے، وہ (یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تو لے کر کھڑے رہتے ہیں؛ دوری "قبول" و "عرض" میں، حضور قبول کرتے ہیں اور آپ عرض اور پیش کرتے ہیں، تو "دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے"... دو ہاتھ کی نہیں، فرمایا، حضور کی طرف سے دوری نہیں ہے؛ ان کا تو نام ہی ہے "حضور"، حضور وہ جو ہمیشہ حاضر رہے، دور تو ہم ہیں، ہم دور ہیں (جب کہ) مدینہ حضور ہے ؎

منگتا کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دَین تھی
دُوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

اور ہم نے ہاتھ کیوں پھیلایا؟ اور اس آستانے پر خدا نے ہم کو بھیک مانگنے کے لیے کیوں بھیجا؟ (کیوں کہ) کبھی مانگنے والا یہاں کا ذلیل نہیں ہوتا ہے، محروم نہیں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حبیب جو آپ سے مانگیں اس کو آپ منع نہ فرمائیں؛ تو جب اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا منع نہ فرمائیں، تو کیا نبی؛ اللہ کے حکم کے خلاف کریں گے؟ وہ تو خود اتنے کریم تھے کہ ؎

واہ کیا جُود و کرم ہے شَہِ بَطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

یہ خود کبھی انکار نہیں کرتے؛ اُدھر سے رب کا بھی حکم ہے "فَلَا تَنْهَرْ" اب تو وہاں سے محروم ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا؛ اس لیے تمام اہل سنت کو اعلیٰ حضرت سمجھا رہے ہیں: اِدھر اُدھر

آوارہ مت بھٹکو! کمنڈل لے کر کے، گلی گلی اِدھر اُدھر کھیت کھلیان میں دھول مت چھانٹو، ارے! آنا ہے تو آؤ! کہاں؟ ؎

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دِل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

امام احمد رضا نے اس آستانے پر تمہیں لا کر رکھ دیا۔(۲۱)

☆☆☆

بابِ جود وسخا

تم سے کھلا بابِ جُود تم سے ہے سب کا وجُود
تم سے ہے سب کی بَقا تم پہ کروروں درود

شرح:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی وجہ سے جود وسخا کے دروازے کھلے، قدرت کی فیاضیوں، خالق کائنات کی کرم فرمائیوں کے دروازے کھلے کہ آپ پیدا کیے گئے، آسمان پر مہ وخورشید کی ضیا باریاں، جگمگ کرتے ستاروں کی جلوہ نمائیاں، برستے بادلوں کی فیاضیاں، سرسبز وشاداب زمین کی زرخیزیاں، سبزہ زاروں کی چمن آرائیاں، پرندوں کی نغمہ سنجیاں، اہل علم کی دانش مندیاں، صاحبان ہنر کی فن کاریاں، گل وریحان کی عطر بیزیاں اور جہان رنگ وبو کی رعنائیاں؛ تمام کی تمام کریم ورحیم مولیٰ جل مجدہ کی فیاضیاں ہیں۔ ان فیاضیوں کا دروازۂ کرم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں کھلا۔ سچ ہے ؎

تم سے کھلا بابِ جُود تم سے ہے سب کا وجُود
تم سے ہے سب کی بَقا تم پہ کروروں درود(۲۲)

حوالہ جات:

۱ خطاب سورت، ۲۰۱۳ء
۲ شرح اول: خطاب Dandepalli، تلنگانہ ۳۰/جون ۲۰۱۹ء
شرح دوم: خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۶

۳ خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۸

۴ http:///www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Baras-Tha-Nahi-Dek-Kar-Abre-Rahmath.mp3

۵ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Phir-ke-Gali-Gali-Tabah.mp3

۶ خطاب ناندیڑ، ۲/دسمبر ۲۰۱۸ء

۷ خطاب شیر پور، مہاراشٹر (بعد نمازِ ظہر) ۱۲/جون ۲۰۱۷ء

۸ خطاب نوری مسجد، مسقط ۲۴/اپریل ۲۰۱۷ء

۹ حوالہ: Mudhol، کرناٹک، ۳۱/اکتوبر ۲۰۱۸ء

۱۰ خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۲۶

۱۱ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Zameeno-Zama.mp3

۱۲ تشریح اول:

http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Sukr-Kay-Josh-Mei-Jo-Hai.mp3

تشریح دوم: خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۸۳

۱۳ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/My-Gadha-ho-Apne-Kareem-Ka.mp3

۱۴ شرح اول:

http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Kaun-Deta-Hay-Dene-Ko-Moonh-Chaahiye.mp3

شرح ثانی:

http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Kaun-Deta-Hay-Dene-Ko-Moonh-Chaahiye-Hazrat-E-Abuhuraira.mp3

شرح ثالث:

http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Kaun-Deta-Hay-Dene-Ko-Moonh-Chaahiye-Hazrat-E-Rabia.mp3

۱۵ خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۲

۱۶ http://ashrafulfuqaha.com/clips/Khidmat.mp3

۱۷ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Mangta-Ka-Haath-Ot-Te-Hi.mp3

۱۸ شرح اول: خطاب گلشنِ رضوی، رائچور ۱۳/مارچ ۲۰۱۹ء

شرح ثانی:

http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Mere-Kareem-Se-Gar-Khatra.mp3

۱۹ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Nimate-Baat-Tha.mp3

۲۰ تشریح اول:

http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Unhi-Ki-Rangath-Gulab-Mei-Hai.mp3

تشریح دوم:

http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Wah-Kia-Jodhu-Karam-Hai.mp3

۲۱ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Naat-Sharief-Hassan-bin-Sabith.mp3

۲۲ خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۲۸-۲۹

باب4....... خوشبوچمن چمن

جلوہ چمن چمن

اُنھیں کی بُو مایۂ سمن ہے اُنھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
اُنھیں سے گلشن مہک رہے ہیں اُنھیں کی رنگت گلاب میں ہے

شرح:

"بُو" کہتے ہیں Smell کو، خوشبو کو؛ "سمن" ایک بہت خوشبودار پھول ہے۔ (اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں: "اُنہیں کی بُو مایۂ سمن ہے"، اس خوشبودار پھول میں، میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشبو بسی ہوئی ہے، اور سمن کا پورا سرمایہ اور آبرو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو ہے ع

اُنھیں کی بُو مایۂ سمن ہے اُنھیں کا جلوہ چمن چمن ہے

دنیا میں جتنے گارڈنز ہیں، آپ یہ نہ سمجھیں صرف گارڈن اس کو کہتے ہیں، جس میں Flower اور پھول ہوتے ہیں، گارڈن کا مطلب یہ ہے کہ؛ ہر اچھائی اور ہر سچائی کا پھول، جہاں کھلتا ہے؛ اس میں جنابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچائی اور اچھائی کا جلوہ ہوتا ہے ع

اُنھیں کی بُو مایۂ سمن ہے اُنھیں کا جلوہ چمن چمن ہے

اُنھیں سے گلشن مہک رہے ہیں، سارے دنیا کے Garden، انہیں سے مہک رہے ہیں، اور انہیں کی رنگت گلاب میں ہے۔ یہ صرف شاعری نہیں ہے؛ ایک حدیث ہے، اگرچہ اس کی روایت ضعیف ہے، اُس میں یہ ہے کہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "جب معراج سے، میں واپس ہوا، بہت لمبا سفر تھا، جس براق پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوار تھے، وہ براق بھی، اتنی Speed اور رفتار سے چل رہا تھا کہ پسینہ پسینہ ہو گیا"، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جب میں براق سے زمین پر اترا تو میرے بدنِ پاک سے پسینے کا ایک قطرہ، ایک Drop، زمین پر ٹپکا، اور جیسے ہی پسینے کا وہ قطرہ زمین پر ٹپکا تو زمین ہنس پڑی؛"

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: زمین ہنس پڑی، آپ کہتے ہیں زمین کیسے ہنستی ہے؟ آج کل سمجھانا بہت آسان ہوگیا ہے، آپ CD بناتے ہیں، CD کا ہے کی ہوتی ہے؟ ایک Metal ہوتا ہے، آپ کیسے تیار کرتے ہیں؟ اس میں پلاسٹک کی Reel چلتی ہے، اس میں جیسا آپ اپنی آواز بھریں گے، ویسے ہی وہ بولے گی؛ انسان کو اللہ نے یہ قدرت دی ہے کہ CD سے بلوا لے، اور Cassette سے تقریر کروالیں، تو رب نے اپنی جو CD بنائی ہے (یعنی) زمین، اس میں بھی ہر قسم کی قوت عطا فرمائی ہے، زمین چاہے تو کلمہ پڑھے، زمین چاہے تو بولے، زمین چاہے تو ہنسے، زمین چاہے تو نبی کے گستاخ کو پکڑ لے، زمین چاہے تو نبی کے گستاخ کو دفن کرے؛ یا تو اوپر پھینک دے، اس زمین میں بڑی خوبیاں ہیں۔ زمین کو ہنسانا ہمارا، تمہارا کام نہیں ہے؛ رب کا کام ہے۔

اے زمین! تیرا نصیبہ کتنا خوشبودار ہوگیا کہ تیری خاک میں معراج کے دولہا کا پسینہ جذب ہوگیا، زمین ہنس پڑی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: "جیسے ہی زمین ہنسی، تو اس میں سے گلاب کا پھول پیدا ہوا" اسی لیے صوفیاے کرام گلاب کی پنکھڑیوں کا احترام کرتے ہیں کہ؛ گلاب کی تخلیق، پسینۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہوئی ہے، اور اس کی خوشبو جو آرہی ہے، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پسینے کی خوشبو ہے۔ اس حدیث کو سامنے رکھ کر امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا۔

اُنھیں کی بُو مایۂ سمن ہے اُنھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
اُنھیں سے گلشن مہک رہے ہیں اُنھیں کی رنگت گلاب میں ہے

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک قطرہ (پسینہ مبارکہ)، زمین کے اندر جذب ہوا تو سارے گلشن، سارے Garden کے Flower خوشبودار ہوگئے۔ (مہک مہک اُٹھے۔)

یہ امام احمد رضا کی شاعری نہیں ہے، بلکہ حدیث کی حقیقت کی ترجمانی ہے؛ جب زمین میں پسینہ (مبارکہ) جذب ہوا، تو زمین سے گلاب کا پھول نکلا اور سارے گلشن مہک رہے ہیں۔(۱)

☆☆☆

گلِ تر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہ ادب جھکالو سرِ وِلا کہ میں نام لوں گل و باغ کا
گلِ تر محمد مصطفیٰ چمن اُن کا پاک دِیار ہے

شرح:

(اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں کہ: اے لوگو! عقیدت اور محبت سے اپنے سروں کو جھکا لو! وجہ کیا ہے؟ کیوں کہ میں ایک پھول کا، اور ایک باغ کا نام لینا چاہتا ہوں، ایک پھول کا میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں، ایک گارڈن اور ایک باغ کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں، اس پھول کا نام لینے اور اس باغ کا چرچا کرنے سے پہلے، اے لوگو! اپنے سروں کو جھکا لو! یہ امام احمد رضا کا مطالبہ ہے ع

بہ ادب جھکالو سرِ وِلا کہ میں نام لوں گل و باغ کا

اب وہ گل کیا ہے؟ باغ کیا ہے؟ پھول کیا ہے؟ باغیچہ کیا ہے؟ تو دوسرے مصرعے میں فرماتے ہیں ع

گلِ تر محمد مصطفیٰ چمن اُن کا پاک دِیار ہے

اس پورے جہان میں جو خوشبو پھیلی ہوئی ہے وہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مہکتی ہوئی ذات سے پھیلی ہے۔ ایک جگہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے
بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک، ایسی خوشبودار تھی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ: رات کے اندھیرے میں بھی ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر لیتے تھے، جن جن راہوں

سے خوشبو آتی تھی، ہم سمجھ جاتے تھے کہ اسی راستے سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں، اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں، کدھر گئے؟ کہاں گئے؟ خوشبو خود بتاتی ہے کہ ادھر گئے ۔

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے
بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے

ایک اور جگہ فرماتے ہیں ۔

اُن کی مہک نے دِل کے غُنچے کِھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کُوچے بَسا دیے ہیں

وہی پھول جو باغِ عالم میں کھلا ہے، اور اس کی خوشبوئے دل نواز نے پوری کائنات کو مہکا دیا ہے، لیکن مہکایا تو جنہیں خوشبو پسند ہے، ان کے دل و دماغ معطر ہو گئے اور کچھ ایسے ہیں کہ ان کو خوشبو پسند نہیں؛ بلبل سے آپ کہیے تو وہ پھول پر پروانہ وار گھومتا ہے، اس لیے کہ بلبل پھول پر عاشق ہے، اس کی خوشبو، اسے مست کر دیتی ہے، لیکن ایک کالا گوبروڑا (Dung Beetle) جسے پھول پسند نہیں ہے، وہ نجاست کی طرف جاتا ہے؛ جس باغ میں پھول کھلا ہوا ہو اور ایک طرف نجاست پڑی ہو، تو بلبل جائے گا پھول کی طرف اور یہ کالا، موٹا، بدصورت، نجاست کو ڈھونڈے گا، اگر پھول اس کے پاس رکھ دو تو بھاگ جاتا ہے، اڑ جاتا ہے۔ اِسی چمنستان میں خوشبو سونگھنے والوں کو گلِ تر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ، جن کی خوشبو، صدیق سونگھ کر کے مست ہیں، عمر فاروق جھوم رہے ہیں، عثمان غنی پر وجد طاری ہے، مولائے کائنات کیف کے ساتھ سارے عالم میں خوشبوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اعلان کر رہے ہیں۔ اس لیے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''گلِ تر محمد مصطفیٰ'' اور ''چمن'' ان کا پاک دیار ہے۔ دو باتوں کا وعدہ دیا تھا کہ ایک پھول کا نام لوں گا اور ایک باغ کا نام لوں گا، اس لیے اے لوگو! اپنے سروں کو محبت سے جھکا دو۔ فرماتے ہیں ۔

بہ ادب جھکالو سرِ وِلا کہ میں نام لوں گل و باغ کا
گلِ تر محمد مصطفیٰ چمن اُن کا پاک دِیار ہے

یعنی مدینہ منورہ، یہ باغ ہے اور اس باغ میں یہ گلِ تر، جسے گلِ ابراہیمی کہتے ہیں، یہ پھولا پھولا ہے۔ایک جگہ فرماتے ہیں ع

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے؟ سمجھ میں بات نہیں آرہی ہے کہ مالک کہوں، کہ سرور کہوں؟ کیا کہوں؟ سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے؟ ع

ارے! باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

یہی باغِ خلیل کا گل زیبا ہے، جس کے بارے میں اس شعر میں فرمایا ہے کہ ؎

بہ ادب جھکالو سرِ وِلا کہ میں نام لوں گل و باغ کا
گلِ تر محمد مصطفیٰ چمن اُن کا پاک دِیار ہے

یہ ادب والوں کی شان ہے کہ جب مدینہ (شریف) کا بھی ذکر کرتے ہیں تو سر کو جھکا لیتے ہیں۔ مصطفیٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے ہیں تو سر کو جھکا لیتے ہیں۔ (۲)

☆☆☆

جلوۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غنچے مَا اَوۡحٰی کے جو چٹکے دَنیٰ کے باغ میں
بلبلِ سدرہ تک اُن کی بُو سے بھی محرم نہیں

شرح:

یہ سب نہیں سمجھیں گے؛ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچے تھے وہ باغ کیسا تھا؟ قرآن فرماتا ہے: دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (سورۃ النجم:۸۔۹) نبی اپنے رب سے

قریب ہوئے اور کتنے قریب ہوئے؟ فرماتا ہے پروردگارِ عالم: دو کمانوں کے چلّہ سے بھی کم؛ کمان جانتے ہیں نا؟ ایک لکڑی ہوتی ہے، یوں گول اور اُدھر (دوسری طرف) سے آدھی گول، اور بیچ میں ایک رسی باندھ دی جاتی ہیں، یہ دو کمان ہیں اور بیچ میں جو رسی ہے اس کو چلّہ کہتے ہیں۔ اب، دو کمان کو آپ (جب) ملائیں گے تو یہ دونوں رسیاں سیدھی سیدھی ہوں گی اور بیچ میں ایک باریک Gape رہے گا؛ دو کمان کے چلے کو ملایئے تو بیچ میں دونوں رسیاں چپک نہیں جاتی ہیں، باریک سا Gape دونوں میں رہتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى، دو کمانوں کے بیچ میں جو چلہ اور جتنا Difference ہوتا ہے، نبی؛ اللہ سے اس سے بھی زیادہ کم قربت میں پہنچے؛ اب وہ کتنے قریب ہوئے یہ میں نہیں بتا سکتا اور نہ ہماری اوقات ہے اور نہ ہماری عقل اس کو واضح کر سکتی ہے، (بس) قریب ہوئے؛ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس مقام پر پہنچے تو اللہ فرماتا ہے: فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى، (سورۃ النجم: ۱۰) اللہ تعالیٰ نے جو وحی کرنی تھی وہ وحی کر دیا؛ تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہ وحی کی کلی ہے، غنچہ ہے؛ وہاں وہ غنچہ چٹکا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رب نے بات فرمائی۔

غنچے مَا اَوْحٰی کے جو چٹکے دَنیٰ کے باغ میں
بلبلِ سدرہ تک اُن کی بُو سے بھی محرم نہیں

جو سدرہ کے رہنے والے جبرئیل تھے، اس (غنچہ) کی کیا خوشبو تھی؟ اس سے بھی حضرت جبرئیل کو خبر نہ ہو سکی، جب انہیں خبر نہ ہوئی تو کوئی عالم کیا بتا سکتا ہے؟ وہ ایسے Powerful نبی تھے اور وہاں اس لیے گئے کہ دنیا دیکھ لے کہ یہ ایسے برزخ ہیں، ایسے برزخ ہیں کہ وہاں جناب موسیٰ کا جو برزخ پہاڑ بنا تھا، جل گیا اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں گئے اور Direct اللہ کی ذات کے جلوے کو دیکھ رہے ہیں، اور کیسے دیکھ رہے ہیں قرآن فرماتا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (سورۃ النجم: ۱۷)

اس طرح سے نبی مسکرا مسکرا کر دیکھ رہے ہیں کہ آنکھیں ٹیڑھی بھی نہیں ہوئی اور پلک

جھپکی بھی نہیں؛ اگر کوئی Torch آپ کے سامنے جلا دے تو کیا آپ ایسے ٹک ٹک آنکھ کھول کے دیکھتے رہیں گے؟ فوراً آپ کی آنکھ یا تو ٹیڑھی ہو جائے گی یا بند ہو جائے گی، جب تیز روشنی اور لائٹ انسان کی آنکھ پر پڑتی ہے تو انسان کی فطرت ہے، آنکھ اس کی خود بخود بند ہو جاتی ہے یا اِدھر سے اُدھر پھر جاتی ہے؛ لیکن ایسا نور، ذات خداوندی کا نور؛ ارے ایک تجلّی پہاڑ پر پڑی تو جناب موسیٰ کی آنکھ برداشت نہ کرسکی، وہاں ذات کا جلوہ ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ دیکھ رہی ہے:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (سورۃ النجم:۱۷)

آنکھوں میں کجی بھی نہیں پیدا ہوئی (اور) پلک جھپکی بھی نہیں۔ (۳)

☆☆☆

چشمے نور کے

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نُور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

شرح:

قبر کے گڑھے میں مومن کو لٹایا جاتا ہے؛ لیکن وہ قبر کا گڑھا، گڑھا نہیں ہوتا ہے، مصطفیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ قبر کا گڑھا مومن کے لیے ریاض الجنۃ ہوتا ہے، جنت کا ایک گارڈن، جنت کی کیاری بن جاتا ہے، اور جنت کا جب گارڈن بنتا ہے تو اس میں پھول نظر آتا ہے؛ یہ قبر، جنت کا گارڈن اس لیے بنی ہے کہ مصطفیٰ، جو گلِ باغِ خلیلی ہیں، وہاں نظر آئیں گے، تو پوری جنت چمنستان بن جائے گی، ریاض الجنۃ بن جاتی ہے؛ اس لیے آسی غازی پوری فرماتے ہیں ؂

آج پُھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسیؔ
جس کے جَویاں تھے ہے اُس گل سے ملاقات کی رات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، مومن کی قبر میں آئیں گے اور اپنا چہرۂ زیبا دکھائیں گے؛ وہی ہماری امید کا اور عید کا دن ہے۔ (۴)

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے
بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے

شرح:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ایسی خوشبودار تھی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ: رات کے اندھیرے میں بھی ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر لیتے تھے، جن جن راہوں سے خوشبو آتی تھی ہم سمجھ جاتے تھے کہ اسی راستے سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں، اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں کدھر گئے؟ کہاں گئے؟ خوشبو خود بتاتی ہے کہ ادھر گئے۔

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے
بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے(۵)

☆☆☆

گلِ رنگیں اَدا

گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں اَدا کہوں
دَرمانِ دَرْدِ بُلبُلِ شیدا کہوں تجھے

شرح:

گلزار کہتے ہیں، جہاں پر بہت سے پھول ہوں؛ رب العالمین نے ولیوں کا ایک باغیچہ بنایا ہے۔ فرشتوں کا باغیچہ بنایا ہے اور ایک نبیوں کا گارڈن بنایا ہے، اور اس گارڈن میں ایک سے ایک پھول نظر آتے ہیں۔ گلزارِ قدس سے مراد فرشتوں کا چمن ہے اور نبیوں کا چمن ہے، اس میں ایک سے ایک مہکتے ہوئے پھول نظر آرہے ہیں، فرماتے ہیں ''گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں اَدا کہوں''

یہ گل؛ گلزارِ قدس میں سے، اگر کوئی سب سے بہترین، خوش رنگ، اچھے رنگ والا، اچھی خوشبو والا اگر کوئی گل کھلا ہے، نبیوں کے گارڈن میں تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی ذات

گرامی ہے۔فرماتے ہیں ۔

گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں اَدا کہوں
دَرمانِ دَرْدِ بُلبُلِ شیدا کہوں تجھے

درمان کہتے ہیں علاج کو؛ جب درد ہوتا ہے، آپ کوئی دوا کھالیں؛ آپ کا درد اور آپ کا مرض ختم ہوتا ہے اور آپ کو سکون ملتا ہے۔تو آپ کہتے ہیں: میرے درد کا درماں ہو گیا، درد کا علاج ہو گیا؛ بلبل عاشق ہے پھول پر، جب پھول کو دیکھتا ہے، اس کے دل میں عشق کا درد ہوتا ہے، وہ بے چین ہو جاتا ہے؛ لیکن وہ پھول، جس پر بلبل عاشق ہے وہ اس کے درد کا درماں نہیں ہوتا، اس کے درد کا علاج نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا درد اور بڑھتا جاتا ہے اور بے چینی بڑھتی جاتی ہے لیکن میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وہ ذات ہے، جسے گلِ رنگیں اَدا امام احمد رضا نے کہا ہے، وہ (ذات) ایسی ہے کہ ع

دَرمانِ دَرْدِ بُلبُلِ شیدا کہوں تجھے

آپ ہر عاشق کے دردِ عشق کا علاج بن جاتے ہیں، جہاں عاشق تڑپتا ہوا آپ کی بارگاہ میں آتا ہے؛ اس کے درد کو سکون مل جاتا ہے۔ ہر معشوق اپنے عاشق کو تڑپاتا ہے، اور میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ہیں کہ ان بلبلوں کو، درد جن کا بڑھتا ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس درد کا علاج کرتے ہیں؛ مسکراتے ہیں تو سکون مل جاتا ہے؛ نگاہِ ناز اٹھاتے ہیں تو سکون مل جاتا ہے۔ نبی کی نگاہ تمام عاشقوں کے درد کا درماں ہے۔(٦)

☆☆☆

پھولوں کی خوشبو

ہائے رے ذوقِ بے خودی دل جو سنبھلنے سا لگا
چھک کے مہک میں پھول کی گرنے لگی صبا کہ یوں

شرح:

دیکھیے! ہائے رے ہائے، یہ افسوس کا کلمہ ہے، جب کسی پر افسوس کرنا ہوتا ہے تو اس کو

کہتے ہیں؛ ہائے رے ہائے! تم نے ایسا کام کرلیا، ہائے رے ہائے! تو وہاں چلا گیا، ہائے رے ہائے، ایسا ہو گیا یہ"ہائے رے ہائے" کیا ہے؟ کلمہ تاسف؛ اظہارِ افسوس کے لیے"ہائے ہائے" کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: عاشقانِ رسول میں بے خودی کا ذوق بے پناہ ہوتا ہے، بے خود کس کو کہتے ہیں؟ جسے اپنا بھی ہوش نہ ہو اور جب ہوش نہیں ہوتا ہے تو وہ سنبھلتا نہیں؛ اعلیٰ حضرت افسوس کا اظہار کر رہے ہیں: ہائے رے ذوقِ بے خودی دل جو سنبھلنے سا لگا... سنبھلا نہیں! سنبھلنے جیسا ہونے لگا، تو فرماتے ہیں: یہ کیسا ذوقِ بے خودی ہے؟ ؎

ہائے رے ذوقِ بے خودی دل جو سنبھلنے سا لگا
چھک کے مہک میں پھول کی گرنے لگی صبا کہ یوں

جب دیکھا کہ یہ بے خود انسان، عشقِ رسول میں کچھ سنبھل سا رہا ہے تو فوراً بادِ صبا (جو) ایک ہوا کا نام ہے، جو شام کے سہانے وقت میں چلتی ہے؛ اور ایک ہے نسیم سحر، جو صبح کو بڑی خوش گوار انداز میں چلا کرتی ہیں؛ بادِ صبا کیوں کہا؟ نسیمِ سحر کیوں نہیں کہا؟ اس لیے کہ پینے والا جو بے خود ہوتا ہے، وہ صبح سویرے نہیں جاتا وہ شام ہی کو لڑھکتا ہے، اس لیے بادِ صبا کو خطاب کر کے فرمایا، اور ارشاد فرماتے ہیں کہ: چھک کے مہک میں پھول کی... اچھا! رات کی رانی کب مہکتی ہے؟ جہاں دن ڈوبا کہ منھ کھلا، پورے گارڈن میں خوشبو (پھیل جاتی ہے) اور اس وقت بادِ صبا چلتی ہے؛ لفظ چھکنا، ہمارے یوپی کی زبان میں بھی اور لغت میں بھی، اردو میں بھی استعمال کیا جاتا ہے: کسی کو گھیر گھار کے پھنسا لیتے ہیں (تو) اس کو بولتے ہیں: بہت چھکائس ہے... بولتے ہیں کہ نہیں؟ یعنی ہر طرف سے گھیر گھار کے پھنسا لیا ہے، کہ نکلنے کی اب کوئی صورت نہیں ہے، اسی طرح سے بادِ صبا گلشن میں جب چلی ہے تو پھولوں کی خوشبو نے ہر طرف سے اس کو گھیر کر بوجھل کر دیا ہے۔ بادِ صبا پھول کی خوشبو میں چھک کر، یعنی گھر کر، پھنس کر، رچ کر، بس کر، زمین پر گرنے لگی اور کہنے لگی: تم دل کو سنبھالتے ہو! اس طرح سے نبی کے، (یعنی) گلِ باغِ خلیلی کے خوشبو اور عشق میں اپنے آپ کو غرق کر کے، جس طرح میں گر پڑ رہی ہوں، ایسے ہی تم بھی گر پڑو!

بادِ صبا سنبھلتی نہیں ہے، گرتی چلی جارہی ہے، (کہ) مجھے دیکھو عبرت حاصل کرو! تم تو عاشقِ رسول ہو، کیوں سنبھلنے کی دُعا کرتے ہو؟ ارے! جتنا بھی تم بے خود ہوتے جاؤ گے، تمہارے عشق کی معراج ہوتی چلی جائے گی؛ اسی لیے امام احمد رضا دُعا کرتے ہیں ۔

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

دوا کیوں کرتے ہیں؟ سنبھل جانے کے لیے، امام احمد رضا کہتے ہیں: ہم تو کہتے ہیں اے اللہ! اور عشق کو بڑھا، (کیوں کہ) یہ وہ عشق ہے کہ ۔

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سَستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

جب آگ لگاؤ تو آگ بجھے گی کہ بھڑکے گی؟ امام احمد رضا کہتے ہیں: ہاں! عاشقوں کا کمال یہ ہے کہ آگ لگاتے ہیں، تو دوسری آگ بجھتی ہے، نبی کے عشق کی آگ لگاؤ! تو جہنم کی آگ بجھتی چلی جائے گی، اس لیے ایک جگہ اپنے دل کو متوجہ کرکے فرماتے ہیں ۔

اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اُٹھ
دَم گھٹنے لگا ظالم کیا دُھونی رَمائی ہے(۷)

☆☆☆

حوالہ جات:

۱ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Unhi-Ki-Rangath-Gulab-Mei-Hai.mp3

۲ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Ba-Adab-Juka-lo-sarey-vila.mp3

۳ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Gunche-Maa-AWha-Ke.mp3

۴ خطاب سنگرام پورہ، سورت ۹رفروری ۲۰۱۶ء

۵ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Ba-Adab-Juka-lo-sarey-vila.mp3

۶ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Gulzaare-Quds-Ka-Guley-Rangi-Ada-Kahu.mp3

۷ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Hay-Re-Zoukhe-Bekhudi.mp3

باب5....... عشق کی سرفرازیاں

غایتِ عشق

ایسا گُما دے اُن کی وِلا میں خدا ہمیں
ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

شرح:

یہ (شعر) دعا ہے۔ (اعلیٰ حضرت) دعا یہ کر رہے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وِلا، یعنی محبت میں بالکل گم کردے، فنا کردے، کہ ع

ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

یہ ایک علمی گفتگو ہے۔ ایک ہوتا ہے مبتدا، اور ایک ہوتی ہے اس کی خبر، (مثلاً) میں یہ کہوں "مولانا غلام مصطفیٰ کھڑے ہیں"... تو اس میں دو چیزیں ہیں، ایک تو "مولانا غلام مصطفیٰ" اور دوسری چیز ہے، "کھڑے ہیں"، یہ کھڑے ہیں "خبر ہے"، کس چیز کی خبر ہے؟ کہ مولانا غلام مصطفیٰ، اس وقت بیٹھے نہیں ہیں، سوئے نہیں ہیں، بلکہ وہ کھڑے ہیں؛ تو "کھڑے ہیں" یہ خبر ہے، کس کے لیے ہے؟ مولانا غلام مصطفیٰ کے بارے میں یہ خبر دی جا رہی ہے؛ اسی طرح کہا جائے کہ "مولانا غلام مصطفیٰ گھر میں ہیں۔" تو، "گھر میں ہیں" یہ خبر ہے، مولانا غلام مصطفیٰ کے بارے میں، (لہٰذا یہ) مبتدا ہے۔ اگر کوئی جملہ ایسا ہے کہ؛ اس کی صرف خبر ہے، یعنی "گھر میں ہیں" یہ خبر اتنی ہے۔ اور "گھر میں ہیں"، "کھا رہے ہیں"، آپ کیا سمجھو گے؟ اب ڈھونڈو! کہ مبتدا کدھر گیا، جب تک مبتدا ڈھونڈو گے نہیں، "گھر میں ہیں" کا مطلب سمجھ میں نہیں آئے گا؛ جب "مولانا غلام مصطفیٰ" کہا جائے گا، تب "گھر میں ہیں" یہ بات سمجھ میں آئے گی، کچھ سمجھے؟ خبر اگر ہے تو مبتدا ڈھونڈنا پڑے گا۔

اعلیٰ حضرت کا ذرا مزاجِ عشق دیکھو! فرماتے ہیں: اے اللہ! مصطفیٰ پیارے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کی محبت میں ہم کو ایسا فنا کر دے، کہ صرف، "ہے، ہے" (رہے)؛ کون ہے؟ تو احمد رضا کو کوئی جانے ہی نہیں، (اور) "ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو"، یہ جو "ہے، ہے" کہا جائے، اس کو بھی خبر نہ ہو، کہ کس کے بارے میں کہا جا رہا ہے، یہ ایسا نازک مزاج ہے کہ یہ محبت کرنے والا ہی سمجھے گا۔ فرماتے ہیں: اے اللہ! ان کی محبت میں ہم کو ایسا گما دے کہ ہماری خبر بھی ہم کو ڈھونڈے، تو پائے نہیں کہ کدھر گیا، ایسے فنا ہو جاؤں۔ (محبت وعشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں)(۱)

☆☆☆

خارِ طیبہ کا اکرام

اے خارِ طیبہ! دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یُوں دِل میں آ کہ دِیدۂ تر کو خبر نہ ہو

شرح:

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا عشق اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ایک مثالی محبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے جو محبت ہے وہ تو ہے ہی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل واولاد سے جو محبت ہے وہ اپنی جگہ پر، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ہے وہ بھی ہے، مدینے سے جو محبت ہے وہ بھی اپنی جگہ پر ہے؛ لیکن امام احمد رضا کو طیبہ کے کانٹوں سے بھی محبت ہے۔ ہر آدمی پھول سے محبت کرتا ہے۔ جب گلشن میں جاتا ہے پھول توڑنے کے لیے تو آستین کو یوں چڑھا لیتا ہے کہ کہیں کانٹے میں اُلجھ نہ جائے، اپنی Skin کو بچاتا ہے، کہیں کانٹا چبھ نہ جائے؛ اور اگر چبھ گیا تو فوراً وہ بچک جاتا ہے۔ پھول سے محبت ہے، کانٹوں سے محبت نہیں؛ لیکن امام احمد رضا کو کانٹوں سے بھی محبت ہے اور کتنی جان دار شان دار محبت ہے، ایک شعر فرماتے ہیں ؎

اے خارِ طیبہ! دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یُوں دِل میں آ کہ دِیدۂ تر کو خبر نہ ہو

کیا سمجھے آپ؟ ''علم المرایا'' دیکھنے کا جو System ہے اس کے ماہرین کا یہ کہنا ہے کہ دل و دماغ میں باہر کی چیز جو آتی ہے؛ جس کا علم ہوتا ہے؛ اس کا قدرتی System یہ ہے کہ آدمی جس چیز کو دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کی تصویر اس کی بیچ والی پتلی میں چھاپ دیتا ہے۔ پہلے پتلی میں اس کی تصویر آتی ہے اور پھر دل و دماغ میں اس کا علم اُبھرتا ہے۔ میں نے یہ پھول دیکھا، تو یہ پھول پہلے آنکھوں میں آپ جھانک کر دیکھیں، کل Try کرنا، کوئی چیز سامنے آتی ہے تو تصویر یار پہلے اس میں نظر آتی ہے؛ اور پھر دل میں وہ چیز اُترتی ہے ایک بات؛ اب دوسری بات یہ ہے کہ آنکھ اگر تر ہے، عاشق کی آنکھ جس کو فارسی میں دیدہ کہتے ہیں ''دیدۂ تر'' آنکھوں میں آنسو رہتا ہے اور ہر آنکھ میں تری ہوتی ہے، اگر آنکھ کی تری سوکھ جائے تو آدمی نابینا ہو جائے، یہ Medical Science بولتی ہیں۔

آنکھ ہمیشہ تر رہتی ہے اور جب کسی کا عشق اور کسی کی یاد آتی ہے تو بے چینی میں آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا جاتا ہے، آنسوؤں کا سیلاب آ جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی ایک خواہش ہے کہ طیبہ کے ببول کے کانٹے میرے دل میں بس جائیں، اب کانٹے اگر آئیں گے تو آنکھوں کے ذریعے آئیں گے (اور) جب آنکھوں کے ذریعے آئیں گے تو آنکھوں میں تو ہمارے آنسو ہے، اعلیٰ حضرت کہتے ہیں: اے کانٹے میرے دل میں تجھے آنا ہے، میری خواہش پوری کرنا ہے، لیکن دیکھنے کا System ہے کہ جب تو آئے گا تو میرے دیدۂ تر سے ہو کر آئے گا اور میری آنکھوں میں آنسو کا پانی موجود ہے، ہماری آنکھ کا پانی ایسا نہیں ہے کہ جس سے تیرا دامن تر ہو جائے۔ کانٹے کا دامن دیکھا ہے آپ نے؟ کانٹے کا اوپری حصہ نوکیلا ہوتا ہے اور نیچے سے آپ آتے جائیے تو موٹا ہوتا جاتا ہے اور شاخ کے اوپر جہاں کانٹا چپکا رہتا ہے ببول کا؛ اس کو آپ نکالیں

گے تو بچی کا Frock جیسے نیچے ہوتا ہے نا؛ ویسے ہی کانٹے کے نیچے ببول کی شاخ کی چھال لپٹی ہوئی ہوتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ اس کا دامن پھیلا ہوا ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں: جب کوئی ندی نالے سے گزرتا ہے اور اس میں پانی ہوتا ہے تو وہ کیا کرتا ہے؟ دامن سمیٹتا ہے کہ کہیں دامن بھیگ نہ جائے، یہ ایک ندی نالوں سے گزرنے کا سسٹم ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

ہماری آنکھوں کا پانی اتنا پاک نہیں ہے جتنے پاک صاف اور پاکیزہ تم (مدینے کے کانٹے) ہو۔ میری آنکھ میں آنسوؤں کا سیلاب ہے، میرے دل میں آنا ہے تو میں تم سے یہ بھی گزارش کرتا ہوں کہ اے خارِ طیبہ! دیکھ، ہوشیار ہو جا! کہیں دامن نہ بھیگ جائے... جب تو میری آنکھوں سے گزرے گا تو تیرا دامن میرے آنسوؤں سے بھیگنا نہیں چاہیے۔ کہاں تیرا مقدس دامن، کہاں میری آنکھوں کے یہ بے قیمت آنسو! میں نہیں چاہتا کہ میرے یہ بے وقعت آنسو تیرے مقدس دامن کو بھگو دیں۔ تو اے کانٹے! ایسی کرامت دکھا دے... نہیں سمجھے؟ سب ولی سے کرامت کا مطالبہ کرتے ہیں اور میرے امام کانٹوں سے کرامت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اب کہیں گے یہ کیسے؟ غوثِ پاک دجلہ کنارے کھڑے تھے اور اُدھر لوگ آپ کے منتظر تھے۔ غوثِ پاک کو اپنے پاس بلانے کی سب خواہش رکھتے تھے اور غوثِ پاک کو دجلہ پار کرنا ہے تو اپنی کرامت وہ یہ دکھا رہے ہیں کہ دجلہ کے پانی پر قدم رکھا؛ دامن کا تر ہونا تو درکنار آپ کے نعلین کا تلوا بھی تر نہیں ہوا۔ پورا دجلہ پار کر دیا اور نعلین مبارک کا تلوا سوکھا کا سوکھا رہا۔ امام احمد رضا ان کانٹوں سے کہتے ہیں: تم طیبہ کے کانٹے ہو، کرامت دکھا دو۔

اے خارِ طیبہ! دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یُوں دِل میں آ کہ دِیدۂ تر کو خبر نہ ہو

میری آنکھ کے بہتے ہوئے آنسوؤں کو بھی خبر نہ ہو کہ تو کدھر سے گیا اور کہاں گیا۔ (۲)

☆☆☆

کوچۂ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دِل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

تشریح اول:

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے بکھری ہوئی سنیت کو ایک مرکز پر لا کر کھڑا کر دیا اور جو اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں؛ انھیں آواز دی: تم اِدھر اُدھر کیوں جا رہے ہو؟ فرماتے ہیں ۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دِل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

یہ اہل سنت کے امام نے سنیوں کو ایک گلی بتا دی ہے۔ تمہاری مرکزی گلی، تمہاری ہدایت کی شاہراہ، تمہاری محبت کا آستانہ، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ ہے؛ اِدھر اُدھر بھٹکنا نہیں اور نہ بھٹکنے والوں کے ساتھ جانا ۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دِل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

اب آپ کو کیا چاہیے! جو اس گلی میں نہیں ہے؟ عزت چاہیے؟ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر عزت ہے، دنیا کی دولت چاہیے؟ دنیا کی دولت بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹھوکروں میں ہے، اللہ کا عرفان چاہیے؟ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نگاہ میں عرفانِ الٰہی کی تجلی ہے، کائنات کی ساری سعادتیں، دین و دنیا کی ساری برکتیں صرف ایک گلی میں ہے۔ کہنے والے نے کہا ہے ۔

کس بات کی کمی ہے مولا تیری گلی میں
دنیا تیری گلی میں عقبیٰ تیری گلی میں

سب یہاں ملتا ہے؛ آوارہ گردی میں کچھ نہیں ملتا ہے، محبت کا چراغ یہاں جلتا ہے، عرفان کی شاہراہ یہاں ملتی ہے، دین و دنیا کی برکتیں یہاں ملتی ہیں، ساری کائنات کی سعادتیں مصطفیٰ ﷺ کے دروازے پر ہیں؛ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جہاں تمہیں بھیک مانگنے کے لیے حکم دیا ہے، ان آستانوں پر بھیک مانگو! وہ بھیک بھی مصطفیٰ ﷺ کے دروازے کی ہوگی؛ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھیک مانگنے کے لیے نبی کا دروازہ بتایا اور نبی نے غوث وخواجہ کا دروازہ بتایا، یہ ہمارے آستانے ہیں۔ یہ ہے مصطفیٰ کی گلی، اجمیر اپنی جگہ پر ہے؛ لیکن اجمیر کو محبت کی نگاہ سے دیکھو تو مصطفیٰ ﷺ کی گلی نظر آتی ہے، بغداد ایک شہر ہے، جو شہر اپنی جگہ پر ہے عروس البلاد؛ لیکن اگر عقیدت کی نگاہ سے دیکھو! تو میرے غوث کی گلی، مصطفیٰ ﷺ کی گلی ہے۔ اور اگر محبت رسول ﷺ کی نگاہِ عرفان کی روشنی لے کر دیکھو! تو مصطفیٰ ﷺ کی گلی، خدا کا دروازہ ہے۔ اعلیٰ حضرت اسی حقیقت کو بیان کرتے ہیں: "بخدا خدا کا یہی ہے در، خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اللہ کا دروازہ یہی ہے۔ کون سا دروازہ؟ جو مصطفیٰ کا دروازہ ہے ؏

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مَفَر مَقَر

تشریح ثانی:

غالبؔ کا ایک مشہور شعر ہے ؂

دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم غیر ہمیں اٹھائے کیوں

نہیں سمجھے آپ؟ کبھی سانڈ کو دیکھا ہے؟ سانڈ سمجھے بیل جس کا کوئی مالک نہیں (وہ بیل جسے بطورِ منت آزاد کر دیا گیا ہو)، نہ اس کے گلے میں رسی، نہ وہ کھونٹے پر کبھی باندھا جاتا ہے، آوارہ گھومتا رہتا ہے؛ لیکن بڑا موٹا تگڑا (ہوتا ہے۔) شاید غالب نے اس کو کہیں بیچ چوراہے پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس کی ادائے بے ہنگامی سے وہ متاثر ہوا اور اعلان کرتا ہے ؏

دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستاں نہیں

دیر، یعنی یہ گرجا گھر نہیں ہے، یہ حرم کا دروازہ نہیں ہے، یہ کوئی شیخ ساہوکار (دولت مند/سرمایہ دار) کا گیٹ نہیں ہے، یہ کسی بزرگ کا آستانہ نہیں ہے؛ یہ رہ گزر ہے۔

دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم غیر ہمیں اٹھائے کیوں

گرجا گھر کے دروازے پہ بیٹھتے تو پادری لات مارتا، حرم میں بیٹھتے تو چوکیدار ہٹاتا، کسی سیٹھ کے گیٹ پر بیٹھتے تو چپراسی بھگاتا، کسی آستانے پر جم کے بیٹھتے تو مجاور بھگاتا، کہیں چین نہیں تھا؛ یہ ایک ایسا Spot ہے کہ چار چیزوں میں سے کوئی نہیں ہے؛ چوراہا ہے۔ اِدھر بھی راستہ، اُدھر بھی راستہ، اِدھر بھی راستہ، اُدھر بھی راستہ۔

دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم غیر ہمیں اٹھائے کیوں

ہارن بجاتے رہو؛ لیکن وہ جگالی کر کے سر پھیرتا رہتا ہے، جانا ہے تو جا! کھڑے رہنا ہے تو کھڑے رہ! ہم تو بیٹھے رہیں گے؛ یہ سانڈ کی ادا ہے؛ جو غالب کو بھا گئی تو اس نے شعر کہہ دیا اور میرے امام احمد رضا کا انداز دیکھو۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دِل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

ارے! دیر، آستاں، دروازہ، کیوں ڈھونڈتا ہے؟ ایک ایسا دروازہ ہے جہاں سے کوئی بھگایا ہی نہیں جاتا ہے؎

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں

دِل کو جو عقل دے خدا، دماغ کی عقل جو ہے یہ عقلِ عیار ہے، اور دل کو جو عاشق کے دل میں عشق کی عقل ملتی ہے وہ عیار نہیں ہے، صحیح فیصلہ کرتی ہے۔ اقبالؔ بھی کہنے پر مجبور ہو گیا ''مانا

کہ دل کے پاس رہے پاسبان عقل'' مانا! ہم تردید نہیں کرتے ہیں، تسلیم کرتے ہیں ۔

مانا کہ دل کے پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

عقل، اس کا ساتھ نہیں دے سکتی؛ اس کا فیصلہ عجیب ہے ''بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق''، یہ عشق کی عقل ہے، عقل کہتی تھی: جل جاؤ گے ۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

دوستو! یہ عقل، اور ہے؛ اعلیٰ حضرت اس کو چھوڑ کر کہتے ہیں: میاں! دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں۔ وہ (غالبؔ) سانڈ کو دیکھ کر شعر کہتا ہے؛ میرے اعلیٰ حضرت مدینے کی گلی دیکھ کر کے شعر فرماتے ہیں، دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ (۳)

☆☆☆

کامل واکمل

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

شرح:

یعنی اصولِ دین کی اصل اور جڑ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی غلامی اور محبت وعقیدت ہے، اگر اس میں نقص و کمی ہے تو تمام عقائد و اعمال ناقص ہیں، اگر محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامل ہے تو ایمان بھی کامل اور عمل بھی مقبول، بلکہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثمرہ یہ ہے کہ ناقص کامل ہو جاتا ہے اور کامل، اکمل بن جاتا ہے۔ (۴)

☆☆☆

حرم کی زَمیں

حرم کی زَمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے اَو جانے والے

شرح:

حرم کی زَمیں اور قدم رکھ کے چلنا؟ قدم رکھ کے چلنا: کچھ لوگ اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ پاؤں رکھ کے چلنا؛ لیکن میرا ذوق کہتا ہے، "قدم رکھ کے چلنا"، اردو کا محاورہ ہے، یعنی ایک شخص کسی کے گھر آیا تھوڑی دیر (رُکا) اور بولتا ہے چلتا ہوں؛ ارے! ابھی قدم رکھا اور چلے گئے۔ جلد بازی اور عجلت، فرماتے ہیں: حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا، چلو! چلو! چلو!

کچھ لوگ بولتے ہیں قدم سے نہیں چلنا چاہیے، پھر اعلیٰ حضرت کیا بلاغت سے فرماتے ہیں: ارے سر کا موقع ہے، یہاں لوگ سمجھتے ہیں کہ سر سے چلنا چاہیے، اور میرا ذوق کہتا ہے: "یہاں سب قربان کردینا چاہیے، ارے! پھر کہیں جانے کی نوبت ہی نہیں آئے"، ارے! سر کا موقع ہے، سر دے دینا! قربان کردے! قدم رکھا؛ اتنی جلدی جانے کی تیاری کر رہا ہے ؎

ارے سر کا موقع ہے اَو جانے والے

میں نے اس سے یہ مطلب اس لیے سمجھا ہے، مولانا! آپ بھی شاعر ہیں... جب وہ جا رہا ہے؛ آ نہیں رہا ہے، جا رہا ہے، چاہے پیر رکھ کے چلے، چاہے سر رکھ کے چلے؛ اگر وہ آتا تب امام احمد رضا کہتے، سر سے چل کر آ، یہ تو جا رہا ہے نا، یہ اس کا مطلب ہے کہ پیر رکھا اور چل دیا، اتنی جلدی؟ ارے! یہاں تو سر دے کر کے اپنی زندگی کو ختم کردے! تاکہ ہمیشہ تو یہیں رہ جائے ؎

حرم کی زَمیں اور قدم رکھ کے چلنا

ارے! یہ ڈانٹ ہے۔ ارے دیکھ! تعجب ہے۔

ارے! حیرت ہے۔

ارے! ایسا کہہ دیا! ارے ویسا ہو گیا!

یہ ڈانٹ بھی ہے، حیرت بھی ہے، استعجاب بھی ہے، اور کسی ناکامی پر سب سے بڑا افسوس ہے! (بارگاہِ محبوب میں تو سر دے دو۔ وہیں نثار ہو جاؤ۔ نچھاور ہو جاؤ۔ جان وار دو) ع

ارے سر کا موقع ہے اَو جانے والے (۵)

☆☆☆

جان کی اکسیر

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا مِلا
جان کی اکسیر ہے اُلفت رسول اللہ کی

شرح:

خاک سمجھتے ہیں؟ راکھ؛ یہاں راکھ ہے، جب لکڑی آگ میں ڈالی جاتی ہے تو وہ جل کے کیا بن جاتی ہے؟ ''راکھ'' اس کو ''خاک'' بھی کہتے ہیں: خاک ہو کر عشق میں، یعنی عشق کی آگ میں اپنے (آپ) کو جلا کر راکھ بنالو! کیا ملے گا؟ آرام سے سونا ملا؛ جب عشق میں خاک ہو گئے تو سونا ملا ع

جان کی اکسیر ہے اُلفت رسول اللہ کی

اس بے چین جان کی فوراً اثر کرنے والی دوا، اکسیر کہتے ہیں اس دوا کو کہ دوا کھاتے ہی آدمی ٹھیک ہو جائے، (اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں ؎

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا مِلا
جان کی اکسیر ہے اُلفت رسول اللہ کی

یہ بے چین جان کی دوا، اور ایسی دوا، ایک محبت کی گولی، اُلفت کی گولی کھالو! فوراً چین مل جائے

جان کی اکسیر ہے اُلفت رسول اللہ کی

اس کا مطلب ! آپس میں بیان ہورہا تھا، کسی نے کہا کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی آگ میں جل کر تم اپنے کو خاک بنا لو تو قبر میں آرام سے تم کو سونا ملے گا! فرشتے آئیں گے؛ نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ، سو جا جیسے دولہا اور دلہن سوتے ہیں، یہ اُلفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاثیر ہے۔“ میں بھی بیٹھا ہوا تھا، میں کچھ بول نہیں رہا تھا! لوگوں نے کہا: مجیب اشرف! تم بھی کچھ بولو۔ میں نے کہا: میرا ذوق اس شعر کے بارے میں یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک بہترین Chemist (کیمیا داں) تھے، کیمیا جاننے والے، کیمیا سمجھے نہیں؟ کیمیا جاننے والے لوہے اور تانبے سے سونا بنا لیتے ہیں؛ ان کے پاس ایسا Formula ہوتا ہے، جنگلوں میں مارے مارے بیچارے پھرتے ہیں، بدحال! یہ جڑی، وہ بوٹی، یہ سب تلاش کرتے ہیں پھر اس کی بھٹی لگاتے ہیں، اس میں سے سونا نکالتے ہیں، یہ ان کا ایک انداز ہے۔ امام احمد رضا بہترین Chemist تھے؛ لیکن کبھی سونا بنایا نہیں؛ لیکن اسی فن کے اُصولوں کو سامنے رکھ کر کے یہ شعر فرمایا ہے: خاک ہو کر عشق؛ اب، عشق جو ہے ایک جڑی اور بوٹی کا نام ہے، اس کا پورا نام ہے عشقِ پیچم (عشقِ پیچاں/ Dodder/Air Creeper) یہ جنگلوں میں ہوتی ہے، درختوں پر لپٹی ہوئی یہ ایک جڑی ہوتی ہے، اس کو یہ Chemist، کیمیا گر لاتے ہیں، اور ایک ہے پارہ؛ جو دکانوں پر ملتا ہے، اس پارے کو انگریزی میں Mercury کہتے ہیں، آپ کسی کاغذ یا پتے پر اس (پارہ) کو رکھو! اس کا ایک قطرہ، تو وہ کبھی بھی چین سے نہیں رہتا ہے، ہمیشہ ایسے ایسے (اِدھر اُدھر) ہلتا رہتا ہے، اگر آپ نے Mercury دیکھا نہیں ہے، تو تھرمامیٹر (Thermameter) دیکھا ہے؟ اس میں ایک قطرے جیسا (مادہ) ہوتا ہے جو اِدھر سے اُدھر ہو جاتا ہے، (اس آلہ کو) منھ میں، بغل میں رکھ کر کے ڈاکٹر Temprature (درجۂ حرارت) معلوم کرتے ہیں، تو اس کے

اندر جو Mercury ہوتا ہے وہ ہے پارہ؛ اس کو کہیں چین نہیں ہوتا، کہیں بھی رکھ دو یہ ہلتا رہتا ہے، ہلتا رہتا ہے؛ اسی لیے جو بچے یا جو آدمی چین سے بیٹھتے نہیں ہے؛ یوں، یوں، یوں (حرکتیں) کرتے رہتے ہیں، اس کو فارسی میں کہتے ہیں ''سیماب صفت''، اس میں پارہ کی صفت پیدا ہوگئی ہے۔ اب پارہ خوب اچھی طرح سمجھ گئے نا؟ کسی کا پارہ چڑھا تو نہیں نا؟

اس پارہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ جڑی بوٹی جس کو مل گئی (یعنی) عشقِ پیچاں اس میں گندھک اور دوسرے فارمولے ملا کر، اسی عشق پیچاں میں اس پارے کو لپیٹتے ہیں؛ پارہ اندر ہوتا ہے اور اوپر سے عشقِ پیچاں ہوتی ہے اور پھر اسے بڑے احتیاط سے آگ کی بھٹی بنا کر اس میں اس (مرکب) کو رکھتے ہیں اور پھر اس آگ کے بھٹی میں وہ آہستہ آہستہ، آگ کی گرمی سے وہ عشقِ پیچاں جل کر خاک ہو جاتی ہے اور اندر کا جو بے چین پارہ ہوتا ہے، وہ ٹھہر جاتا ہے، اس کو آرام مل جاتا ہے۔ Chemistry کی Language ہے کہ پارہ کو آرام مل گیا، آرام ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پارہ جو ہے، وہ سونا بن جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ہماری جان جو ہے، یہ بے چین ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں، اے لوگو! اس کو سکون کب ملے گا؟ تو فرماتے ہیں؛ اس کو نبی کے عشقِ پیچاں میں لپیٹ دو! اور پھر محبت کی بھٹی میں اسے ڈال دو! اور جب جان (یعنی) پارہ عشقِ پیچاں میں رہ کر کے اور جب وہ ساری چیزیں جو اس کے ارد گرد ہیں یہ بدن ہے، یہ دولت ہے، یہ دوسری دنیا کی محبت ہے، یہ سب خاک ہو جائیں گی؛ تو اس جان کو آپ دیکھو گے، یہ جان، محبت رسول کا سونا بن کر کے آرام سے قبر میں سکون کے ساتھ سوئے گی۔ (پھر) فرماتے ہیں ع

جان کی اکسیر ہے اُلفت رسول اللہ کی

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُلفت؛ اس جان کو چین دیتی ہے، آرام اس کی وجہ سے ملتا ہے اور جب اس جان کو آرام ملے گا تو قبر میں تو آرام سے سونا ملے گا ہی، ایک سونا ہے نیند والا اور ایک

سونا ہے وہ ڈلّے (کسی جمی ہوئی یا ٹھوس چیز/ دھات کا ٹکڑا) والا؛ تو یہ جان کی اکسیر ہے اُلفت رسول اللہ کی؛ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت ملے گی تو یہ جان جو ہے یہ محبت رسول ﷺ کا ڈلّا اور سونا بن جائے گی، یہ بڑی قیمتی چیز ہوگی، سونے سے جنت نہیں ملتی ہے، سونے کے ڈلّے سے پلاٹ (Plot) ملتا ہے، تو جنت کا پلاٹ اگر لینا ہے تو جان کو سونا بنا لو! یہ سونا ایسا قیمتی ہوگا (کہ) بازارِ قیامت میں جب نبی ﷺ کی محبت کے سونے کی اشرفیوں کو، سونے کے سکوں کو لے کر کے چلو گے! تو تمہیں جنت کا جو بھی پلاٹ چاہیے، جبرئیل Allot کر دیں گے؛ پہلے یہ ہے (کہ) پہلے اس (جان) کو سونا بناؤ۔(۶)

☆☆☆

دَہن میں زباں تمہارے لئے

دَہن میں زباں تمہارے لئے بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

شرح:

اس ''زبان'' کی بڑی قدر کرنا! یہ صرف مصطفیٰ ﷺ کے لیے بنی ہے، تو آپ کہیں گے کیا ہم دن بھر خاموش رہیں؟ نہیں خاموش مت رہو! جتنی اچھی بات کرو گے؛ وہ سب مصطفیٰ کے لیے ہوگی؛ سچ بولو گے مصطفیٰ ﷺ کے لیے، ماں باپ کے دل کو خوش کرو گے مصطفیٰ ﷺ کے لیے، اللہ و رسول کی رضا ہر اچھے کام میں ہے۔ اس زبان سے جو اچھے کلام نکلیں، سب بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں قبول اور جو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں قبول وہ اللہ کی بارگاہ میں قبول؛ تو زبان اسی لیے ہے کہ زبان کو اچھی باتوں میں استعمال کرو۔ دیکھو! ہم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی Activities (سرگرمیوں) کے لیے ہماری پوری Body میں دو دو Parts پیدا کیے ہیں، یہ پیر دو ہیں، ہاتھ دو ہیں، کان دو ہیں، ناک دو ہیں؛ اگر ایک (ناک) بند ہو جائے تو اس (دوسری)

سے آپ سونگھیں گے، اگر یہ (دوسری) بند ہو جائے تو اس (پہلی) سے آپ سونگھ سکتے ہیں؛ لیکن زبان؟ ایک ہے، سارا وجود آپ دیکھیے تو پروردگار عالم نے تمہارے وجود میں جتنے Parts بنائے ہیں؛ وہ سب دو دو ہیں؛ لیکن زبان ایک ہے، اس لیے کہ زبان پوری Body میں بہت زیادہ Important ہے، اسی زبان کا کھیل یہ ہے کہ زبان اگر سنبھلتی ہے تو ''مومن'' بنتا ہے اور زبان پھسلتی ہے تو ''کافر'' بن جاتا ہے؛ نبی کو اللہ کا نور بولو تو مومن؛ اور نبی کو اپنے جیسا کہہ دو تو کافر۔ زبان سنبھلی تو ایمان آ گیا اور زبان بگڑی تو کفر آ گیا۔ اس زبان کی اتنی Importance ہے۔ ہاتھ اگر کسی کو مار دو تو کافر نہیں ہوں گے، کسی کی چیز چرا لو تو کافر نہیں ہوں گے اور اگر آپ بازار میں چلے گئے یا کسی غلط جگہ چلے گئے تو کافر نہیں ہوں گے؛ (لیکن) یہ زبان غلط ہو گئی تو کافر ہو گئے اور جب زبان سنبھل گئی تو ایمان والے ہو گئے۔ اچھا! دو زبان اگر ہوتی تو آج حالت کیا ہوتی؟ پورا ہمارا سماج بکھر جاتا ہے؛ نکاح کی محفل میں آپ بیٹھتے، قاضی صاحب کہتے کہ فلاں کی بیٹی اتنا مہر، دو گواہوں کی گواہی سے اور حاضرین کے روبرو؛ اے نوشہ میاں! میں نے آپ کے نکاح میں دی، (نوشہ) اُدھر سے بولتا میں نے قبول کیا اور اِدھر سے بول دیتا میں نے طلاق دی؛ ارے! حالت خراب ہو جاتی۔ آپ Business کرتے، میں نے تجھ کو ایک لاکھ میں یہ مکان بیچا اور اُدھر سے کہہ دیتا نہیں بیچا، ایک ایک سماج کے کل پرزے، Parts الگ الگ ہو جاتے، انسانیت تباہ ہو جاتی، دنیا کا سکون چھن جاتا، ربِ کائنات نے اس لیے زبان ایک دی ہے اور ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (سورۃ الاحزاب: ۷۰)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور بولو تو نرم اور اچھی بات بولو۔ تو یہ زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے اور جس نے اپنی زبان کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے Control میں دے دیا، اس زبان سے کبھی کوئی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی؛ دَہن میں زباں تمہارے لئے، اور بدن میں ہے جاں تمہارے لئے، ہم آئے یہاں تمہارے لئے اور ان شاء اللہ، اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے؛ ہم

اپنے محبوب کو تلاش کر رہے ہیں، جہاں جہاں پتہ چل رہا ہے کہ محبوب یہاں ہیں، آ گئے؛ اب پتہ چلا کہ وہاں ملیں گے، تو وہاں بھی جائیں گے، ہمیں کوئی ڈر نہیں ہے آخرت سے، ہم تو اپنے محبوب کی تلاش میں چل رہے ہیں۔ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

عدم سے لائی ہے ہستی میں آرزوئے رسول
کہاں کہاں لیے پھرتی ہے جستجوئے رسول (۷)

☆☆☆

عرش سے افضل

رباعی

کعبہ سے اگر تربتِ شہ فاضل ہے
کیوں بائیں طرف اُس کے لئے منزل ہے
اس فکر میں جو دل کی طرف دھیان گیا
سمجھا کہ وہ جسم ہے اور یہ مرقد دل ہے

شرح:

اعلیٰ حضرت کا علم تو "فتاویٰ رضویہ" (العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة) میں ہے، اعلیٰ حضرت کا علم "المحجة المؤتمنة فی اٰیة المُمتحنة" میں ہے، اعلیٰ حضرت کا علم "الکوکبة الشهابیة فی کفریات ابی الوهابیة" میں ہے، اعلیٰ حضرت کا علم تو "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" میں ہے۔ ابھی میں اس کے Chapter نہیں کھول رہا ہوں، "حدائق بخشش" ہر محفل میں اس کے اشعار پڑھے جاتے ہیں، اسی میں ایک رباعی اعلیٰ حضرت کی ہے، ارشاد فرماتے ہیں ؎

کعبہ سے اگر تربتِ شہ فاضل ہے
کیوں بائیں طرف اُس کے لئے منزل ہے

پہلے ایک مسئلہ سن لو! اسلام میں مسئلہ یہ ہے کہ افضل کو داہنی طرف Right Side میں رکھا جاتا ہے۔آپ کی کچھی بولی میں ’جمنی سائیڈ‘ اور بائیں کو’ڈابی سائیڈ‘ اگر کوئی بزرگ آیا تو آپ اس کو’ڈابی سائیڈ‘ مت بیٹھایئے، ’جمنی سائیڈ‘ بیٹھایئے، اس (دائیں) ہاتھ کو افضلیت ہے اس (بائیں) ہاتھ سے، اسی لیے قرآن اٹھاتے ہیں آپ! داہنے ہاتھ سے، کھانا کھاتے ہیں داہنے ہاتھ سے، کنگھا کیجئے داہنی طرف سے، داہنے ہاتھ سے: یہ ہے جمنی سائیڈ، اس کو اسلام میں افضلیت اور برتریت فرمائی اور جو افضل ہوگا وہ جمنی سائیڈ ہوگا؛ لیکن اب پورے حجاز کا آپ Map اور نقشہ اٹھا کر دیکھیں! تو کعبے سے شمال کی طرف، شمال کہتے ہیں ڈابی سائیڈ کو، مدینہ، مکّے سے ڈابی سائیڈ ہے اور کم درجے والا ڈابی سائیڈ ہوتا ہے اور زیادہ درجے والا افضل جو ہے جمنی سائیڈ ہوتا ہے؛ امام احمد رضا فرماتے ہیں: ایک الجھن پیدا ہوگئی، اسلام کا Rule And Regulation داہنے ہاتھ کو فضیلت دے رہا ہے اور یہاں جب ہم حجاز کا نقشہ دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں: ”کعبہ سے اگر تربتِ شہ فاضل ہے“، یعنی افضل ہے (تو پھر) ”کیوں اس کے لیے بائیں طرف منزل ہے؟“، چاہیے تو یہ (کہ) داہنی طرف ہوتا مدینۃ الرسول؛ لیکن آج معاملہ الٹا ہے، مدینہ ڈابی سائیڈ اور کعبہ جمنی سائیڈ؛ حالاں کہ مسئلہ یہ مسلّم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزارِ پاک عرشِ الٰہی سے بھی افضل ہے، اور یہ صرف ہمارا مسئلہ نہیں ہے، دیوبندی بھی اس کو مانتے ہیں کہ وہ قبرِ پاک کی زمینِ مبارک جہاں حضور کا بدنِ پاک لیٹا ہوا ہے، عرشِ الٰہی سے بھی افضل ہے، کعبہ سے بھی افضل ہے؛ جب یہ متفقہ اور مجمع علیہ مسئلہ ہے (یعنی اس پر) سب کا اجماع ہے، اے پروردگارِ عالم! آخر تربتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ سے ڈابی سائیڈ کیوں رکھا ہے؟ (یہ) ایک الجھن ہے۔اعلیٰ حضرت نے ہر اُلجھن کو سلجھایا ہے، اس اُلجھن کو بھی سلجھائیں گے! اور بالکل آسانی کے ساتھ، فرماتے ہیں ؎

کعبہ سے اگر تربتِ شہ فاضل ہے
کیوں بائیں طرف اُس کے لئے منزل ہے

اب دوسرا شعر سنو! رباعی کا، فرماتے ہیں: اس فکر میں، اس سوچ و چار میں، اسی تجسس میں، اس فکر میں جب دل کی طرف دھیان گیا؛ کیا شان ہے اعلیٰ حضرت کی، فرماتے ہیں اسی وچار میں بیٹھا تھا کہ ایسا کیوں ہے مولا؟ تو رب کی تائید ہوئی ع

اس فکر میں جو دل کی طرف دھیان گیا

سمجھا کہ وہ "یعنی کعبہ" جسم ہے اور یہ "یعنی مدینہ" مرقد دل ہے؛ فرماتے ہیں ''کعبہ جسم ہے اور وہ مدینہ دل ہے'' ع

سمجھا کہ وہ جسم ہے اور یہ مرقد دل ہے

اب سمجھ میں آ گیا؛ دل کو اللہ نے اپنی تخلیق میں اتنا Important رکھا ہے؛ لیکن جس پر پورے بدن کا دار و مدار ہے؛ اس کو بائیں طرف رکھا ہے، دل اگر نہ رہے؟ تو بدن فیل، ہاتھ فیل، ہارٹ فیل تو سب فیل، ارے! مصطفیٰ ﷺ زندہ ہیں تو ساری کائنات زندہ ہے، کعبہ کی بہار ہے، فرماتے ہیں ؎

ہے اُنھیں کے دَم قدم کی باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالَم نہیں

آج بھی اگر مصطفیٰ ﷺ نہ ہوں، یہ سارا عالم موت کے گھاٹ اور فنا کے گھاٹ اتر جائے گا، نہ کعبہ کی عظمت رہے گی نہ بیت المقدس کا تقدس رہے گا؛ یہ سب "لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے" ؎

ہوتے کہاں خلیل و بِنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صَاحبی سب تیرے گھر کی ہے

اس لیے فرماتے ہیں۔

کعبہ سے اگر تربتِ شہ فاضل ہے
کیوں بائیں طرف اُس کے لئے منزل ہے
اس فکر میں جو دل کی طرف دھیان گیا
سمجھا کہ وہ جسم ہے اور یہ مرقد دل ہے(۸)

☆☆☆

سازِ محبت

لب پر آجاتا ہے جب نامِ جناب منھ میں گُھل جاتا ہے شہدِ نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب اپنے لب چُوم لیا کرتے ہیں

شرح:

محبوب (پاک صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی لذت اور چاشنی کچھ اور ہی ہے، جس کو اہل محبت ہی محسوس کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

لب پر آجاتا ہے جب نامِ جناب منھ میں گُھل جاتا ہے شہدِ نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب اپنے لب چُوم لیا کرتے ہیں

لوگ پوچھتے ہیں کہ اس کا ثبوت دو، کہاں اور کس کتاب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اقدس سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا چاہیے، یہ بدعت ہے، تو سنو! سیدنا حافظ الحدیث حکیم ترمذی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ''نوادر الاصول'' میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دن صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں عاشق رسول سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کے مئذنہ سے اذان کا ترانہ بلند کیا۔ مجمع پر سکوت طاری ہو گیا، سب حضرات ہمہ تن گوش ہو

کر اذانِ بلالی سن رہے تھے اور زیرلب کلماتِ اذان کا جواب دے رہے تھے، جب مؤذن رسول نے پکارا، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ، سوزِ بلالی نے محرم رازِ مصطفیٰ، سیدنا صدیق اکبر کے سازِ محبت کو چھیڑ دیا، روحِ صدیق جھوم پڑی، نئی ادا نرالی شان سے صدیق جاں نثار کے دونوں ہاتھ اُٹھے، انگوٹھوں کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا، آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس یارِ غار کی ادائے محبت کو کنکھیوں سے دیکھ لیا، جب اذان ختم ہوئی دُعا پڑھی جا چکی، تو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبارک اُٹھایا اور اپنے جاں نثار کو نگاہِ مسرت سے ملاحظہ فرمایا۔ یہ نگاہ وہ نگاہ تھی کہ ؎

جس طرف اُٹھ گئی دَم میں دَم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ کے رسول نے دیکھا اور دیکھ کر فرمایا: مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيْلِي فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ، میرے اس پیارے دوست ابوبکر نے جو کام کیا ہے، آئندہ جو ایسا کرے گا، اس کے لیے قیامت میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔(۹)

☆☆☆

حوالہ جات:

۱ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Onki-Vila-Mei-Aisa.mp3

۲ خطاب سورت، گجرات ۲۰۱۸ء

۳ تشریح اول:

http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Phir-ke-Gali-Gali-Tabah.mp3

تشریح دوم: http://youtu.be/_tAo8m_0qk?feature=shared

۴ خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۶۲

۵ رائچور، ۲رستمبر ۲۰۱۳ء

۶ خطاب ورنگل (T.S.)، ۲۸راکتوبر ۲۰۱۸ء

۷ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Zabaa-Thumharey-Liye.mp3

۸ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Kaba-Se-Agar-Turbath-E-Shah.mp3

۹ خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۶۴

باب6.......رعنائی ذکرِ میلاد

جلالِ نورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تیری آمد تھی کہ بَیتُ اللہ مُجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا

شرح:

امام احمد رضا کا (یہ) شعر حدیث کی ترجمانی ہے۔ پہلے حدیث سنو! حضرت عبد المطلب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا، حضور کے میلاد اور پیدائش کے وقت کعبے کا طواف کر رہے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہاں، حرم میں بیٹھے ہوئے تھے؛ اچانک دیکھتے ہیں کہ کعبہ میرے گھر کی طرف جھک رہا ہے، عبدالمطلب کو بڑا تعجب ہوا، کعبہ جھک رہا ہے، گِر تو نہیں رہا ہے، دیکھا کہیں سے گِر نہیں رہا ہے (بلکہ) جھک رہا ہے۔ جھکنا اور گِرنا میں بہت بڑا فرق ہے، آپ کی دیوار اگر جھکے تو اُدھر سے اٹھے گی لیکن کعبہ جھکا ہے؛ نہ اٹھا ہے، نہ سرکا ہے، جھک رہا ہے؛ جیسے آپ جھکتے ہیں، جھکتے ہیں تو گِرتے نہیں ہیں، سنبھل کر جھکتے ہیں، کدھر جھکنا ہے سوچ سمجھ کر جھکتے ہیں؛ آج کعبہ جھک رہا ہے، اس گھر کی طرف جس میں کائناتِ انسانیت، کائناتِ عالم کی جان؛ جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد ہو رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: مُجرے کو جھکا، مُجرا سمجھتے ہیں؟ تعظیم کے لیے کسی کے سامنے جھک کر سلام کرنا، ہندوستان کے دوسرے شہروں میں آپ جائیں تو لوگ سلام کیسے کہتے ہیں؟ السلام علیکم اور ملٹری والے Salute مارتے ہیں، سینہ تانتے ہیں اور طمانچہ بھی مارتے ہیں؛ لیکن ہمارے ہاں سلام کا یہ طریقہ نہیں ہے، خاص طور سے حیدرآبادی تہذیب کو دیکھیے! تو بڑی اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا، کوئی اگر آتا ہے تو آپ سلام یوں (سینہ تان کر) نہیں کرتے ہیں؛ آپ یوں (جھک کر سلام کرتے ہیں۔) تھوڑا سا تو جھکتے ہیں، یہی ہے مجرا؛ سلام کر رہا ہے اور سرِ نیاز بھی جھکا رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"کعبہ جو مرکزِ ہدایت و برکت ہے، حق کی نشانی ہے، میلاد کے وقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجرا کر رہا ہے، تسلیم بجا رہا ہے، جھک رہا ہے (اور) دنیا کو بتا رہا ہے (کہ) حق والا میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سن کر جھک جاتا ہے ع

تیری آمد تھی کہ بیتُ اللہ مُجرے کو جھکا

یہ تو حقانیت کا نشان تھا، کعبہ؛ اور یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں، ایک ایک بات کے لیے میں آیت کی دلیل پیش کر سکتا ہوں، (اِس) غلامِ احمد رضا کو یہ فیض مفتی اعظم سے ملا ہے، سن لو! وہ آیت، اللہ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

(سورۃ آل عمران:۹۶)

پہلا گھر مکّہ میں بنایا گیا اور وہ گھر کیا ہے؟ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ، برکتوں کا مرکز ہے اور ہدایت کا Center ہے؛ وہ مرکزِ ہدایت اور مرکزِ برکت بیت اللہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی، میلاد ہوا تو سلام کر رہا ہے، جھک رہا ہے؛ معلوم ہوا حق ولادتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوش ہو کر سلام کرتا ہے، اور دوسرے مصرعے میں فرماتے ہیں ع

تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا

یہ تھرتھرانا اور گِرنا: جب کوئی گھبرا کر، ہیبت زدہ ہو کر گرتا ہے تو سوچ سمجھ کر نہیں گرتا ہے، تھرتھراتا ہے، کہیں اوندھا ہوتا ہے، کہیں چت ہوتا ہے، کوئی دائیں، کوئی بائیں، آئیں بائیں کر کے کہیں بھی گِر گیا یا بھاگ گیا، ہیبت ایسی چیز ہے۔ تو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت باطل پر یہ ہے (کہ) وہ نبی کا مجرا نہیں کرتا ہے؛ (بلکہ) گھبرا کر گرتا ہے۔ کدھر جاؤں! کہاں جاؤں! یہ Dividation کر دیا اللہ تعالیٰ نے اور یہ کیوں؟ حدیث میں آیا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد ہوا تو لات و ہبل، بڑے بڑے حضرت جی وہاں بیٹھے تھے، 360

رگھسے تھے؛ کسی کی ناک لمبی، کسی کا کان بڑا، کسی کا توند نکلا ہوا، ایسے ایسے اینڈ بینڈ 360 رگھسے تھے؛ لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد ہوا تو تھر تھرائیں، کوئی اِدھر گِرا، کوئی اُدھر گِرا، کیا کریں؟ ارے! کیا کرے گا، اب تیری زندگی کا خاتمہ ہو رہا ہے! باطل تھر تھراتا ہے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور نشانِ حق جھکتا ہے مجرے کے لیے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

تیری آمد تھی کہ بیتُ اللہ مُجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھر تھرا کر گر (۱)

☆☆☆

منکر فضائل رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ذِکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امّت رسول اللہ کی

شرح:

نجدی آپ کے فضائل وکمالات کی کمی کو ثابت کرنے کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، اور یہ گروہ آپ کے ذکر خیر کی محفلوں کو بند کرنے کی سعی میں لگا رہتا ہے، پھر بھی امت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس لیے امام احمد رضا فرماتے ہیں ؎

ذِکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امّت رسول اللہ کی

یعنی ''ذکر روکے'' میلاد مت کرو، بدعت ہے... ''فضل کاٹے'' نبی کے لیے علم غیب مت مانو، غیر خدا کو علم غیب ماننا شرک ہے... ''نقص کا جویاں رہے'' نبی ہمارے جیسے بشر ہیں، ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں، جس کا نام محمد اور علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، معاذ اللہ رب العالمین... ان

گستاخوں میں تین عیب پائے جاتے ہیں: (ا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر خیر سے لوگوں کو روکتے ہیں اور کہتے ہیں وہ بھی بشر ہیں ان کی تعریف بشر کی سی کرو، سو اس میں بھی کمی کرو، (۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ کی طرف سے جو فضائل و کمالات عطا ہوئے ہیں اس میں کٹوتی کرتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ ان کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تھا، کبھی کہتے ہیں شیطان اور ملک الموت کا علم آپ کے علم سے زیادہ تھا، کبھی کہتے ہیں کہ آپ کے بعد بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے تو آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا، کبھی کہتے ہیں کہ مر کر مٹی میں مل گئے، معاذ اللہ، باوجود اس کے سب سے بڑے مسلمان اور موحد بن رہے ہیں۔

(واضح رہے کہ مذکورہ گستاخیاں اکابر علماے دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی نے ''حفظ الایمان'' میں؛ مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی نے ''تحذیر الناس'' میں اور مولوی اسماعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' میں کی ہیں۔)(۲)

☆☆☆

زمین و زماں تمہارے لئے

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

شرح:

(یہ زمین اور آسمان) ہمارے، آپ کے لیے نہیں ہیں؛ سب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ہیں، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں یہ ہمارے لیے ہیں، یہ شان ہے میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی، اللہ فرماتا ہے:

لولاك لما خلقت الأفلاك (آلوسی، تفسیر روح المعانی، ۱:۵۱)

یہ حدیثِ قدسی ہے، اللہ فرماتا ہے: ''اے حبیب! اگر آپ کو پیدا کرنا مجھے منظور نہ ہوتا

تو نہ میں زمین بناتا نہ آسمان بناتا۔" اس لیے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ع

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے

مکین ہم ہیں اور مکان یہ ہے، ہم بھی نبی کے لیے، ہمارا مکان بھی نبی کے لیے ہے؛ چُنین و چُناں۔ آپ کہیں گے یہ کیسے، وہ ویسے، یہ ایسا، اور کیسا، یہ سب ہے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے... چُنین و چُناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے... اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

دہن میں زباں تمہارے لیے؛ اے اللہ کے حبیب! یہ زبان بھی اللہ نے ہم کو اس لیے دی ہے کہ آپ ہی کے اوصاف بیان کرے، آپ ہی کی نعت لوگوں کو سنائے، آپ ہی کی خوبیوں کا تذکرہ کرے؛ پروردگار عالم نے زبان اس لیے نہیں دی ہے کہ آپ کو اپنے جیسا کہے، اس لیے نہیں دی ہے کہ آپ کے (علم) غیب کا انکار کرے، اس لیے زبان نہیں دی ہے کہ کہے "اللہ کے سامنے ہر چھوٹا بڑا مخلوق چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے!" (معاذ اللہ)... ہمیں تو زبان اس لیے ملی ہے کہ انہیں طٰہٰ کہے، انہیں یٰس کہے، انہیں مدثر کہے، انہیں مزمل کہے، انہیں اپنا آقا کہے، شافع محشر کہے، ساقی کوثر کہے، یتیموں کا سارا، بیواؤں کا آقا (کہے)؛ یہ ہمارے لیے زبان، اس لیے دی گئی ہے کہ ؎

دَہن میں زباں تمہارے لئے بدن میں ہے جاں تمہارے لئے

ہم آئے یہاں تمہارے لئے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

یہ مومن کی شان ہے، احسان مانتا ہے تو زبان بھی انہیں کے لیے ہے، جان بھی انہیں کے لیے ہے، ارے! سب کچھ ان کے لیے، ہمارے ماں باپ ان کے لیے ہیں، اتنا بڑا پروجیکٹ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے، قرآن ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (سورۃ البقرہ: ۲۹)

اے لوگو! نبی کے صدقے میں، میں نے یہ زمین بنائی ہے، تو یہ نہ سمجھنا کہ نبی کو اس کی

ضرورت تھی؛ (بلکہ) تمہیں ضرورت ہے، اس لیے میں نے یہ زمین تمہارے لیے، نبی کے صدقے میں عطا کردی ہے؛ ورنہ تمہاری کیا حقیقت ہے؟ یہ تو مصطفیٰ ﷺ کا کرم ہے، اللہ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا، جو کچھ زمین میں ہے، زمین کے اوپر ہے، اس کی تہہ میں ہے اور یہ ساری تمام زمین کی بہاریں، یہ Diamond کی کانیں، یہ کھدانیں، یہ Petrol، یہ Disel، یہ سونا، یہ چاندی، یہ زمین کی زرخیز تمام مٹیاں، یہ سب کس کے لیے ہیں؟ مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں ملی ہیں، اور صرف زمین ہی نہیں مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں ملی؛ اللہ فرماتا ہے:

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

(سورۃ البقرہ:۲۹)

زمین بنانے کے بعد، اس میں بیج ڈالا؛ تمہارے لیے، یہ آسمان بھی مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں تمہیں ملا ہے؛ اب بولو! نعمت اللہ کی، دلانے والے مصطفیٰ؛ کرم اللہ کا، دلانے والے مصطفیٰ؛ رزق اللہ کا، کھلانے والے مصطفیٰ؛ یہ مصطفیٰ ﷺ کا احسان پوری مانو جاتی پر ہے کہ نہیں؟ پوری انسانیت پر ہے۔ (۳)

☆☆☆

لاکھوں سلام

سلامِ رضا کے قطعہ بند اشعار

پہلا شعر:

مجھ سے خدمت کے قُدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اس کو شعرا کی بولی میں کہتے ہیں؛ قطعہ بند، یعنی چار مصرعے کو ایک ساتھ پڑھیں گے تب اس کا پورا معنی سمجھ میں آئے گا، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ع

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور

یہ "کاش" جو ہے، آمد کے اوپر نہیں ہے، وہ تو حضور کی آمد ہوگی ہی، یہ کاش! مبتدا ہے، اس کی خبر دوسرا شعر ہے؛ فرماتے ہیں: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میدانِ محشر میں آن، بان، شان کے ساتھ تشریف آوری ہو اور سارے انبیا، اولیا، فرشتے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجیں: "الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ"... ایسا ماحول جب بنے؛ تو کاش کہ خدمت کے قدسی مجھ سے کہیں "ہاں رضا! مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"، اے احمد رضا! تم وہ سلام پڑھو جس کا مطلع ہے ع

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

یہ ''کاش'' جو ہے حضور ﷺ کی آمد کے لیے نہیں ہے؛ تمنا کرنا، وہ تو Confirm ہے، تمنا اس چیز کی کی جاتی (ہے) جو Confirm نہ ہو؛ اس کے لیے (اعلیٰ حضرت نے) دعا کی: مولیٰ! کاش! کہ اس وقت آپ ﷺ کی خدمت میں جو فرشتے رہیں، مجھے دیکھ کر کہیں: احمد رضا! تم بھی جلدی سے پڑھو! ع

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اس لیے ہمیشہ اس کو ملا کر پڑھیے تا کہ اعلیٰ حضرت کی روح خوش ہو، اس کو الگ کر دیا جاتا ہے، تو ایسے ہی ہوتا ہے جیسے دھڑ الگ، منڈی الگ؛ جوڑ کے رکھو!

دوسرا شعر:

ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

اسی طرح ایک اور شعر قطعہ بند ہے؛ اس کو اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں، وہ (شعر) بھی جب پڑھو تو چاروں مصرعے ملا کر پڑھو! آپ سوچ رہے ہوں گے وہ کون سا ہے؟ "میرے استاد ماں باپ بھائی بہن"، یہ پہلے ہے اور لوگ اس کو چھوڑ کر کے پڑھتے ہیں: "ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں"، اب سوال یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے دعویٰ کب کیا؟ یہ شعر تشنہ رہ جاتا ہے۔

ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

یہ سنگل (اکیلا) ہے۔ اس سے پہلے والا شعر 'دعویٰ' ہے۔

میرے استاد ماں باپ بھائی بہن
اَہل وُلد و عَشیرت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

یہ بھی "قطعہ بند" ہے۔ اس کو ملا کر پڑھنا چاہیے؛ تب دعویٰ بھی سمجھ میں آئے گا اور پھر اس دعویٰ پر خود تنہا نہیں؛ بلکہ ساری امت کو اعلیٰ حضرت شامل فرما رہے ہیں، (کیوں کہ) وہ خیر خواہِ امت تھے، ان کی فکر رسا تھی، بہت دور تک پہنچنے والی تھی؛ یہ کہا "میرے استاد ماں باپ بھائی بہن"، یہ تو اپنے ہیں! یہ کہنے کے بعد اب فکر رضا انگڑائی لیتی ہے کہ۔

ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

تو اس طرح سے اعلیٰ حضرت کے بہت سے اشعار قطعہ بند ہیں۔ (۴)

☆☆☆

صرف اُن کی رَسائی ہے

سُنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رَسائی ہے
گر اُن کی رَسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

شرح:

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں ع

سُنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رَسائی ہے

کس سے سنا؟ چار یار سے سنا، صحابہ سے سنا، غوث وخواجہ سے سنا؛ آج تک ہم یہی سنتے آئے ہیں کہ محشر میں اگر پہنچ ہے کسی کی اللہ تعالیٰ تک، وہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

سُنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رَسائی ہے
گر اُن کی رَسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسائی ہے تب تو ہماری بن آئی ہے، گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچ ہے اللہ تک، اس دن کسی کی پہنچ نہیں ہے۔ آپ حدیث کا مطالعہ کریں، سارے لوگ پریشان حال، حضرت آدم کے پاس جائیں گے کہ آپ چل کر ہماری سفارش کردیجیے، آدم علیہ السلام فرمائیں گے: نفسی اذهبو الی غیری،

اے لوگو! میں تمہاری کوئی سفارش اللہ کی بارگاہ میں نہیں کرسکتا، مجھے خود اپنی پڑی ہے؛ حضرت آدم سے لے کر جناب عیسیٰ تک یہی سلسلہ چلے گا، ہر نبی کے پاس لوگ جائیں گے اور سب کہیں گے کہ نفسی اذهبو الی غیری، کوئی کیوں نہیں پہنچا؟ اس لیے کہ حضور ہی کی رسائی وہاں تک ہے ع

خلیل ونجی، مسیح وصَفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی

سب سے جا کر کہا، صفی اللہ سے کہا، خلیل اللہ سے کہا، کلیم اللہ سے کہا، کلمۃ اللہ سے کہا، خلیل اللہ سے کہا؛ سبھی سے کہی؛ کہیں بھی بنی؟ (اعلیٰ حضرت) سوال کر رہے ہیں: سبھی سے کہی؛ کہیں بھی بنی؟ نہیں بنی ؏

یہ بے خبری کہ خَلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

یہ حدیث سنتے ہوئے ہماری پوری زندگی گزر گئی کہ ایسا ایسا ہوگا، کوئی سنے گا نہیں، آخر میں مصطفیٰ ﷺ شفاعت کریں گے؛ یہ بات قیامت میں آپ بھول کیوں گئے؟ کیوں بے خبر ہو گئے؟ جب سنا تھا کہ آدم بھی ہماری مدد نہیں کریں گے، عیسیٰ علیہ السلام بھی، خلیل اللہ علیہ السلام، کوئی مدد نہیں کریں گے، تو Direct چلے جاتے مصطفیٰ ﷺ تک؛ اتنا ٹائم کیوں آپ نے وہاں پر لگایا؟ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہ بے خبری اللہ کی طرف سے تم پر طاری کر دی گئی ہے، سنا تھا؛ بے خبر ہو گیا تھا، کہ وہاں بھی کوئی (بدعقیدہ وہابی) یہ نہ کہے: "ارے مصطفیٰ ﷺ کے پاس Direct کیوں آئے؟" حالاں کہ یہاں Direct ہونے کا انکار کرتا ہے اور وہاں اعتراض کرے گا (کہ) رسول کے پاس کیوں آئے؟ یہ کام تو آدم بھی کر سکتے تھے، عیسیٰ بھی کر سکتے تھے، سب تمہاری مدد کر سکتے تھے؛ تو اللہ نے سب کے ذہن سے بھلوا دیا تھا کہ "کوئی نہیں کر سکتا، میرا محبوب ہی صرف تمہاری مدد کر سکتا ہے۔" معلوم ہوا کہ اللہ تک صرف حضور ﷺ کی رسائی ہے، اس حدیث سے ثابت ہوا؛ فرماتے ہیں کہ ؎

سُنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رَسائی ہے
گر اُن کی رَسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

لیکن! اب یہاں سے میں امام احمد رضا کا عشق بتانا چاہتا ہوں؛ اگر مگر وہاں ہوتا ہے جہاں کچھ شبہہ، Doubt ہوتا ہے۔ (مثلاً کہا جاتا ہے) اگر آؤں گا تو ایسا کروں گا، یہاں یقین نہیں ہوتا ہے... (دوسری مثال) اگر جاؤں گا تو تمہارے گھر آؤں گا، یہ یقینی بات نہیں ہے، یہ

شک کی بات ہے، شبہہ کی بات ہے؛ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں شک اور شبہہ امام احمد رضا کیسے گوارا کر سکتے ہیں، تو مقطع میں فرماتے ہیں: مَطلَع میں یہ شک کیا تھا؟... یہ جو امام احمد رضا تم نے استعمال کیا (یہ کیا تھا؟ بلکہ اللہ کی قسم، اللہ کی قسم وہاں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسائی ہے۔)۔

مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضاؔ واللہ
صرف اُن کی رَسائی ہے صرف اُن کی رَسائی ہے (۵)

☆☆☆

صبح طیبہ میں ہوئی

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

شرح:

جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت ہوئی اور صبح کا سویرا تھا تو اللہ تعالیٰ نور کا باڑا، نور کا صدقہ کائنات کو دے رہا تھا؛ چاند کو نور کا صدقہ ملا، سورج کو نور کا صدقہ ملا، صبح کے سویرے کو نور کا صدقہ ملا۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

ام سلیم کہتی ہیں: حضرت سیدہ آمنہ کہتی ہیں کہ جب میرا لال میری گود میں آیا تو ہم نے یہ دیکھا کہ آسمان کے ستارے جھکے آ رہے ہیں، آمنہ کے آنگن میں آ رہے ہیں؛ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں یہ کیوں آ رہے تھے؟ جیسے کہ مانگنے والے بھکاری؛ سخی کے دربار میں کچھ لینے جاتے

ہیں، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج آئے ہیں نور بن کر؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ (سورۃ المائدہ:۱۵)، بلاشبہہ اللہ کی طرف سے اے لوگو! تمہارے پاس نور آیا؛ جب نور آیا تو جتنے نورانی ستارے تھے، بھاگتے ہوئے نور کے دربار میں آئے کہ یارسول اللہ! ہماری بھی جھولی بھر دیجیے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا(٦)

☆☆☆

نغمۂ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گونج

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش میں طرفہ دُھوم دَھام
کان جِدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

شرح:

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی داستان، چھیڑ چھاڑ، نغمۂ مصطفیٰ عرش کی پہنائیوں میں گونج رہا ہے، فرش کی وسعتوں پر، زمین کے چاروں طرف، چاہے وہ گلستاں ہو یا ویرانہ ہو، چاہے جنگل ہو یا صحرا ہو، بستی ہو یا دریا کا کنارہ ہو، پہاڑ کی چوٹی ہو یا پرندوں کی چہچہاہٹ ہو یا ہواؤں سے ہلتے ہوئے پتے؛ جو تالیاں بجارہے ہیں، ان کی نغمہ سرائی ہو؛ کائنات کی ہر پست اور بلند آواز میں، اگر بلالی کان ہے، رضوی دل ہے، صہیبی ذہن ہے، سلمانی ایمان ہے تو ہر جگہ نغمۂ داستانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنائی دے گی ع

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش میں طرفہ دُھوم دَھام

کان جدھر لگایئے؛ لیکن کون سا کان؟ گدھے کے پاس بھی کان ہوتا ہے؛ تمہارے

کان سے بڑا کان، ہاتھی کا اتنا بڑا کان کہ اتنا بڑا کسی کا کان نہیں؛ لگتا ہے یہ کوئلے کا کان ہے۔ اتنے بڑے بڑے کان کس کام کے؟ ارے! کان لے گیا کوّا، دوڑو! کوّے کے پیچھے، جائز کہو یا ثواب، لے گیا تمہارا کان؛ لیکن وہ کان جو احمد رضا کے پاس ہے، جس کو نسبت ہے کانِ لعلِ کرامت سے، جس کو تعلق ہے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سے)، جو دور و نزدیک کی باتیں سنتے ہیں، (اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں ؎

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

اس کانِ لعلِ کرامت سے جس کان کا تعلق ہے، Connection ہے، وہ صرف اپنے ابا اور اماں کی بات نہیں سنتا، اپنے بیٹے کی آواز نہیں سنتا، ارے اس کان میں بلالی عشق کی جھنکار ہوتی ہے؛ فرش پہ، عرش پہ، زمین پر، پہاڑ کی چوٹیوں میں جو نغمہ سرائی ہوتی ہے، ہر آواز میں نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُر سنائی دیتی ہے؛ وہ کان چاہیے، جو امام احمد رضا کے پاس ہے؛ سب حاجی جاتے ہیں، طواف کر کے آجاتے ہیں اور امام احمد رضا طواف کر رہے ہیں تو چونک کر فرماتے ہیں ؎

غور سے سُن تو رضاؔ کعبہ سے آتی ہے صَدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

میری آنکھوں سے، کعبہ کیا بول رہا ہے؟ اے حاجیو! اپنی آنکھ لے کر مت جانا، کعبے کی آنکھ لے کر جانا؛ اس لیے کہ کعبہ کی آنکھ لے کر جاؤ گے تو کعبہ کے کعبہ کی عظمت کو دیکھو گے، اور ابو جہل کی آنکھ لے کر گئے؟ عبداللہ ابن ابی بن سلول کی آنکھ لے کر گئے؟ کہیں گنگوہ کے سورداس کی آنکھ لے کر گئے؟ نتیجہ کیا ہوگا؟ نہ کعبہ نظر آئے گا؛ نہ گنبد خضرا کی بہار نظر آئے گی۔ (۷)

☆☆☆

نورِ اول کا جلوہ

غایَت و عِلَّت سبب بہرِ جہاں تم ہو سب
تم سے بَنا تم بِنا تم پہ کروروں درود

شرح:

سید عالم ﷺ ماسوا اللہ تمام موجودات میں وجودِ اول ہیں تو آپ ابتداے غایت ہوئے، سارا جہاں مخلوق ومعلول ہے، اور ہر معلول کے لیے علت کا ہونا ضروری ہے، بغیر علت کے کوئی چیز وجود میں آ ہی نہیں سکتی، جیسے بغیر روح کے زندگی ناممکن، اسی طرح بغیر باپ کے اولاد کا وجود محال، اسی طرح بغیر مصطفیٰ ﷺ کے جہاں کا وجود ناممکن، اس لیے کہ آپ جہاں کی علت ہیں، اسی طرح ہر مسبب کے لیے سبب کا ہونا ضروری ہے، دن کے وجود کے لیے سورج کا ہونا ضروری ہے۔ بارش کے لیے برسنے والے بادل کا ہونا ضروری ہے، یہ جہاں مسبب ہے، اس کے نظام وبقا کے لیے سید عالم ﷺ کا وجود گرامی سبب اولیں ہے، تو معلوم ہوا کہ آپ کی ذات بابرکات سارے جہاں کے لیے غایت، علت اور سبب ہے اور ہر شی کے وجود کے لیے ان تینوں کا پایا جانا لازم اور ضروری ہے، اور پہلے پایا جانا ضروری ہے تب جا کر وہ چیز بنتی اور وجود میں آتی ہے، اس لیے آپ کے نور کو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے بنایا اور اس نور سے سب کو بنایا أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ نُوْرِی.....، حضور سید عالم ﷺ اپنا میلاد پڑھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور تمام مخلوق کو میرے نور سے بنایا، اب بات سمجھ میں آگئی کہ سب کچھ آپ کی وجہ سے بنا ہے اور آپ سب مخلوق کی بِنا یعنی اصل وبنیاد ہیں پھر اس شعر کو پڑھیے ع

غایَت وعِلَّت سبب بہرِ جہاں تم ہو سب

یہ ایک مصرعہ ہوا؛ مگر پہلے مصرعہ میں جو لفظ سب ہے اس کا تعلق دوسرے مصرعہ سے ہے، یعنی سب تم سے بنا اور آپ یا رسول اللہ سب کی بِنا یعنی اصل اور جڑ ہیں آپ پر کروروں درود ہو۔ (۸)

☆☆☆

مظہرِ کامل

محمد مظہرِ کامل ہے حق کی شانِ عزّت کا
نظر آتا ہے اِس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

شرح:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا سراپا شانِ الٰہی کا مظہر ہے؎

محمد مظہرِ کامل ہے حق کی شانِ عزّت کا
نظر آتا ہے اِس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

''نظر آتا ہے اِس کثرت میں'' کثرت کے معنی زیادہ، زیادتی ع

نظر آتا ہے اِس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

''وحدت'' کے معنی ایک ہے، کثرت اور وحدت یہ دونوں Opposite ہیں۔ کثیر، زیادہ وہ "ایک" نہیں ہوسکتا اور ایک جو ہے وہ "کثیر" نہیں ہوسکتا، دونوں میں تضاد ہے؛ (اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں ع

نظر آتا ہے اِس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

اللہ تعالیٰ واحد ہے کہ نہیں؟ ہے کسی میں جرأت جو کہے اللہ واحد نہیں ہے؟ اگر کہتا ہے تو مسلمان ہی نہیں ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (سورۃ الاخلاص: ۱)

اے حبیب! فرما دیجیے اللہ ایک ہے، یکتا ہے۔

قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے: اللہ ایک ہے... اب میں آپ سے پوچھوں گا، اللہ خالق ہے کہ نہیں؟ اللہ واثق ہے کہ نہیں؟ اللہ علیم ہے کہ نہیں؟ اللہ قادر ہے کہ نہیں؟ ننانوے نام ہیں اس کے، واحد ہے؛ لیکن شان اس کی کثرت ہے، ساری کائنات میں اللہ کی قدرت کی کثرت گنو گے! تو تم گن نہیں سکو گے! واحد میں اتنی کثرت ہے، میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں اور میں تو صوفی بھی نہیں ہوں، قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (سورۃ الکھف:۱۰۹)

اے میرے مظہر! اے رسول آپ فرما دیجیے، آپ کی شانِ کثرت میں وحدتِ رب نظر آئے گی۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ

فرما دیجیے! کہ یہ سارے سات سمندر، یہ Ink اور سیاہی بنا دیے جائیں، کس کام کے لیے؟ لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ، میرے پروردگار کی Technology کے لیے، كَلِمٰتِ کی تفسیر 'حکمت' ہے اور حکمت کو انگریزی میں Technology کہتے ہیں؛ رب کی Technology جو کائنات میں پھیلی ہوئی ہے، کیسی کیسی Technology، آپ کی آنکھ بھی رب کی قدرت اور اس کی Technology کا ایک چھوٹا سا ڈاٹ کام (.com) ہے، جب سے میڈیکل سائنس نے جنم لیا ہے اس وقت سے لے کر اس ٹائم (تک) جو Eye Specialist ہیں، رب کی شان اور رب کی قدرت کا اتنا سا، چھوٹا سا، حصہ لکھے جا رہے ہیں، لکھے جا رہے ہیں، Research پر Research ہو رہی ہے اور ایک کروڑ کتاب صرف آنکھ پر لکھی گئی ہیں؛ لیکن رب کی Technology جو اس میں ہے، ابھی بھی وہ (غیر واضح ہے)، (یہ) رب کی Technology (وہ ہے، جو) صرف آنکھ میں ہے؛ Heart میں ہے وہ الگ ہے، Liver

میں ہے وہ الگ ہے، Brain میں کتنے والس وہ الگ ہیں، تمہارے ہاتھ پاؤں میں، ان نسوں میں کیا Technology ہے اور پھر تمہارے یہ ہاتھ، یہ انگلی، ایسے کیوں بنی؟ یہ انگوٹھے کی شکل اور ماڈل یوں کیوں ہوا؟ ارے! یہ سب Technology کی بات ہے، جیسا Part جہاں ہونا چاہیے ویسے ہی مشین میں Part لگایا جاتا ہے، یہ آنکھ یہاں کیوں ہے؟ یہ سب رب کی Technology ہے۔

ایک سائنس داں کہتا ہے کہ: اگر آنکھ انگلی پر ہوتی تو بہت اچھا ہوتا۔ لوگوں نے پوچھا: کیوں؟ بولا: "ہماری آنکھ یہاں ماتھے پر ہے، پیچھے کی چیز دیکھنا ہے تو سر گھمانا پڑتا ہے، Right میں گھومنا پڑتا ہے، Left میں سر کو گھمانا پڑتا ہے، اوپر کی چیز اوپر دیکھنے کے لیے Up And Down کرنا پڑتا ہے؛ اور اگر انگلی میں آنکھ ہوتی تو یوں (آسانی سے سب جگہ دیکھ لیتے)، ہم اپنا کام بھی کر لیتے اور نیچے کی چیز بھی دیکھ لیتے، ادھر بھی انگلی اٹھا کر کے، ادھر کون آ رہا ہے اس کو دیکھ لیتے، اِدھر دیکھ لیتے؛ سر گھمانے کی ہم کو دقت نہیں ہوتی۔" یہ کہا اور کہہ کر کے کہیں جا رہا تھا، ٹھوکر لگی، گرا اور ایک کانچ کا ٹکڑا اس کی انگلی میں چبھا، سر پکڑ کے بیٹھ گیا: "مولیٰ! تیری قدرت تک رسائی سائنس نہیں کر سکتی، اگر آنکھ یہاں ہوتی، میں تو اندھا ہو جاتا۔"

آنکھ کی Technology تو ذرا دیکھو! ہوا چلتی ہے، اتنی Eye Sensitive ہے کہ ذرا سا معمولی ذرہ آ جائے تو درد ہوتا ہے؛ لیکن رب نے اس کو اتنا چاک و چوبند رکھا ہے کہ ہوا چلی، گرد اُڑا، تو خود یہ جھپک جاتی ہے تاکہ ہماری حفاظت کر لے، اگر دشمن نے یوں طمانچہ مارا تو آنکھ پہلے بند ہو جاتی ہے، کھوپڑی پر تمہارا ہاتھ لگے نہ لگے، اوندھے منہ گرتا ہے ناک پھٹتی ہے، پیشانی پھٹتی ہے لیکن آنکھ محفوظ رہتی ہے؛ ایسی میرے رب کی Technology ہے،...... ایک رب ہے اور اس کی قدرت میں کثرت تو دیکھیے، اس کثرت کو جب آپ لے کر کے سروے کر کے چلیں گے تو کثرت وحدت میں نظر آئے گی، اللہ اکبر! رب کی

Technology کی کثرت دیکھو! اس کثرت کے بعد رب کی ذات، وحدت میں (نظر آئے گی) اور رب کی ذات کو ہم واحد تسلیم کرتے ہیں، یہ صوفیاے کرام کی ان نگاہوں سے پوچھ لینا کہ جب وہ اس کثرت کو دیکھتے ہیں تو ایک دن وہ آتا ہے، کہتے ہیں "انا الحق" سورج میں حق نظر آتا ہے، چاند میں حق نظر آتا ہے۔ اس کثرت کو دیکھ کر کے وحدت کا نور جب سمٹتا ہے تو 'انا لحق' کا جلوہ نکھرتا ہے۔ (۹)

☆☆☆

واللہ رضآ واللہ

مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضآ واللہ
صرف اُن کی رسائی ہے صرف اُن کی رسائی

شرح:

اب یہاں سے میں امام احمد رضا کا عشق بتانا چاہتا ہوں؛ (امام نے مطلع میں لفظ اگر استعمال کیا، اور) اگر مگر وہاں ہوتا ہے جہاں کچھ شبہہ، Doubt ہوتا ہے۔ (مثلاً کہا جاتا ہے) اگر آؤں گا تو ایسا کروں گا، یہاں یقین نہیں ہوتا ہے؛ (دوسری مثال) اگر جاؤں گا تو تمہارے گھر آؤں گا، یہ یقینی بات نہیں ہے، یہ شک کی بات ہے، شبہہ کی بات ہے؛ اور نبی کے بارے میں شک اور شبہہ امام احمد رضا کیسے گوارا کر سکتے ہیں، تو مقطع میں فرماتے ہیں: مطلع میں یہ شک کیا تھا؟ یہ اگر جو احمد رضا تم نے استعمال کیا (یہ کیا تھا؟ بلکہ اللہ کی قسم، اللہ کی قسم وہاں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسائی ہے۔)۔

مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضآ واللہ
صرف اُن کی رسائی ہے صرف اُن کی رسائی (۱۰)

☆☆☆

لامکاں کے مکیں

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

شرح:

مکیں، مکان میں رہنے والے کو کہتے ہیں۔ عرش کے نیچے مکان ہے اوپر لا مکاں ہے۔ یہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حیرت انگیز معجزہ ہے کہ جو لامکاں ہے اس کے مکیں بنائے گئے، یعنی شب معراج لامکاں کے قیام کا شرف بخشا گیا۔

تو زمیں تا عرش سب میرے سرکار ﷺ کے مکان ہیں (کیوں کہ) خدا تو زمان و مکان سے پاک ومنزہ ہے، مکینِ لامکاں سید الانس والجان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عظمت نشان بڑی بلند و بالا ہے، ان کی حقیقت وشان کو سوائے رب کے کوئی نہ جان سکا۔(۱۱)

☆☆☆

پناہ گاہِ کائنات

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اِسی در پر شترانِ ناشاد گلۂ رنج و عنا کرتے ہیں

شرح:

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ہمارے لیے پناہ گاہ نہیں ہیں، بلکہ حضور کی ذات گرامی کائنات کے لیے پناہ گاہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؏

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد

یہ پرندے، یہ چھوٹے چھوٹے جانور بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مونس وغم خوار

سمجھتے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ: کسی صحابی نے ایک چڑیا کے نر کو، چڑا کو شکار کر لیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم؛ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوئے تھے اور چڑیا، چوں چوں، چوں چوں کر کے اُدھر سے چکر لگا رہی ہے اور جا کے اِدھر بیٹھ رہی ہے، اُدھر بیٹھ رہی ہے؛ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چڑیا کو ایک نگاہ دیکھا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے کسی پرندے کا شکار کیا ہے؟ پکڑا ہے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی بولے: ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک پرندے کا، ایک چڑیا کا شکار کیا ہے، اللہ کے رسول فرماتے ہیں: دیکھو! یہ اس کی بیوی ہے، مجھ سے فریاد کر رہی ہے، مجھ سے انصاف طلب کر رہی ہے، اپنا مقدمہ میری بارگاہ میں لے کر آئی ہے، اور وہ اپنی بولی میں بول رہی ہے: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر کو آپ کے صحابی نے پکڑ لیا ہے، میں آپ کی بارگاہ میں اپنی فریاد لے کر آئی ہوں، مجھ دکھیاری پر رحم فرمایئے اور اپنے صحابی سے کہہ دیجیے کہ میرے شوہر کو آزاد کر دیں؛ ایک پرندہ، دنیا میں اس کی بولی کوئی نہیں جانتا، اس کے ننھے دل میں کیا درد ہے، کیا تکلیف ہے، کوئی نہیں سمجھتا؛ لیکن یہاں بے زبانوں کی زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں، وہ رسول جو بے زبانوں کو زبان دے دیتے ہیں، بے زبانوں کی زبان جاننا، یہ اپنی جگہ ہے؛ ارے! بے زبانوں کو زبان عطا فرما دیتے ہیں، جس نے کبھی نہیں گفتگو کی ہے اسے بولنے کا سلیقہ عطا فرماتے ہیں۔ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کنکروں کو کلمہ پڑھاتے ہیں، بے زبانوں کو زبان دے رہے ہیں، درختوں کو بلاتے ہیں، تو درخت دوڑ کر آتے ہیں نبی کی بارگاہ میں، اور حضور کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔

مشہور واقعہ ہے، مکۂ مکرمہ میں مسجد جن سے قریب جنگل تھا، جھاڑی تھی، اللہ کے رسول اپنے صحابہ کے ساتھ وہاں تشریف فرما تھے، ایک دیہات کا رہنے والا انسان آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے یہ سوال کیا، کیا آپ اللہ کے نبی ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک! میں اللہ کا نبی ہوں، وہ دیہاتی کہتا ہے: اگر آپ اللہ کے نبی ہیں؛ ابھی حالتِ کفر میں ہے (دیہاتی)؛ لیکن اُس زمانے کے کافروں کا بھی اعتماد دیکھو!...... کافر کیا کہتا ہے؟ اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو اس درخت کو بلوا لیجیے، اور وہ درخت آ کر آپ کی نبوت کی گواہی دے، تو میں آپ کا کلمہ پڑھ کر آپ کے دین کو اختیار کرلوں گا؛ کافر، کفر کی حالت میں، نبی کو بااختیار سمجھتا ہے، جب ہی تو مطالبہ کر رہا ہے؛ اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو بلوا لیجیے، اور درخت آپ کے پاس آ جائے گا، میں سمجھ جاؤں گا یقیناً آپ ہمارے جیسے نہیں ہیں، ایسے ہیں کہ آپ کے جیسا کوئی بھی نہیں ہے۔ کافر بول رہا ہے، اور آج تو ایمان لا کر کے آدمی بولتا ہے، ہمارے جیسے؛ ذرا سوچو! ابھی وہ مومن نہیں ہے؛ لیکن نبی کی عظمت، نبی کی ہیبت، نبی کا اختیار، نبی کی سَطوت، نبی کی طاقت وقوت کا اسے بھی یقین ہے کہ نبی ہمارے جیسا نہیں ہوگا؛ بلکہ نبی انسانی شکل میں بااختیار بن کر کے آتا ہے اور ایسا اختیار کہ جو بولنا نہ جانے اسے بلوا لیتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ میرے بس کی بات نہیں ہے، اگر حضور یہ فرماتے کہ: میرے بس کی بات نہیں ہے، تب اسے کہنے کا حق تھا کہ آپ تو ہمارے جیسے ہیں، اور حضور نے فرمایا: یہی چاہتا ہے؟ کہا ہاں! ارشاد فرمایا: جا اور اس کی ٹہنی پکڑ اور اس درخت سے کہہ کہ تجھے محمد رسول اللہ بلا رہے! خود حضور نہیں جا رہے ہیں، جو کہہ رہا ہے، اُسے بھیج رہے ہیں، وہ گیا اور اس نے اس (درخت کی) کی ٹہنی پکڑی، ایسا جیسے کوئی اونٹ کی لگام پکڑ کر چلتا ہے، اور اس نے ہلا کر کہا: اے درخت! تجھ کو محمد رسول اللہ یاد کر رہے ہیں، بس درخت جھومنے لگا؛ حضرت قاضی عیاض، کتاب الشفا میں فرماتے ہیں کہ:

وجد میں آ گیا، درختوں کو ہوا ہلاتی ہے تو درخت ہلتا ہے؛ لیکن اوپر سے ہلتا ہے اور نبی بلاتے ہیں تو صرف اس کی ٹہنیاں نہیں ہلتی، جڑ بھی ہلتی ہے، پورا وجود حرکت کر رہا ہے، خوش ہو گیا، آج رسول نے مجھے یاد کیا ہے، جانور میری پتیاں کھاتے تھے، پرندے میرے سر پر بیٹھ کر بیٹ

کیا کرتے تھے، ہوائیں مجھے تھپیڑے مارتی تھیں، اس لق ودق میدان میں کوئی میرا پرسانِ حال نہ تھا، کوئی مجھے پہچاننے والا نہ تھا، جانور مجھے کھاتے تھے اور لید گوبر بنا کر گرا دیتے تھے؛ آج مصطفیٰ نے مجھے یاد کیا! میرا نصیب کتنا اونچا ہے، وہ درخت خوشی میں وجد کر رہا ہے، جھوم رہا ہے۔

میاں! درختوں نے نبی سے کیسی محبت کی ہے، تم تو انسان ہو، تم کو کتنی محبت کرنی چاہیے؛ درخت جھوم رہا ہے، وجد ہو گیا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دیکھ رہے ہیں؛ آگے جھکا، پیچھے جھکا، دائیں جھکا، بائیں جھکا، اپنی جڑوں کو نکال کر اور جھومتا جھامتا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چل رہا ہے، زمین کے اوپر اس طرح چل رہا ہے جیسے انسان چل رہا ہو، یہ نہیں کہ زمین چیرتے ہوئے آ رہا ہے، درخت نے اپنی جڑوں کو پاؤں بنالیا ہے، آج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جھومتے آ رہا ہے، آ کر کھڑا ہو گیا، جانتا تھا یہ ہی نبی ہیں، جب ہی تو وہاں کھڑا ہوا؛ ارے! درخت کے پاس آنکھ تو تھی نہیں، کان تھا نہیں، جس کے پاس کان نہ ہو نبی اس کو سنوا دیں، جس کے پاس پاؤں نہ ہو اسے چلوا دیں، جس کے پاس آنکھ نہ ہو اسے دکھوا دیں۔ (۱۲)

☆☆☆

حوالہ جات:

١ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Teri-Aamadh-Thi-Kay-BaitUllah-Mujre-Ko-Jukah.mp3

٢ خطبات کولمبو: ناگ پور، ٢٠١٦ء، ص ١٠٥

٣ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Zameeno-Zama.mp3

۴ شعر اول: انکلیشور، ١٩ر دسمبر ٢٠١٨ء

شعر دوم:

http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Salaam-Raza-Kay-Qita-Bandh-AshAar.mp3

۵ حوالہ: خطاب Mudhol، کرناٹک، ٣١ر اکتوبر ٢٠١٨ء

٦ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Subah-Taiba-Mei-Hoi.mp3

٧ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Kaan-Jidhar-Lagaaiye-Teri-Hi-Daastan-Hay.mp3

٨ خطبات کولمبو: ناگ پور، ٢٠١٦ء، ص ٢٧

٩ خطاب مدراس، مارچ ٢٠١٦ء

١٠ حوالہ: خطاب Mudhol، کرناٹک، ٣١ر اکتوبر ٢٠١٨ء

١١ خطبات کولمبو: ناگ پور، ٢٠١٦ء، ص ١٢٩

١٢ http://ashrafulfuqaha.com/clips/Iqtiyaar.mp3

باب7....... فکرِ آخرت

اذانِ سحر

آنکھ سے کاجل صَاف چُرا لیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تُو نے نیند نکالی ہے

شرح:

اپنے سرمایۂ آخرت کو، اپنے سرمایۂ محبت کو (یعنی خزانۂ ایمان کو)، اس دل کی تجوری میں تم نے بند کر کے رکھا ہے، اس Locker کو توڑنے والے بھی ایسے (سفاک) ہیں، کہ آنکھ سے کاجل صاف چرا لیتے ہیں۔ (اور انھوں نے تمہارے ایمان کی گٹھری تاک رکھی ہے جب کہ تم غفلت اور کاہلی کی نیند سو رہے ہو۔) (۳)

☆☆☆

دن لہو میں کھونا تجھے!

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

شرح:

اپنی قوم کا درد لے کر میرے امام سیدنا اعلیٰ حضرت اس درد اور کرب کے ساتھ فرماتے ہیں ع

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے

دن بھر ہم کھیل تماشوں میں، ہاے ہاے میں لگے رہتے ہیں؛ تھکے ماندے بستر پر آتے ہیں، رات کو خراٹے لے کر، ٹانگیں پھیلا کر سوتے ہیں، جگانے والا تھک جاتا ہے؛ لیکن جاگنے کے لیے تیار نہیں، (اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں۔

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

نہ نبی کی شرم ہے اور نہ اللہ کا خوف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عقیدہ دے رہے ہیں؛ ہر مسلمان، جہاں رہے اپنی بدعملی کی وجہ سے سوچ لے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہ میرے دل پر ہے اور اپنی بدعملی سے شرمائے، کہ میں کس کی نافرمانی کر رہا ہوں، یہ مت سمجھو! (کہ حضور) مدینے میں ہیں (تو) ہم کونہیں دیکھ رہے ہیں۔

امام غزالی فرماتے ہیں: خالی مکان ہوتو اے مسلمان! اپنے خالی مکان میں جب جاؤ، تو خاموشی کے ساتھ مت جانا! یا داخل الدار صل علی النبی المختار! اے گھر میں داخل ہونے والے ہوشیار جا، تو اس اختیار رکھنے والے نبی پر درود پڑھتے ہوئے جا: لِأَنَّ رُوحَ النَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم مَوجُودٌ فِی کُلِّ بُیُوتِ الْمُؤمِنِیْن، فرماتے ہیں: اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت، ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہوتی ہے۔ شرمِ نبی کرو! بے سلام جا رہے ہو! شرمانا چاہیے، بے نمازی بن کر جا رہے ہو! شرمانا چاہیے، گھر میں اپنی ماں کی نافرمانی کر رہے ہو! شرمانا چاہیے، اپنی بیوی پر ظلم کر رہے ہو! شرمانا چاہیے؛ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہِ رحمت تم کو دیکھ رہی ہے ؎

شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں (۲)

☆☆☆

عرش پر دُھومیں

عرش پر دُھومیں مچیں وہ مومن صالح مِلا
فرش سے ماتم اُٹھے وہ طَیِّب و طاہر گیا

شرح:

ایک (وہ) عزت ہوتی ہے جسے دُنیا میں انسان اپنی محنت سے، کمائی سے، سیاست سے، دولت سے کوششیں کر کے حاصل کرتا ہے۔ یہ عزت Temporary ہوتی ہے، عارضی اور فانی ہوتی ہے۔ اور ایک عزت Permanent ہوتی ہے۔ وہ عزت اپنی محنت سے نہیں ملتی۔ ایک فارسی کا شاعر کہتا ہے "ایں سعادت بزور بازو نیست" یہ سعادت، یہ خوش بختی، یہ اس کی عزت Permanent اور مضبوط ہو، یہ اپنی کوشش سے نہیں ملتی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ پروردگار عالم کی عنایت ہے، اس کی بخشش ہے، بارگاہِ الٰہی کا تحفہ ہے، رب العالمین کا تحفہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جسے تحفہ دیتا ہے تو اس تحفہ کو کوئی چھین نہیں سکتا ہے اور اس تحفہ کو کوئی آنچ نہیں لاسکتا۔ (وہ شخص) بڑا مکرم ہوتا ہے، معظم ہوتا ہے۔ انسان بھی اس کی عزت کرتا ہے، پرندے بھی اس کی عزت کرتے ہیں۔ شیر؛ پالتو کتے کی طرح اس کے سامنے سرِ نیاز جھکا کر دُم ہلاتے ہوئے کھڑا رہتا ہے۔ وہ ناگ سانپ جس سے ڈر کر لوگ دودھ پلاتے ہیں، (مشرکین) اس کی پوجا کرتے ہیں، وہ ناگ سانپ اس کے ہاتھوں میں کوڑے کی حیثیت رکھتا ہے۔ چیونٹی بھی اس کی عزت کرتی ہے، دریا کی مچھلیاں بھی اس کی عزت کرتی ہیں، اور اس کو سب پہچانتے ہیں، انسان بھی پہچانتا ہے اور فرشتے بھی پہچانتے ہیں۔ اس کی ذات ایسی ہوتی ہے کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں (کہ) وہ ذات کون ہے؟ ع

عرش پر دُھومیں مچیں وہ مومن صالح مِلا

جب وہ اس دُنیا سے جاتا ہے تو ہم غمگین ہوتے ہیں، لیکن آسمان کے فرشتے دھومیں مچاتے ہیں، وہ کہتے ہیں خوش ہوجاؤ، وہ مومن صالح ملا... ایسا کردار بناؤ کہ جب تم دُنیا سے جاؤ تو

عرش پر دھومیں مچیں اور فرش کا عالم یہ ہو کہ "فرش سے ماتم اُٹھے وہ طیب و طاہر گیا"... وہ طیب وہ طاہر؛ جس کا ظاہر بھی طاہر تھا اور جس کا باطن بھی طیب تھا۔ اندر سے بھی صاف ستھرا تھا اور باہر سے بھی دیکھنے میں بالکل نورانی تھا۔ رواں رواں اس کا ستھرائی کا مرکز بنا رہتا ہے اور اس کا دل مہبط نورِ الٰہی ہوتا ہے، مرکز محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے۔

عرش پر دُھومیں مچیں وہ مومن صالح مِلا
فرش سے ماتَم اُٹھے وہ طَیِّب و طاہِر گیا(۳)

☆☆☆

جلالِ باری

نہیں وہ میٹھی نگاہ والا خدا کی رحمت ہے جلوہ فرما
غضب سے اُن کے خدا بچائے جلال باری عتاب میں ہے

شرح:

جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخا کا مجمع تھے، تحمل و برداشت کے پیکر تھے؛ لیکن کبھی وہ مقام بھی آیا ہے کہ آپ غضبناک ہوئے، تو جلالِ باری نے عتاب کی شکل اختیار کرلی؛ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ عرینہ کے لوگ (بلکہ) ایک پورا قبیلہ آیا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور پورے قبیلے کے لوگوں نے اسلام قبول کیا؛ اور کچھ دن تک مدینہ میں حضور سے تعلیم اور تربیت حاصل کرنے کے لیے قیام کیا؛ لیکن ان کو مدینہ کی آب و ہوا، وہاں کا پانی راس نہیں آیا؛ قسم ہے! حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی آب و ہوا اتنی صاف ستھری ہے کہ بیمار جاتا ہے، عقیدہ کی پختگی کے ساتھ تو شفا پا جاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

غُبَارُ الْمَدِیْنَةِ شِفَاءٌ

اے لوگو! میرے مدینہ کا جو مٹی کا غبار اور دھول اڑتی ہے اس میں بھی شفا ہے۔

ڈاکٹر کہتا ہے: ناک میں گرد و غبار جاتا ہے تو سردی، زکام، سر میں درد، Allergic Condition پیدا ہو جاتی ہے، یہ Doctors کا کہنا ہے، تو دنیا کے گرد و غبار آدمی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، لیکن حضور ﷺ فرماتے ہیں: میرے مدینہ کا گرد و غبار، آدمی اگر بیمار ہے، تو اس سے وہ شفا پا جاتا ہے۔ مدینہ کا معاملہ ہی الگ ہے؛ لیکن قبیلہ عرینہ کے لوگ یہاں آئے، کچھ دن قیام کیا، وہ سب کے سب بیمار پڑ گئے۔ پیٹ ان کے پھول گئے، ہاتھ پاؤں سوجھ گئے، بخار پر بخار آ رہا ہے، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اب ہم کو اپنے وطن جانے کی اجازت دے دیجیے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وطن جانے کی اجازت سے پہلے انہوں نے کہا کہ: ہم بیمار ہو گئے ہمارا علاج فرما دیجیے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مدینہ سے باہر میدان میں صدقہ کے اونٹ بندھے ہوئے ہیں، وہاں صحابۂ کرام صدقہ، حضور کی بارگاہ میں اونٹ کی شکل میں، بکرے اور بکری کی شکل میں لا کر پیش کرتے اور وہ ایک جگہ سرکار نے مقرر فرما دی تھی میدان میں؛ وہاں صدقہ کے بیت المال میں جانور رہتے تھے، جانوروں کا کھانے پینے کا وہاں انتظام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا تھا؛ قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو فرمایا: جاؤ! چند دن وہاں گزارو! صدقہ کے اونٹ کا جو دودھ نکلتا ہے اسے پیو اور جو پیشاب کرتے ہیں، پیشاب پیو! یہ ان کا علاج حضور نے مقرر کیا، اونٹ کا پیشاب اور اونٹ کا دودھ پیو! یہ لوگ گئے اور روزانہ صبح و شام پیشاب اور دودھ ملا کر کے پیتے تھے اور ان کو شفا ہو گئی؛

محدثین لکھتے ہیں کہ: حضور نے ان کو پیشاب کیوں پلوایا، اس لیے کہ یہ دیکھنے میں مسلمان تھے؛ لیکن اندر سے مخالف تھے، صرف اسلام کی شان و شوکت اور بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر گھبرا گئے کہ اگر ہم ایمان نہیں لائیں، تو ہمارا حشر اچھا نہیں ہوگا، تو سب ایک جگہ جمع ہو کر مدینہ آ کر اسلام لائے؛ لیکن زبان پہ اسلام تھا، دل کے اندر نفاق اور منافق تھے، تو جیسی روح

ویسی دوا۔ حضور خوب جانتے ہیں ان کو کیا پلانا چاہیے، ارے! مدینہ میں رہ کر تجھے تکلیف ہو رہی ہے، تو حضور نے دنیا کو بتایا کہ ایسے منافقوں کا علاج بھی اسی طرح سے کیا جاتا ہے، جب وہ تندرست ہو گئے تو ان لوگوں نے کیا کِیا کہ رات کے وقت جو صحابہ وہاں پر اونٹوں کی نگرانی کرتے تھے، ان سب کو شہید کر دیا؛ دیکھیے! مسلمان ہونے کا دعویٰ اور صحابہ پر کیسی یلغار انہوں نے کی، صحابہ کو شہید کر دیا، جتنے صدقہ کے اونٹ تھے، یہ خبیث وہ سارے اونٹوں کو ہانک کر کے اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے؛ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ انہوں نے صحابہ، جو نگرانی کرنے والے تھے، انہیں شہید کر دیا اور سارے صدقہ کے بیت المال کے جو اونٹ تھے، انہیں وہ لے کر کے چلے گئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو بلایا اور فرمایا: جہاں بھی وہ ملے انہیں پکڑ کر واپس لاؤ! سارے صحابہ گھوڑوں پر بیٹھے، سرپٹ دوڑے اور بہت جلدی ان کو جاتے ہوئے پکڑ لیا، سب کو گرفتار کیا، اونٹوں کو اور ان لوگوں کو لا کر کے اسی میدان میں کھڑا کر دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے غضبناک تھے، اتنے ناراض تھے، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں، رحمۃ للعالمین ہیں۔ سنو! کان کھول کر کے، فرمایا: ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں اور پھر لوہے کی سلاخ منگوائی اور آگ میں اس کو گرم کیا اور گرم کرنے کے بعد ان کی آنکھوں میں گرم گرم سلاخیں ڈال کر کے ان کی آنکھوں (میں پیوست) کر دیا، اور پھر ان کی موت اسی حالت میں ہو گئی، اعلیٰ حضرت اس حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں۔

نہیں وہ میٹھی نگاہ والا خدا کی رحمت ہے جلوہ فرما

غضب سے اُن کے خدا بچائے جلال باری عتاب میں ہے

جب نبی کو غضب آتا ہے ایسے چوروں اور گستاخوں پر، تو ان کے غضب کا عالم یہ ہے کہ: دوستو! ایسی سزا تم نے نہ سنی نہ دیکھی، یہ کون دے رہے ہیں سزا؟ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الانبیاء:۱۰۷) ... تو حضور میں غضب بھی تھا اور رحمت (بھی تھی)؛

رحمت غالب تھی، غضب تو ایک دو مرتبہ ظاہر ہوا ہے؛ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ع

غضب سے اُن کے خدا بچائے جلال باری عتاب میں ہے

یاد رکھو! صحابہ اور رسول کی دشمنی رکھنے والوں کا عذاب کتنا سخت ہے، یہ دنیا میں دکھا کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سارے لوگوں کو بتا دیا ہے کہ، خبردار! ایمان لانے کے بعد اگر تم نے نبی وصحابہ کی گستاخی کی تو اس کے عذاب کا ایک نمونہ دیکھ لو، یہ نبی کے ذریعہ عذاب ظاہر ہو رہا ہے اور خدا کا عذاب تو بہت سخت ہوگا؛ اِنَّ بَطۡشَ رَبِّكَ لَشَدِيۡدٌ (سورۃ البروج: ۱۲)(۴)

☆☆☆

سَستا سودا

وہ تو نہایت سَستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا

ہم مفلِس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

تشریح اول:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا مَنۡ مِنۡكُمُ الۡيَوۡمَ صائماً؟... آج تم میں روزے سے کون ہے؟ قَالَ أبو بکر انا ، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا مَنۡ أَطۡعَمَ مِنۡكُمُ الۡيَوۡمَ مِسۡكِيناً؟.... اچھا بتاؤ تم میں سے کون ہے جس نے کسی مسکین کو آج کھانا کھلایا؟ قال أبو بکر انا ، سیدنا ابوبکر نے کہا میں۔ پھر حضور نے تیسرا سوال فرمایا من اتَّبَعَ مِنۡكُمُ الۡيَوۡمَ جِنَازَةً؟... بولو! آج جنازے میں کس نے شرکت کی، قَالَ أَبُو بکر انا ، حضرت صدیق اکبر نے جواب دیا میں، پھر حضور نے چوتھا سوال فرمایا مَنۡ عَادَ مِنۡكُمُ الۡيَوۡمَ مَرِيضاً؟... کیا کسی نے آج کسی مریض کی عیادت کی ہے؟ قال ابو بکر انا، صدیق نے کہا میں، اس کے

بعد اللہ کے رسول نے فرمایا: مَا اجْتَمَعَ مِنْ هَذِهِ الْخَصْلَةِ فِي رَجُلٍ قَدْ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ،... ایک ہی دن میں ان چاروں باتوں کو جو مردِ مومن کرلے گا وہ ضرور جنت میں جائے گا، سُبحان اللہ! سبحان اللہ! جنتی بننے کا آسان نسخہ ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

وہ تو نہایت سَستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلِس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

تشریحِ ثانی:

وہ تو نہایت سَستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلِس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

ہمارا ہاتھ خالی ہے؛ لیکن وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خالی ہاتھ مفلسوں کو بھی نوازتے رہتے ہیں؛ ہمارا ہاتھ کس طرح خالی ہے؟ نہ ہمارے پاس حسنِ عمل ہے، نہ ہمارے پاس عبادت ہے، نہ ہمارے پاس ریاضت ہے، نہ ہمارے پاس مجاہدہ ہے، ہم مفلس ہیں، ہمارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے، وہ تو بڑا سستا سودا بیچ رہے ہیں، یہ بیچنا اور خریدنا وہاں نظر آئے گا، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنا سستا سودا جنت کا بیچ رہے ہیں؟ حضرت سیدنا محقق علی الاطلاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "مدارج النبوت" میں اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں کہ: حضور اکرم، سید عالم، نورِ مجسم، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؛ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں رونق افروز تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اچانک بیٹھے بیٹھے مسکرا رہے ہیں، تبسم فرمایا۔ حضرت عمر بھی موجود تھے، حضرت عمر قریب آئے: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے تبسم کیوں فرمایا؟ اس لیے (کہ) صحابہ جانتے تھے کہ نبی کا ہر کام ایسا ہوتا ہے کہ جس کے پیچھے کوئی نہ کوئی راز ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی مصلحت ہے؛ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر روئیں تو مصلحت سے روئیں، حضور تبسم فرمائیں تو حکمت سے، کوئی نہ کوئی راز ہے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس راز کو معلوم کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے تھے؛ تاکہ ہم کو نبی کے تبسم کا جو راز ہے وہ معلوم ہو جائے، اللہ کے رسول سید عالم

صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اے میرے صحابہ سنو! اللہ نے قیامت کا منظر میرے سامنے پیش کیا، قیامت ہوگی؛ لیکن اللہ قیامت کا منظر اپنے محبوب کو دکھا دیتا تھا، یہ منظر دیکھ لو! اللہ کے رسول (کی) امت کے دو شخص پیش کیے جائیں گے، ان کا حساب و کتاب اللہ لے گا، تو اس میں سے ایک شخص آگے بڑھے گا اور دوسرا شخص سامنے کھڑا ہوگا، یہ آگے بڑھنے والا خدا کی بارگاہ میں نیازمندانہ عرض کرے گا: اے مولا! یہ جو آدمی کھڑا ہے، اس پر میرا حق آتا ہے، میرا حق اس سے دلا دے! اللہ رب کائنات اس آدمی سے کہے گا: اس کا حق دے، وہ کہے گا: مولا میں کس طرح اس بے بسی کے عالم میں اس کا حق دوں؟ اللہ فرماتا ہے: حقوق العباد، جب تک کہ تو اس کا حق ادا نہیں کرے گا، جنت میں نہیں جائے گا، حق ادا کر! دنیا میں تو نے اس کا حق لیا ہے، اس سے پیسے لیے ہیں، اس کا تم نے جو بھی وعدہ کیا ہے، پہلے اسے ادا کرو!

حق العباد وہ چیز ہے میرے دوست کہ بغیر بندے کے معاف کیے ہوئے، وہ معاف نہیں ہوتے۔ اللہ اپنا حق تو معاف کر دے گا لیکن جو بندے کا حق بندے پر ہے، اللہ تعالیٰ اسے معاف نہیں فرمائے گا، بلکہ فرمائے گا: اس بندے کو راضی کر؛ لیکن وہاں کوئی راضی ہونے کے لیے تیار نہیں ہوگا، اس لیے کہ بندے کے پاس نہ روپیہ ہوگا، نہ زمین ہوگی، نہ کارخانہ ہوگا اور یہاں جو حق تھا، یہ روپے پیسے کا حق تھا، وہ حق کیسے ادا کرے؟ تو اس کی صورت قیامت میں یہ ہے کہ جس پر کسی کا حق ہے، اس کی نیکیاں اس کو دے دی جائیں گی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کا حق ادا کر! فرشتے آئیں گے، اللہ فرمائے گا: اس کے نامۂ اعمال میں جتنی نیکیاں ہیں، وہ سب حق والے کے نامۂ اعمال میں داخل کر دو، اس بیچارے کی ساری نیکیاں چھین لی جائیں گی، اور دنیا میں جس کا حق اس نے دبایا تھا، سب اس کو دے دی جائے گی؛ لیکن ابھی اس کا حق پورا نہیں ہوا ہوگا، یہ بندہ کہے گا: مولا! ابھی تو میرا حق پورا نہیں ہوا ہے، انصاف دلا دے! میرا حق دلا دے! اللہ فرمائے گا: بندے اس کا حق دے! کہے گا: مولا! اب تو میرا نامۂ اعمال نیکیوں سے خالی ہو گیا، اب کیا کروں؟ تو اللہ تعالیٰ اس حق والے سے پوچھے گا: بول اب اس کے پاس تو نیکی نہیں ہے،

اب کیا لے گا؟ تو یہ حق والا بولے گا: اے اللہ! میرے جو گناہ ہیں اسے دے دے، میرے جو گناہ ہیں یہ اس کے سر ڈال دے؛ اللہ اکبر! یہ کہہ کر حضرت عمر فرماتے ہیں: حضور زار وقطار رونے لگے، یہ جملہ فرما کر رونے لگے اور حضور بہت دیر تک سسکیاں لے کر رو رہے تھے، اور پھر فرماتے ہیں:

اے لوگو! قیامت میں یہ حساب کا مرحلہ، یہ حساب کا وقت بندوں پر سب سے کٹھن ہوگا کہ نیکیاں بھی چھین لی جائیں گی اور حق والے کا گناہ اس کے سر ڈال دیا جائے گا؛ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس بندے سے کہے گا حق والے سے کہ: اے بندے! تیرے گناہ اس کے سر تو ڈال دیے جائیں گے؛ لیکن ایک میری بات سن لے، ذرا نظر اٹھا کر کے تو دیکھ (جب وہ) نظر اٹھائے گا تو اللہ تعالیٰ جنت کے سارے پردے ہٹا دے گا، (وہ) دیکھے گا اس میں حسین حسین محل ہیں، موتیوں کے محل ہیں، زبرجد کے محل ہیں، اس کے حسن و جمال کا ہم اپنی زبان سے بیان نہیں کر سکتے، وہ حق والا بندہ دیکھے گا (اور) کہے گا: اے مولا! یہ کس نبی کا محل ہے، یہ کس شہید کا محل ہے، یہ کس صدیق کا محل ہے، یہ کس عالم اور ولی کا محل ہے، اللہ فرماتا ہے: نہ کسی نبی کا ہے، نہ کسی صدیق کا ہے، نہ کسی ولی کا ہے، یہ بندہ بولے گا: پھر کس کا ہے؟ تو اللہ فرمائے گا: جو اس کی قیمت ادا کرے گا اس کا ہے، جو اس کی قیمت دے گا اسی کا یہ محل ہے، تو وہ بندہ کہے گا: مولا! ایسے بڑے بڑے محل کی قیمت ہم مفلسوں کے پاس کہاں ہوگی، ایسا عظیم محل اس کی ہم قیمت کہاں سے دیں گے؟ اللہ فرماتا ہے: گھبرا مت! تیرے پاس اس کی قیمت ہے، اللہ فرماتا ہے: حق والے تیرے پاس اس محل کی قیمت ہے، اگر تو اس کی قیمت چکا دے تو یہ محل ہم تیرے نام لکھ دیں گے، بندہ مچل جائے گا: مولا! میرے پاس ایسے بڑے محل کی قیمت کہاں سے ہے؟ اللہ فرماتا ہے: بندہ عرض کرے گا، مولا! جلدی سے بتا وہ قیمت کیا ہے تاکہ میں قیمت ادا کروں اور محل اپنے نام لکھا لوں، اللہ ارشاد فرماتا ہے: اپنے اس مسلمان بھائی کا حق اگر معاف کر دے گا، تو اس جنت کی قیمت تجھے مل جائے گی اور یہ محل تیرے نام Allot کر دیا جائے گا۔ وہ حق والا جو اپنا گناہ اس کے سر ڈال رہا تھا جھوم گیا کہا: مولا! جو نیکیاں ہے، وہ بھی واپس دے رہا ہوں اور مولا! میں اس اپنے

مسلمان بھائی کا حق جو دنیا میں اس نے لیا تھا سب معاف کرتا ہوں، اللہ کی رحمت جوش میں آئے گی اور ارشاد فرمائے گا: اے حق والے! تو اس کا ہاتھ پکڑ، اس کا ہاتھ پکڑ تو بھی جنت میں جا اور یہ بھی جنت میں چلا جائے گا۔

وہ تو نہایت سَستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلِس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

دیکھو! جنت کا اتنا بڑا محل صرف ایک مسلمان کے ساتھ حسن سلوک، ایک مسلمان کے اوپر جو حق تھا، اس حق کو معاف کرنا اتنے بڑے بڑے محل کی قیمت ہے، کتنی سستی قیمت ہے (اور) محل کتنا قیمتی؛ محض زبان ہلی؛ اے مسلمان جا! میں نے تیرے حق کو معاف کر دیا، یہ ہم مفلسوں کے پاس نبی کی رحمت کی قیمت ہے۔ اگر ہم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کو اپنا لیں اور نبی کے راستے پر چلیں، اور اپنے مسلمان بھائیوں سے ہمدردی کا سلوک کریں تو یہ ہمدردی کے سلوک میں نہ روپیہ لگتا ہے نہ پیسہ لگتا ہے، غلطیوں کو معاف کر دیں، اس سے کچھ نہیں ہمارا خرچ ہوتا ہے؛ لیکن جنت میں وہ محل، جس کی کوئی قیمت نہیں ہوسکتی ہے (اس کی قیمت مل جاتی ہے،) تو سستا سودا ہوا کہ نہیں ہوا؟

وہ تو نہایت سَستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلِس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے (۵)

☆☆☆

حوالہ جات:

١ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Sona-Jungle-Raath-Andheri.mp3

٢ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Sona-Jungle-Raath-Andheri.mp3

٣ خطاب میٹھی کھاڑی، سورت ۴/ اکتوبر ۲۰۱۸ء

۴ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Ghazab-Se-Onke-Khuda-Bachaye.mp3

۵ تشریح اول:

http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Woh-Thu-Nihayath-Sasta-Saudha-Beich-Rahe-Hai-Jannath-Ka.mp3

تشریح دوم: خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۷۰

باب 8...... مناقب اہل بیت

بہرِ تسلیم علی رضی اللہ عنہ

بہرِ تَسلیمِ علی میداں میں
سر جھکے رہتے ہیں تلواروں کے

شرح:

جہاں جنگ کا میدان ہوتا ہے وہاں حضرت علی اگر تشریف لائیں، تو منظر کیا (ہوتا) ہے... تسلیم کہتے ہیں ''سلام کرنا'' اور بہر کے معنی ''لیے''۔ ''بہرِ تسلیمِ علی'' اس کا ترجمہ یہ ہے؛ حضرت علی مرتضیٰ کو سلام کرنے کے لیے میدانوں میں... ''سر جھکے رہتے ہیں تلواروں کے''... سمجھا دوں؟ دیکھو سامنے دُشمن ہے، تصور کرنا اور ہمارے مولانا غلام مصطفیٰ برکاتی یہ کھڑے ہیں اور بہت سے دُشمن تلوار لے کر کے ان پر حملہ کرتے ہیں؛ تو صورت کیا ہوتی ہے؟ (جب وہ) حملہ کرتے ہیں (تو) ان کی تلوار جھکتی ہے کہ نہیں؟ جھکتی ہے۔ اب یہ کھڑے ہیں ساری تلواریں یوں (اوپر سے نیچے آرہی ہیں)؛ اعلیٰ حضرت اس منظر کو پیش کر رہے ہیں کہ جب مولائے کائنات رضی اللہ عنہ میدانِ کارزار میں کھڑے رہتے تھے اور دُشمن تلوار لے کر حملہ کرتے تھے تو دُشمن تو یہ سمجھتا ہے حملہ کر رہے ہیں؛ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ یہ حملہ نہیں ہو رہا ہے، تلوار حضرت مولائے کائنات کو جھک جھک کر سلام کر رہی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں حملہ کر رہے ہیں، ارے بے ایمانو! تم علی مرتضیٰ پر حملہ کیا کر سکتے ہو؟ تم یہ کہہ رہے ہو کہ ''ہم حملہ کر رہے ہیں''، ہم عاشقانِ علی کہتے ہیں کہ تمہاری تلوار جھک جھک کر علی کو سلام کر رہی ہے۔

بہرِ تسلیمِ علی میداں میں
سر جھکے رہتے ہیں تلواروں کے(۱)

☆☆☆

چمنستانِ کرم

کیا بات رضاؔ اُس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حُسین اور حسن پھول

شرح:

چمن کہتے ہیں گارڈن (باغ) کو، جہاں الگ الگ کلر (رنگ) کے پھول اور کلیاں ہوتی ہیں؛ اور کرم چمنستانِ کرم؟ ایک تو سب کا چمنستان ہوتا ہے؛ لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چمن، چمنستانِ کرم ہے؛ وہاں چمنستانِ کرم میں (کوئی) پہنچتا ہے تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کرم ہوتا ہے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عطا ہوتی ہے، وہاں پھول بھی ملتے ہیں، خوشبو بھی ملتی ہے، وہاں پر زینت ہوتی ہے، وہاں فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: کیا بات رضاؔ اُس چمنستانِ کرم کی... زہرا ہے کلی... زہرا کے معنی کلی اور پھول کے آتے ہیں، حضرت فاطمہ زہرا کا لقب زہرا تھا، نام فاطمہ تھا؛ وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چمن کی کلی ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے حضرت فاطمہ کو کلی کیوں کہا؟ کلی سمجھتے ہیں آپ؟ کلی اس کو کہتے ہیں کہ پھول کھلنے سے پہلے، جو پھول بننے والی چیز ہے، وہ کلی ہوتی ہے اور کلی بالکل منھ بند کیے ہوتی ہے، اور ہرا ہرا کپڑا اس کے ہر طرف لگا رہتا ہے؛ کلی کا حسن پردے میں رہتا ہے، سمجھ گئے؟ فاطمہ زہرا کلی ہے چمنستانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی، ایسی کلی ہے کہ ان پر عفت اور پاک دامنی کا پردہ ہر وقت لپٹا رہتا ہے؛ جبرئیل بھی ان کے آنچل کو نہ دیکھ سکے، یہ سیدوں کی ماں ہیں، سب کو سیدوں کی ماں سے درس (پردہ) حاصل کرنا چاہیے! اپنی بہو بیٹیوں کو فاطمہ کی کنیز شمار کرو! فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جس طرح پوری زندگی پردے میں گزار دی، آج ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنی بہو بیٹیوں کو بھی

پردے میں رہنے کی نصیحت کریں! یہ فاطمہ زہرا چمنستانِ کرم کی کلی ہیں۔

کیا بات رضاؔ اُس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حُسین اور حسن پھول

کلی جب پھول بنتی ہے تو ہر طرف خوشبو بکھیرتی ہے، فاطمہ کے پاس سب خوشبو تھی، انھوں نے دو پھول دنیا کو دے دیے، ایک مدینے میں مہکا؛ ایک کربلا میں مہکا اور دونوں پھولوں کی خوشبو ساری دنیا میں پھیل گئی۔(۲)

☆☆☆

حوالہ جات:

ا http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Bahre-Tasleeme-Ali-Maidaano-Mei.mp3

۲ خطاب برکھیڑا، کھام گاؤں (MS) ۷/ اکتوبر ۲۰۱۸ء

باب9...... مناقب غوث اعظم

وسعت چادرِ ولایت

اس کو سو فرد سراپا بفراغت اوڑھیں
تنگ ہو کر جو اُترنے کو ہو نیما تیرا

شرح:

اس شعر کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے فرد کو سمجھ لیں، کہ فرد کس کو کہتے ہیں؟ اولیاے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مرتبوں کے اعتبار سے مختلف طبقے ہیں، ان کے مقام و مرتبہ کی پہچان کے لیے صوفیاے کرام نے ان کے لیے الگ الگ نام تجویز فرمائے ہیں، کسی کو قطب، کسی کو قطب الارشاد، بعض کو ابدال، بعض کو غوث، بعض کو غوث الاغیاث، بعض کو فرد اور بعض کو فرد الافراد، یہ اولیاے کرام کے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے الگ الگ نام ہیں، اولیاے کرام میں جو لوگ مقام فردیت پر فائز ہوتے ہیں ان کو ''فرد'' کہتے ہیں، ان کا مقام اولیاے کرام میں بہت بلند و بالا ہے، اولیاے کرام سے چنندہ اور مخصوص حضرات ہی اس منصب علیا پر فائز کیے جاتے ہیں۔ مقام غوثیت کے بعد فردیت ہے، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی صاحب نے سوال کیا کہ ''افراد'' کون لوگ ہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ملفوظ شریف جلد اول میں فرماتے ہیں، جس کا مفہوم عرض کر رہا ہوں، فرماتے ہیں کہ: یہ حضرات اجلہ اولیاے کرام سے ہوتے ہیں، ولایت کے درجات میں غوثیت کے بعد فردیت کا درجہ ہے، سوال کا جواب دینے کے بعد دو فردوں کی ایک دلچسپ حکایت بیان فرمائی ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ: ایک صاحب نے اجلہ اولیاے کرام میں سے کسی ولی سے پوچھا کہ: کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ ہاں! ابھی ابھی مجھ سے خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تھی، انھوں نے مجھے بتایا کہ میں نے ایک جنگل میں ایک ٹیلے پر ایک نور دیکھا، جب میں وہاں قریب گیا تو دیکھا ایک صاحب کمبل اوڑھے ہوئے سو رہے ہیں، اور کمبل سے نور نکل رہا ہے، جس سے

پورا ماحول روشن اور منور ہو گیا ہے۔

میں نے ایک پاؤں پکڑ کر ہلایا اور جگا کر کہا اٹھیے! اور اللہ کی یاد میں مشغول ہو جایئے۔ سونے والے بزرگ نے جواب دیا: خضر آپ اپنے کام میں لگے رہیں، مجھے میری حالت پر چھوڑ دیجیے، خضر علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ میں مشہور کر دوں گا کہ اللہ کے ولی ہیں، تو ان بزرگ نے بھی فرمایا کہ میں بھی مشہور کر دوں گا کہ یہ خضر ہیں، خضر علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا میرے لیے دعا کیجیے، فرمایا: اے خضر دعا کرنا تو آپ کا حق ہے، میں نے کہا: آپ کو تو میرے لیے دعا کرنی ہوگی، کہا وَفَّرَ اللّٰہُ حَظَّكَ مِنْہُ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی معرفت میں آپ کا حصہ زیادہ کرے، اور کہا کہ اگر میں غائب ہو جاؤں تو آپ ملامت نہ کیجیے گا، یہ کہہ کر فوراً نظروں سے غائب ہو گئے، حالاں کہ کسی ولی کی طاقت نہیں کہ میری (خضر کی) نگاہ سے غائب ہو سکے۔

حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: اس کے بعد وہاں سے میں آگے بڑھا تو اسی طرح کا نور دیکھا، جو نگاہ کو خیرہ کر رہا تھا جب قریب گیا تو دیکھا ٹیلے کے اوپر کمبل اوڑھے ہوئے ایک عورت سو رہی ہے، میں نے پاؤں ہلا کر جگانا چاہا، غیب سے آواز آئی "اے خضر! احتیاط کرو" یعنی اسے ہاتھ نہ لگانا، ان بی بی صاحبہ نے آنکھیں کھول دیں، اور کہا: اے خضر آپ خود نہ رکے بلکہ روکے گئے، خضر علیہ السلام کہتے ہیں کہ: میں نے اس خاتون سے کہا کہ اٹھو اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔ خاتون نے جواب دیا: آپ اپنے کام میں مشغول رہیں، مجھے میری حالت پر رہنے دیجیے، تو میں نے کہا کہ میں مشہور کر دوں گا کہ یہ اللہ کی ولیہ ہے، یہ سن کر اس نے کہا کہ میں بھی مشہور کر دوں گی کہ یہ حضرت خضر ہیں، نہ اُنھوں نے مشہور کیا نہ اِنھوں نے، دونوں خاموش ہو گئے، خضر علیہ السلام نے ان بی بی صاحبہ، اللہ کی ولیہ سے کہا کہ: میرے لیے دعا کرو، کہا: اے خضر دعا کرنے کا حق آپ کا ہے، میں نے کہا تم کو دعا کرنی ہی ہوگی تو اس نے دعا کی وَفَّرَ اللّٰہُ

حَظَّكَ مِنْهُ. اللہ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے، پھر کہا کہ اگر آپ کی نظروں سے غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ کیجئے گا، میں نے کہا کہ اچھا یہ تو بتاتی جاؤ کہ کیا تم اسی مرد کی بی بی ہو، کہا: ہاں، یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہوا تھا، ہمیں اس کی تجہیز و تکفین کا حکم ہوا تھا یہ کہا اور نگاہوں سے غائب ہوگئی، حضرت خضر علیہ السلام سے ان بزرگ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ تھے؟ فرمایا یہ ''افراد'' میں سے تھے، وہ بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خضر علیہ السلام سے یہ بھی پوچھا کہ اچھا یہ بتایئے کیا جو لوگ افراد میں سے ہیں، وہ بھی کسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، یعنی فیض حاصل کرنے میں کسی دوسرے بزرگ کی ضرورت ان کو ہوتی ہے؟ خضر علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی ذات کی طرف افراد کو بھی رجوع کرنا پڑتا ہے۔

اس حکایت سے معلوم ہو گیا کہ اولیاے کبار میں سب سے اونچا مقام افراد کا ہے، مگر ان حضرات سے کہیں اونچا مقام فرد الافراد، غوث الاغیاث، میر میراں، شاہ جیلاں، سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، کیوں کہ افراد بھی اکتسابِ فیض میں آپ کے محتاج ہیں، جب کہ غوثیت کے بعد فردیت کا درجہ، اور فردیت سے بلند غوثیت عظمیٰ کا درجہ ہے، فردیت کی عظمت و رفعت کو سامنے رکھ کر غوث اعظم کے رتبہ و کمال کا اندازہ لگایئے تو آپ صرف سوچتے رہ جائیں گے اندازہ نہ لگا سکیں گے ۔

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

صوفیاے کرام فرماتے ہیں کہ: اگر ایک فرد کی فردیت کو پھیلا دیا جائے تو زمین و آسمان بھر جائیں، یہ ہے فرد کی فردیت، اسی طرح کوئی دنیا کا ولی حضرت خضر کی نگاہ سے غائب نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو وہ طاقت عطا فرمائی ہے، مگر فرد کو وہ مقام ملا ہے کہ نگاہِ خضر سے آزاد ہو سکتا ہے، نگاہِ خضر بھی اس کی بلندیوں تک نہیں پہنچ پاتیں، جب نیچے کے درجے

والوں کی یہ شان ہے کہ نگاہِ خضر کی گرفت سے بالاتر ہیں اوران کی وسعت ولایت کے لیے زمین وآسمان کی وسعتیں ناکافی ہیں، توغوث اعظم کی وسعت ولایت وغوثیت کا عالم کیا ہوگا! اسی عظمت وکمال کو سامنے رکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

اس کو سو فرد سراپا بفراغت اوڑھیں
تنگ ہو کر جو اُترنے کو ہو نیما تیرا

اس شعر میں نیما کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، نیما چادر اور پوشاک کو بھی کہتے ہیں، یہاں نیما سے کپڑے کی چادر اور پوشاک مراد نہیں ہے۔خلعت ولایت وکرامت مراد ہے، شعر کا مطلب یہ ہوا کہ دنیاے ولایت میں سیدنا غوث اعظم کی ذات اتنی قدآور اور عظیم ذات ہے کہ وہ خلعت ولایت و چادر کرامت جو آپ کے وجود ولایت کے لیے چھوٹی اور تنگ ہونے کے سبب اتری ہو، اس کو سو فرد سر سے پیر تک فراغت کے ساتھ اوڑھ سکتے ہیں، جو چادرِ ولایت، میرے غوث اعظم کے وجود کے لیے تنگ ہو اس میں اتنی وسعت اور سمائی ہے کہ سو، سو فرد جن کی ولایت زمین و آسمان کی وسعتوں کو بھر دیں وہ اس میں سما جائیں، تب بھی تنگی محسوس نہیں ہوگی۔

جس طرح بچہ پیدا ہوتا ہے تو چھٹی کے روز اس کے ماں باپ، نانا، نانی، بچہ کے لیے کپڑا اسلا کر لائے، اس کو پہنایا، یہ چھوٹا سا لباس اس کے بدن پر فٹ اور موزوں ہوگا، مگر دس سال کی عمر میں اسی بچہ کا یہ لباس اس کے بدن کے بڑھ جانے کی وجہ سے چھوٹا اور تنگ ہو جائے گا، اسی طرح دس سال کی عمر میں جو لباس تیار کیا گیا وہ ۲۰ رسال کی عمر میں تنگ ہو جائے گا، جتنا بدن بڑھتا جائے گا، پہلے والا لباس تنگ ہوتا جائے گا، اسی طرح خلعت ولایت، منصب و مقام کی وسعت و ترقی کے ساتھ ساتھ تنگ ہو کر رہ جاتی ہے، ابتدا میں حیثیت کے مطابق خلعت ولایت عطا ہوتی ہے، مراتب ولایت میں جتنی ترقی ہوتی جاتی ہے، خلعت ولایت کو اتنی ہی وسعت ملتی جاتی ہے، امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ: سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام

ولایت اتنا بلند اور عظیم تر ہے کہ ان کے وجودِ کرامت پر جو لباسِ ولایت تنگ اور چست ہو جاتا ہے، اس کو سو سو افراد بآسانی اور بفراغت اوڑھ سکتے ہیں۔

فرماتے ہیں: وہ لباس، وہ نیما، وہ چادر جو سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن روحانیت پر تنگ ہو جائے، اس کو ایک نہیں سو فرد سر سے پاؤں تک بفراغت اوڑھ سکتے ہیں، یہ چادرِ ولایت کس کی ہے؟ پیر پیراں، میر میراں، شاہِ جیلاں، محبوبِ یزداں، سیدنا سرکار غوث اعظم کی ہے، اس لیے آپ کے رتبۂ بلند تک بڑے بڑے اولیاے کرام کے شعورِ ولایت کی رسائی نہیں ہو پاتی۔(۱)

☆☆☆

کامل و واصل

جو تیرا طِفل ہے کامل ہے یا غوث
طُفَیلی کا لَقب واصل ہے یا غوث

شرح:

امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ''الملفوظات شریف'' میں فرمایا کہ: حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک بزرگ تھے، جن کا نام نامی اسم گرامی سیدی عبدالرحمٰن طفسونجی تھا، ایک روز آپ اپنی خانقاہ میں معتقدین و مریدین کے درمیان منبر پر تشریف فرما تھے، حاضرین کو تلقین وارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

اَنَا بَیْنَ الْاَوْلِیَاءِ کَالْکُرْکِیِّ أَطْوَلُ عُنُقاً

میں اولیا میں ایسا ہوں جیسے کونج (سارس) سب سے اونچی گردن والا، اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میرا مرتبہ اس زمانہ کے تمام اولیا سے اونچا اور ارفع واعلیٰ ہے۔

وہیں مجلس میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم خاص اور مرید حضرت احمد تشریف فرما تھے، انھیں سیدی عبدالرحمٰن طفسونجی کی یہ بات ناگوار گزری کہ انھوں نے اپنے آپ کو حضور غوث پاک پر فضیلت دی، حضرت احمد نے اپنی گڈری اتار کر پھینک دی، کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میں آپ سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر سیدی عبدالرحمٰن طفسونجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو سر سے پیر تک دیکھا، پھر پیر سے سر تک دیکھا، پھر سر سے پیر تک دیکھا، غرض اسی طرح کئی بار نظر ڈالی اور خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت سے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے، فرمایا: میں نے اس آدمی کے جسم کو دیکھا کہ اس کا کوئی رونگٹا رحمت الٰہی سے خالی نہیں ہے۔ یہ فرما کر حضرت احمد سے کہا اپنی گڈری پہن لو، شیخ احمد نے کہا کہ: فقیر جس کپڑے کو اتار کر پھینک دیتا ہے اس کو دوبارہ نہیں پہنتا، بارہ دن کی دوری پر ان کا مکان تھا، وہیں سے اپنی بیوی صاحبہ کو آواز دی: فاطمہ! میرے کپڑے دو، ان کی زوجہ مقدسہ نے وہیں سے ہاتھ بڑھا کر کپڑے دیے اور انھوں نے ہاتھ بڑھا کر کپڑے لے کر پہن لیے۔

یہ ماجرا دیکھ کر سیدی عبدالرحمٰن طفسونجی علیہ الرحمۃ نے دریافت فرمایا کہ: تم کس کے مرید ہو؟ فرمایا میں غلام ہوں سرکار غوثیت مآب کا، یہ سن کر اپنے دو مریدوں کو بلا کر کہا: تم دونوں بغداد جاؤ، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی بارگاہ میں عرض کرو کہ عبدالرحمٰن نے کہا ہے کہ بارہ سال سے قرب الٰہی میں حاضر ہوتا ہوں، آپ کو نہ جاتے دیکھا، نہ آتے دیکھا، اِدھر سے یہ دونوں مرید چلے ہیں، اُدھر غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دو مریدوں سے فرمایا: طفسونج جاؤ، راستہ میں حضرت عبدالرحمٰن کے دو آدمی ملیں گے ان کو طفسونج واپس لے جاؤ، اور میری طرف سے شیخ عبدالرحمٰن کو جواب دو کہ وہ شخص جو صحن میں ہے، اس کو کیوں کر دیکھ سکتا ہے جو دالان میں ہے، اور وہ جو دالان میں ہے اس کو کیوں کر دیکھ سکتا ہے جو کمرے کے اندر ہے، اور وہ جو کمرے کے اندر ہے اس کو کیوں کر دیکھ سکتا ہے جو نہاں خانۂ خاص میں ہو، اور میں نہاں خانۂ خاص میں رہتا ہوں،

اس کا ثبوت یہ ہے کہ فلاں رات میں بارہ ہزار اولیا کو خلعت عطا ہوئی تھی، یاد کرو آپ کو جو خلعت ملی تھی وہ سبز رنگ کی تھی اور اس پر سونے سے 'قل ھو اللہ شریف' لکھی ہوئی تھی۔ اور وہ خلعت میرے ہی ہاتھوں آپ کو ملی تھی۔

جب سیدی سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں مرید بغداد سے طفسونج جا رہے تھے، حضرت سیدی عبد الرحمٰن علیہ الرحمۃ کے دونوں مرید غوث پاک کے فرمان کے مطابق راستے میں ملے اور ان کو واپس لے کر طفسونج حضرت عبد الرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوئے؛ سرکار بغداد کا پیغام سنایا، سیدی شیخ عبد الرحمٰن نے سر جھکا لیا اور پیغام غوث سن کر پکار اٹھے صَدَقَ الشَّیْخ عَبْدُ الْقَادِرِ وَھُوَ سُلْطَانُ الْوَقْتِ، یعنی شیخ سیدنا عبد القادر نے سچ فرمایا وہی سلطان وقت ہیں ۔

حکم نافِذ ہے تِرا خامہ تِرا سیف تِری

دَم میں جو چاہے کرے دَور ہے شاہا تیرا

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ سیدی عبد الرحمٰن طفسونجی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام اولیا پر اپنی تفضیل اور بڑائی کا اظہار اس لیے فرمایا تھا کہ اس وقت تک سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ سے واقف نہ ہوئے تھے، اور جب واقف ہو گئے تو برملا آپ نے فرمایا: وَھُوَ سُلْطَانُ الْوَقْتِ، وہ وقت کے بادشاہ ہیں... دوسری بات یہ ہے کہ غوث پاک کے ایک مرید شیخ احمد کی یہ حالت کہ ان کا رونگٹا رونگٹا رحمت الٰہی اور نورِ یزدانی سے معمور تھا، جس کو دیکھ کر سیدی شیخ عبد الرحمٰن کو پیر لاثانی کے احوال کو جاننے کا شوق پیدا ہوا کہ جب طفل مکتب کی یہ شان ہے تو پیر کامل کی کیا شان ہوگی! سچ فرمایا اعلیٰ حضرت نے ؎

جو تیرا طِفل ہے کامل ہے یا غوث

طُفَیلی کا لَقب واصل ہے یا غوث

غوث پاک کے مکتب ولایت کا یہ طفل یعنی شیخ احمد بھی کامل اور ان کی اہلیہ مقدسہ جو طفیلی ہیں وہ بھی واصل الی اللہ ہیں، طفل اور طفیلی دونوں ولایت میں کامل و واصل ہیں۔ (۲)

☆☆☆

طغرائے امتیاز

دِل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دُزدِ رَجیم
اُلٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

شرح:

کسی کے دروازے پر کوئی نام کی تختی لگا دی جائے (یعنی) Name Plate، تو آنے والا فوراً دیکھ لے گا کہ کمشنر صاحب کا بنگلہ ہے، یہ PI صاحب کا مکان ہے، یہ فلاں شیخ صاحب کا (مکان ہے)، Name Plate دیکھ کر کے جس کا مکان ہے اس کا پتہ چلتا ہے۔ نیم پلیٹ کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت دُعا کرتے ہیں، ہمارا دل بھی ایمان کی کوٹھری ہے اور اسی دل کے اوپر شیطان کا حملہ ہوتا ہے۔ اور اس دل کے اندر محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امانت اور Currency ہے، وہ اسے چرانا چاہتا ہے۔ تو (اعلیٰ حضرت) دُعا کرتے ہیں۔ اے غوث! ایسی دُعا کر دیجیے کہ آپ کا نام ہمارے دل کے دروازے پر لکھ جائے۔ دل ہمارا ہے لیکن ہم اپنے دل کو اپنا نہیں کہتے، یہ غوث کا دل ہے، یہ ان کی محبت کے رہنے کا ٹھکانہ ہے۔ اے غوث! اپنے نام کی پلیٹ (تختی) لگا دیجیے۔ ''دِل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دُزدِ رَجیم''... دُزد کہتے ہیں ''چور'' کو، رجیم کے معنی ''مردود، نکما''، یہ کس کی طرف اشارہ کیا ہے؟ شیطان دزدِ رجیم ہے، بڑا مردود ہے۔ یہ ایمان کی کرنسی کو لوٹ لیتا ہے۔ تو (اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں ؎

دِل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دُزدِ رَجیم
اُلٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

(جب شیطان) دیکھے کہ اس دل میں چرانے کی دولت موجود ہے، تو اس میں وسوسے ڈالتا ہے، لیکن دیکھیے Name Plate تو ہے شیخ عبدالقادر جیلانی کی، تو دیکھ کے ہی بھاگ جائے گا، وہ کبھی ہمت نہیں کرے گا، تو بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ حضور غوث پاک کے نام کی برکت کا ایک 'نیم پلیٹ' لگا دو، تو وہ Name Plate کیا ہے؟ یہ نہیں کہ کوئی جا کر کے کمپیوٹر سے Name Plate بنالے۔ یہ نیم پلیٹ کیا ہے؟ اسی کا نام ہے 'عقیدت'...

اولیا کے نام کی عقیدت کا 'نیم پلیٹ' اپنے دل کے اوپر لگا لو، شیطان خود ہی بھاگ جائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ** (سورۃ التوبۃ:۱۱۹) اے اللہ کے بندو! اگر اپنے تقویٰ کی پونجی (اور) سمپتی کو بچانا چاہتے ہو تو **کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ**، اللہ والوں کے ساتھ چلو۔ کرفیو میں بھی تجھے کوئی گولی نہیں مارے گا، اگر پولیس والے کا ہاتھ پکڑ کر چلتا ہے۔ (اسی طرح غوثِ پاک سے عقیدت کرے گا تو) یہاں بھی محفوظ رہے گا، آخرت میں بھی سرکشت رہے گا، اس لیے وہاں غوثِ پاک کے ساتھ چلے گا تو عذاب کے فرشتے کبھی تجھے نہیں پکڑیں گے، (بلکہ کہیں گے) ارے! یہ تو غوث کا لاڈلا ہے (اور) چھوڑ دیں گے۔ (۳)

☆☆☆

استقامت

دِل عبث خوف سے پتّا سا اُڑا جاتا ہے
پلّہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا

شرح:

جیسے درخت سے ٹوٹ کر گرنے والا پتہ بے وزن ہلکا پھلکا ہوتا ہے، اس کو ہوا کا معمولی جھونکا جدھر چاہتا ہے اُڑائے پھرتا ہے، کبھی گڑھے میں، کبھی گندی نالی میں، کبھی کنوئیں کی گہرائی میں، جدھر دیکھو ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے، مگر جب وہ پتہ کسی وزنی پتھر کے نیچے آجاتا ہے تو بڑے

سے بڑا طوفان اس کو اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتا، تم بھی اپنے کو غوث پاک کی مضبوط گرفت کے حوالے کر دو تا کہ طوفانِ ہوش ربا میں بھی عذاب کے تھپیڑوں سے محفوظ رہ سکو۔(۴)

☆☆☆

تلوۂ غوثیہ

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

شرح:

جب (سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے) تلوے کا وقار یہ ہے کہ اولیاے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے تلوے کو اپنی آنکھوں اور پلکوں سے بوسہ دیتے ہیں تو سر (مبارک) کی عظمت کو کون سمجھ سکتا ہے۔(۵)

☆☆☆

مقامِ غوث اعظم

سُکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں
خِضر کے ہوش سے پُوچھے کوئی رُتبہ تیرا

تشریح اول:

محبوب سبحانی، شہباز لامکانی، سیدنا غوث صمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ پوچھنا ہے تو دانشورِ ہر دہر، انبیا و اولیا کے نورِ نظر سیدنا خضر علیہ السلام سے آپ کا مرتبہ پوچھو، خضر وہ ہیں جنھوں نے بہت سے انبیاے بنی اسرائیل کی زیارت کی ہے، ہزاروں اولیاے بنی اسرائیل کو دیکھا ہے، اور آج تک اولیاے امت محمدی کی بارگاہوں میں آتے جاتے ہیں اور من جانب اللہ، ان

اولیاء اللہ کی ضروریات پوری کرنے پر مامور ہیں، وہ ہر ایک کے مقام و مرتبہ سے واقف ہیں، وہ بتائیں گے کہ آپ کا مقام و مرتبہ کیا ہے، جو لوگ شرابِ معرفت پی کر نشہ کی حالت میں ہیں (یعنی وہ اولیائے کرام جو حالتِ سکر میں ہیں) وہ لوگ آپ کے مرتبہ کو کیا جانیں گے۔

تشریح ثانی:

سکر کہتے ہیں، ایک مقام ہے؛ جو عارفوں اور ولیوں کو حاصل ہوتا ہے، اس میں ہوش اور خرد سے دور ہوتے ہیں، وہ عرفان کے دریا میں غوطہ زن ہوتے ہیں؛ ابھی میں اس کی تشریح نہیں کر رہا ہوں اور ویسے لغوی معنی میں سکر کہتے ہیں: بے ہوشی کو، نشے کو؛ (اعلیٰ حضرت) فرماتے ہیں۔

سُکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں
خِضر کے ہوش سے پُوچھے کوئی رُتبہ تیرا

یہ خضر کون ہیں؟ یہ قومِ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے ہیں، قومِ بنی اسرائیل؛ اختلاف ہے کہ وہ نبی ہیں یا ولی ہیں؛ لیکن ولایت میں تو کسی کو اختلاف نہیں، اور حضرت خضر کو اللہ نے ایسی لمبی زندگی دی ہے جو بہت سے انبیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، ان کے مقام اور درجے سے واقف ہیں؛ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے، حضرت خضر علیہ السلام تمام روئے زمین کے ولیوں کی بارگاہوں میں تشریف لے جاتے ہیں؛ اور ان سے ملاقاتیں فرماتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی ڈیوٹی کو پورا کرتے ہیں؛ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں بھی وہ آتے تھے اور سارے صحابہ سے لے کر اور غوثِ پاک تک جتنے ولی آئیں سب کو جانا، سب کو پہچانا، سب کو دیکھا؛ اگر وہ فیصلہ کر دیں تب تو بڑا Perfect Judgement ہوگا؛ اس لیے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں اِدھر اُدھر مت جاؤ۔

سُکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں
خِضر کے ہوش سے پُوچھے کوئی رُتبہ تیرا

'بہجۃ الاسرار شریف' کی روایت ہے کہ حضرت خضر جب کسی ولی کے پاس جاتے اور وہ ولی حضرت خضر سے نصیحت کا طلب گار ہوتا کہ اے سیدنا خضر! مجھے کچھ نصیحت کیجیے، تو حضرت خضر ایک نصیحت کرتے تھے کہ: "اگر تم فلاحِ دارین چاہتے ہو، دین و دنیا کی بہبودی اور فلاح، کامیابی چاہتے ہو تو شیخ عبدالقادر کی صحبت کو لازم پکڑ لو! دین و دنیا کی بھلائیاں ان کے دربار سے ملتی ہیں۔" خضر کا یہ فیصلہ تھا، دنیا کی بھلائی چاہتا ہے، آخرت کی بھلائی چاہتا ہے، اِدھر اُدھر نہ جا، سارا فیض آج شیخ عبدالقادر کے ذریعے ملتا ہے۔(٦)

☆☆☆

حمایت کا پنجہ

کیا دَبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کُتّا تیرا

شرح:

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں کتا پالا نہیں گیا تھا، خانقاہ کی گلی میں آتا جاتا تھا اور جو لنگرِ غوثیہ کا بچا ہوا جوٹھا کھانا ہے، کھا لیا کرتا تھا؛ ذرا اس کا بھی تو Power دیکھو! حضرت سیدنا جام، اپنے وقت کے قطب الارشاد، وہ ہمیشہ ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کیا کرتے تھے اور جہاں سفر کر کے جاتے، گاؤں سے باہر کھیت میں اپنے مریدوں کو لے کر کے پڑاؤ ڈالتے اور اس گاؤں کا جو ٹھاکر، چودھری اور بڑا رئیس ہوتا، ؛اس کو خبر بھجواتے کہ جام تمہارا مہمان بن کر آیا ہے، اس کے مہمانوں اور اس کی خوراک کا انتظام کرو! حضرت جام گھوڑے پر سوار ہو کر نہیں چلتے تھے، شیر پر سوار ہو کر کے چلتے تھے؛ سفر کرتے، کرتے، کرتے بغدادِ معلیٰ تک پہنچے، بغداد شریف سے باہر آپ نے قیام کیا اور خبر بھجوائی پیرِ پیراں، میرِ میراں، شاہِ جیلاں، سیدنا غوث اعظم، محبوب سبحانی، شہبازِ لامکانی، شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں کہ؛ جا کر

حضرت سے سلام کہنا اور کہنا کہ آپ کا دوست جام، آپ کا مہمان ہے، ہمارے اتنے مریدین اور خلفا ہیں ان کے کھانے کا انتظام کیجئے اور ساتھ ہی، میرے ساتھ میری سواری، شیر ہے؛ اس کی بھی خوراک کا انتظام کیجئے!

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیغام پہنچا، Messenger آیا، Message پہنچا دیا، حضور غوثِ پاک نے کھانا پکوایا اور غلاموں کے، مریدوں کے سروں پر لگوا کر حضرت جام کے پاس بھیجا، ایک گائے پلی ہوئی تھی؛ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: یہ گائے حضرت جام کے شیر کی خوراک کے لیے لے کر کے چلے جاؤ! جب خادموں نے اس کی رسی کھونٹے سے کھولی؛ تو وہ دبلا پتلا کتا، جو ادھر سے آتا جاتا تھا، اتنا سمجھ دار تھا، وہ انتظار کر رہا ہے، گائے جا رہی ہے پیچھے پیچھے یہ بھی چلا، کہاں جا رہی ہے؟ کس لیے جا رہی ہے؟ اس کتے کو بھی یہ خبر ہو گئی، چلتے چلتے اس میدان میں پہنچا۔ کھانا رکھ دیا گیا۔ حضرت جام نے کہا: یہ گائے شیر کے پاس چھوڑ دیا جائے، اسے جتنا کھانا ہے، اس کا شکار کر کے کھالے گا، گائے جیسے ہی شیر کے پاس چھوڑی گئی، یہ کتا جو اس گلی میں صرف آتا جاتا تھا، غوث پاک نے پالا نہیں تھا، اگر پال لیتے تو کیا ہوتا؛ لیکن نہیں! پال کر کے یہ ہم کو بتایا کہ کتے کو حفاظت کے لیے تو رکھا جا سکتا ہے، شوق پورا کرنے کے لیے نہیں رکھا جا سکتا، حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کتا، نشانہ بنا کر کے اور حضرت جام کے شیر کے گلے کو اپنے دانتوں سے اس طرح سے پکڑا ہے کہ شیر اِدھر سے اُدھر چھڑا رہا ہے؛ لیکن یہ اس گلی کا کتا اتنا Powerful بن گیا تھا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ۔

کیا دَبے جس پہ حِمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کُتّا تیرا

یہ خطرہ، Dangerous (ڈینجرس) کے معنی میں نہیں ہے؛ یہ خطرہ "خاطر" کے معنی میں ہے، (مثلاً) کہتے ہیں: میں تیرے باپ کو بھی خاطر میں نہیں لاتا! یعنی کچھ نہیں سمجھتا؛ یہاں! خطرے

سے "خاطر" مراد ہے، ضرورتِ شعری کے لیے الف کو حذف کر دیا گیا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ۔

کیا دَبے جس پہ حِمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کُتّا تیرا

حضرت جام کا شیر تڑپ تڑپ کر زمین پر گر گیا؛ لیکن کتے نے اس کا گلا نہیں چھوڑا، جب یہ مر گیا تو اس کتے نے گائے کی رسی کو اپنے منہ میں پکڑا اور پکڑ کر کے سیدھے لا کر دربارِ غوثیت میں جہاں پر وہ باندھی جاتی تھی، وہاں لا کر چھوڑ دیا، اسی بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے امام احمد رضا نے ولیوں کی نسبت کے Powerful ہونے کا تذکرہ کیا ہے کہ ۔

کیا دَبے جس پہ حِمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کُتّا تیرا (۷)

☆☆☆

بارانِ فیض

مزرعِ چِشت و بخارا و عِراق و اجمیر
کون سی کِشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

شرح:

مزرع کہتے ہیں اس علاقہ کو، جہاں کھیتی باڑی کی جاتی ہے، قابلِ کاشت جو زمین ہے وہ مزرع ہے، کھیتی کے قابل، کھیتی کرنے کی جگہ۔ دنیا نے کھیتی کی اناج کی۔ دنیا نے کھیتی کی پھل فروٹ کی۔ دنیا نے کھیتی کی گھاس اور چارے کی، لیکن اللہ والے کھیتی کرتے ہیں عرفان اور ولایت کی، یہ خانقاہیں (چشت و بخارا و عراق و اجمیر) کیا ہیں؟ یہ (وہ جگہیں ہیں جہاں) عرفان کی کھیتیاں اُگتی ہیں، جس میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھول کھلتے ہیں، جس میں روحانی غذاؤں

کے اناج ہم کو ملتے ہیں۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ: ہرکھیتی کے لیے بارش کا ہونا ضروری ہے، (اوران عرفان کی کھیتیوں پر غوث پاک رضی اللہ عنہ کا جھالا برستا ہے۔)

مزرعِ چِشت و بخارا و عِراق و اجمیر
کون سی کِشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا (۸)

☆☆☆

بتولی گلشن

نبوی مینھ علوی فصل بتولی گلشن
حَسنی پھول حُسینی ہے مہکنا تیرا

شرح:

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ تقریباً پچاس ساٹھ (سے زائد) علوم وفنون کے ماہر تھے۔ ہرفن میں ان کی لکھی ہوئی کتابیں موجود ہیں، مثلاً کیمسٹری، ریاضی، بائیولوجی، نجوم، علم جفر، علم رمل وغیرہ، مگر اعلیٰ حضرت کا یہ کمال اور آپ کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ آپ نے ہر علم وفن سے صرف دین کی خدمت کا کام کیا ہے، ہرفن کو دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خادم بنایا، بلکہ ہر علم وفن سے نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور منقبت محبوبانِ بارگاہِ الٰہی بھی کہنے میں جو حق ادا کیا ہے وہ صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔

پیش کردہ شعر میں بھی کھیتی باڑی Agriculture کا انداز پیش فرمایا ہے۔ دیکھیے! کسی پھول کی پیداوار کے لیے ضروری ہے کہ اس کا پودا کسی گلشن اور باغ یا کھیت میں بویا جائے، پھر اس کو پانی سے سینچا جائے، اور فصل بہاری اس میں رنگ وترنگ پیدا کرے، تب جا کر پھول کھلتا ہے، اور اس کی مہک اور خوشبو سے مشام جاں معطر ہوتا ہے۔

سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ باغِ ولایت کے مہکتے ہوئے پھول ہیں، اب سوال

یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ پھول کس گلشن اور باغ میں کھلا، اس کو کس پانی سے سینچا گیا، اس کی فصل بہار کیا ہے؟ یہ پھول کس کا ہے، اس میں خوشبو کہاں سے آئی؟ ان سب سوالوں کا جواب اس شعر میں موجود ہے۔ اس پھول کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیض کرم کی مینھ یعنی بارش نے سینچا، مولائے کائنات علی مرتضیٰ کی روحانی فصل بہار میں کھلا، سیدتنا بتول فاطمۃ الزہراء کے مقدس گلشن میں پیدا ہوا، یہ حسن کا پھول ہے اور امام حسین کی اس میں خوشبو پائی جاتی ہے، اب پھر اس شعر کو پڑھیے۔

نبوی مینھ علوی فصل بتولی گلشن
حَسنی پھول حُسینی ہے مہکنا تیرا

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا امام حسن کا پھول اس لیے کہا کہ آپ والد کی طرف سے حسنی ہیں اور آپ والدہ کی طرف سے حسینی ہیں، اس لیے آپ سیدنا امام حسین کے صبر و رضا اور خوشبو کے پیکر ہیں۔(۹)

☆☆☆

بتولی منزل

نبوی ظِل علَوی برج بتولی منزل
حَسنی چاند حُسینی ہے اُجالا تیرا

شرح:

فلکیات اور نجوم کے ماہرین کا کہنا ہے کہ سورج کی روشنی خود اس کی اپنی روشنی ہے، کسی دوسری چیز کا عکس اور ظل نہیں ہے برخلاف چاند کے۔ چاند ایک صاف شفاف آئینہ کی طرح ہے۔ اس میں جو روشنی نظر آتی ہے۔ وہ سورج کا ظل یعنی عکس ہے، جس کو انگریزی میں Reflection کہتے ہیں۔ جب سورج مغرب میں چھپ جاتا ہے تو چاند کے جتنے حصہ پر سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں اتنا حصہ چمک اٹھتا ہے، یہاں تک کہ چودھویں تاریخ کو جب چاند

برج سنبلہ میں ہوتا ہے تو سونے کی تھالی کی طرح پورا چمکتا ہے۔ چودھویں شب کے چاند کو بدرِ کامل کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ چاند کی روشنی اور اس کی چمک دمک، سورج کا فیضان ہے تو چاند کے لیے سورج کا ظل اور عکس ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان میں بارہ برج بنائے ہیں، جن میں چاند پورے مہینے دورہ کرتا ہے۔ آخر میں اپنی منزل یعنی اپنے گھر میں پہنچتا ہے، پھر دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ کو ہلال کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ ہر برج میں چاند ڈھائی دن رہتا ہے، پھر دوسرے برج میں منتقل ہوتا ہے، ان آسمانی برجوں کے نام ترتیب وار اس طرح بتائے گئے ہیں: پہلا برج حمل، دوسرا ثور، تیسرا جوزا، چوتھا سرطان، پانچواں اسد، چھٹا سنبلہ، ساتواں میزان، آٹھواں عقرب، نواں قوس، دسواں جدی، گیارہواں دلو، اور بارہواں حوت۔ ہر برج میں ڈھائی دن گزارتا ہوا چاند ایک ماہ کا سفر پورا کرتا ہے اور مہینہ کے آخر میں اپنی منزل میں آکر پھر دوبارہ نمودار ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چاند کے لیے بروج ہیں اور اس کی ایک منزل ہے۔ نیز چاند چمک دار ہے، جو دنیا کو روشنی اور اُجالا بخشتا ہے، تاریکیِ شب کو دور کرتا ہے، چوں کہ ریڑھ کی ہڈیوں کے مہرے (منکے) بارہ ہیں، اس لیے اس کو برج کہا ہے۔

اب آیئے! اگر سرکار غوث پاک کی ذات گرامی کو ہم فلکِ ولایت کا بدرِ کامل کہیں تو سوال (پیدا) ہوتا ہے کہ اس میں کس کا عکس ہے؟ تو اعلیٰ حضرت جواب دیتے ہیں کہ "نبوی ظل" یعنی خورشید رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا کا عکس جمیل ہے۔ یہ "حسنی چاند" کن برجوں سے گزرتا ہوا اپنی منزل میں استقرار پایا؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں: "علوی برج" یعنی آپ اولاد علی ہیں، آپ کا مادہ تولید "صلب علی" ریڑھ کی ہڈیاں جو مثل برج ہوتی ہیں ان سے گزرتا ہوا، اپنی منزل یعنی رحم مادر میں آیا، اس چاند میں امام حسین کی روشنی ہے، جس سے روحانی دنیا جگ مگ کر رہی ہے، اس لیے سیدنا غوث پاک کی ذات پنجتن پاک کے فیضان وکمال کا سنگم ہے۔ (۱۰)

بتولی معدن

نبوی خُور علَوی کوہ بتولی مَعدُن

حَسنی لعل حُسینی ہے تجلّا تیرا

شرح:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے علم الحجریات سے کام لے کر منقبت کا یہ شعر موزوں فرمایا ہے۔علم الحجریات اس علم کو کہتے ہیں جس میں مختلف قسم کے پتھروں کے بارے میں ریسرچ اور تحقیق کی جاتی ہے، ہیرا، یاقوت، زمرد، کہربا وغیرہ کی پیدائش کا قدرتی نظام اور کیمیائی پروسیجر کیا ہے؟ اس پر بحث ہوتی ہے، یہ ایک مستقل فن ہے، سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اس فن میں بھی ماہر تھے۔

لعل ایک قسم کا قیمتی پتھر ہے جو سرخ رنگ کا ہوتا ہے، اس کو یاقوت بھی کہتے ہیں، جس میں سب سے عمدہ اور بیش قیمت ''لعلِ بدخشانی'' اور'' یاقوت رمانی'' ہوتا ہے، جو ملک بدخشاں کی پہاڑیوں میں پایا جاتا ہے، اس کو ''لعل شب چراغ'' بھی کہتے ہیں، اگر لعل شب چراغ اندھیرے کمرے میں رکھ دیا جائے تو اس کی روشنی سے کمرے کا اندھیرا دور ہو جاتا ہے اور ہر طرف دل آویز پرسکون روشنی پھیل جاتی ہے۔

بدخشاں ملک فارس میں ایک علاقے کا نام ہے، جہاں کے پہاڑوں میں لعل پیدا ہوتا ہے، حجریات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ بدخشاں کی پہاڑیوں میں کچھ ایسے پتھر پائے جاتے ہیں جن میں یاقوت اور لعل بننے کی قوت (اور) قدرتی صلاحیت موجود ہوتی ہے، جب ان پتھروں پر سورج کی گرم گرم کرنیں پڑتی ہیں تو ان پتھروں کا رنگ بدلنا شروع ہوتا ہے، آہستہ آہستہ ایک عرصہ کے بعد ان میں ایک خاص قسم کی چمک پیدا ہو جاتی ہے، اس کا اصل رنگ سرخ رنگ میں تبدیل ہو جاتا ہے، پھر جوہری لوگ ان پتھروں کو ان کے معدن یعنی کھدان سے لاکر تراشتے

ہیں اور پھر ان کو جلا بخشتے ہیں، یعنی پالش کرتے ہیں، اس کی شان یہ ہوتی ہے کہ بادشاہوں کے تاج کی زینت بن کر شہنشاہوں کے سر پر ہوتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ یہ قیمتی لعل ہر جگہ نہیں ہوتا، اس کے لیے بدخشاں کے مخصوص پہاڑ ہیں ،اور پھر ان پہاڑوں میں ہر پتھر لعل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لعل کے لیے مخصوص معدن اور کھدان ہے، جہاں یہ پیدا ہوتا ہے، اور لعل کو لعل بنا کر چمکانے میں سب سے بڑا کارنامہ سورج کی کرنوں کا ہے، تو لعل شب چراغ کے وجود کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں: سورج، پہاڑ، کھدان اور چمک۔ ان چاروں چیزوں کو ذہن میں رکھیں تو معلوم ہوگا کہ امام حسن کے لعل، صاحبِ جمال وکمال سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات والاصفات جامع برکات وحسنات ہے اور آپ کا مقام بہت ارفع واعلیٰ ہے۔

اس حسنی لعل کرامت و وجاہت پر ''نبوی خور'' یعنی خورشید رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بافیض کرنیں پڑی ہیں، جس نے اس کا رنگ بدل دیا ہے۔ یہ لعل ''علوی کوہ'' یعنی فاتح خیبر سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جو جبل الاستقامت تھے، ان کی نسل پاک سے ہے، کس کھدان سے حاصل ہوا تو وہ کھدان ''بتولی معدن'' ہے، شکم مادر بچوں کی کھدان کی طرح ہوتا ہے، لعل کس کا ہے؟ امام حسن کا لعل ہے، ان کی اولاد سے ہے۔ اس لعل میں چمک دمک اور سرخی کس کی ہے؟ شہید کربلا، شاہ گلگوں قبا امام حسین کی ہے، دنیاے ولایت کا لعل شب چراغ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات عطر مجموعہ پنجتن پاک ہے۔

نبوی خُور علَوی کوہ بتولی مَعدِن
حَسنی لعل حُسینی ہے تجلّا تیرا

اس تشریح کے بعد شعر کو سمجھ کر پڑھیں گے تو مزا آجائے گا، بہت پیارا شعر ہے، آپ نے دیکھا کہ امام اہل سنت نے علم الجریات سے کس انداز میں غوثیت مآب کی منقبت میں شعر فرمایا، یہ انہیں کا حصہ ہے۔(۱۱)

دامانِ معلّٰی

نزع میں، گور میں ، میزاں پہ، سرِ پُل پہ کہیں
نہ چھٹے ہاتھ سے دامانِ مُعلّٰی تیرا

شرح:

یعنی اے سرکارِ بغداد (غوث اعظم) میرے لیے اتنی دُعا فرمادیں کہ جاں کنی کی حالت میں جب روح تن سے جدا ہو رہی ہو، ماں باپ گھر بار، دوست و یار سب ساتھ چھوڑ رہے ہوں، ایسی حالت میں آپ کا دامنِ کرامت میرے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ اے میرے غم گسار آقا! موت کے بعد مجھے لوگ گورستان کے اندر قبر کی تنہائی اور وحشت ناکی میں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں تو اس وقت بھی آپ کا دامن غوثیت میرے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ اس طرح میزان عمل پر جب میرے اعمال وزن کیے جائیں اور حساب وکتاب کے بعد جب پل صراط کے اوپر سے میرا گزر ہو، ان تمام مشکل اوقات اور جان کو پگھلا دینے والی گھڑی میں، کہیں پر بھی آپ کا دامن عالی میرے ہاتھ سے نہ چھوٹے، ہر جگہ آپ کی سچی حمایت کا سہارا مل جائے، بس بیڑا پار ہو جائے گا۔ (۱۲)

☆☆☆

علوے مقام غوثیہ

ہیں رضؔا یُوں نہ بلک تو نہیں جیّد تو نہ ہو
سیّدِ جیّدِ ہر دَہر ہے مولیٰ تیرا

شرح:

ایک مرتبہ سیدنا شیخ حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: میرے بارہ ہزار مریدین ہیں اور میں ہر رات نام بنام ان کی حاجت روائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں۔ جب یہ بات حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے قربِ الٰہی حاصل ہو جائے

تو میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے لوں گا کہ تا حشر میرا کوئی مرید توبہ کیے بغیر نہ مرے، یہ واقعہ آپ کے ابتدائی دور کا ہے۔

جب شیخ حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثِ پاک کے ارشاد کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ:

میں ضمانت دیتا ہوں کہ عنقریب شیخ عبدالقادر کو یہ مرتبہ حاصل ہوگا، اور ان کی وجاہت تمام مریدوں پر سایہ فگن ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب ان کو قربِ خاص سے نوازا گیا تو آپ نے اپنے مریدوں کی توبہ کی ضمانت اپنے پروردگار سے حاصل کر لی، قادری غلاموں کے لیے یہ بشارتِ عظمیٰ ہے۔اسی لیے تو سیدی اعلیٰ حضرت بڑے ناز و اعتماد کے ساتھ مچل کر فرماتے ہیں ؂

ہیں رضاؔ یُوں نہ بلک تو نہیں جَیّد تو نہ ہو

سیّدِ جَیّدِ ہر دَہر ہے مولیٰ تیرا(۱۳)

حوالہ جات:

۱ خطباتِ کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۷۹

۲ نفس مصدر، ص ۱۸۵

۳ ساؤتھ افریقہ

http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Dil-Pa-Kundah-Ho-Tera-Naam.mp3

۴ خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۹۴

۵ خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۷۹

۶ تشریح اول:

http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Sukr-Kay-Josh-Mei-Jo-Hai.mp3

تشریح دوم: خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۸۳

۷ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Kia-Dhabey-Jispa-Himayat-Ka-Ho-Panja-Tera.mp3

۸ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Sukr-Kay-Josh-Mei-Jo-Hai.mp3

۹ خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۷۴

۱۰ نفس مصدر، ص ۱۷۷

۱۱ نفس مصدر، ص ۱۷۵

۱۲ نفس مصدر، ص ۱۹۰

۱۳ خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۹۰

باب10....... نسبتوں کی بہاریں

نازوفخر

بد سہی، چور سہی، مجرم و ناکارہ سہی
اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا

شرح:

ہمیں سب تسلیم ہے کہ ہم برے ہیں، مجرم ہیں، نکمے اور ناکارہ ہیں، اور حسن عمل سے ہمارے دامن خالی ہیں، ہم میں کوئی خوبی اور کمال نہیں ہے، ان سب خرابیوں کے باوجود اے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ہم آپ کے ہیں اور آپ ہی کے رہیں گے، ہم گستاخ، غدار اور باغی نہیں ہیں، ہمیں اپنے حسن عمل پر نہ غرور ہے نہ گھمنڈ، نہ فخر ہے نہ ناز، ہاں! اگر ہم کو ناز اور فخر ہے تو پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت، سرکار بغداد کی نسبت اور اللہ والوں کی عقیدت پر ہے، ہمارے عمل کی کچھ حقیقت نہیں، مقبول ہیں؟ مردود ہیں؟ ہمیں کچھ معلوم نہیں، اس حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے۔(۱)

☆☆☆

سُراغِ منزل

ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سُراغ لے کے چلے

تشریح اول:

یعنی غلامانِ رسول کے نقشِ قدم پر چلنے کے فائدے کیا ہیں؟ جو اس راز، بھید کو پا گیا وہ کبھی راہِ راست سے ہٹ نہیں سکتا، شیطان کے بہکاوے میں آ نہیں سکتا، حقیقت بھی یہی ہے کہ اولیاے کرام (یعنی غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے قلبی اور عملی نسبت رکھنے والا کبھی بھی گمراہ نہیں ہوتا، اور جس کا تعلق خاطر ولیوں کی طرف سے ڈھیلا پڑا وہی بہکا، یہ تجربے کی بات ہے۔

تشریح ثانی:

اس شعر میں صراطِ مستقیم کی تعریف اور Definition بیان کی گئی ہے۔جس راستہ پر منزل تک پہنچنے کے لیے علامتیں اور نشانیاں ہوتی ہیں، اس پر چلنے والے آسانی کے ساتھ منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔ بھٹکنے اور بھولنے کے امکانات (Chances) اور آثار نہیں ہوتے ہیں، بشرطیکہ چلنے والا ان نشانیوں کو دیکھتے چلے، اگر نشانِ منزل سے بے پرواہوکر ان سے نظریں پھیر لے گا تو بھٹک جائے گا۔

صراطِ مستقیم کی نشانیاں کیا ہیں؟ اس سوال کا جواب قرآن مجید دے گا، صراطِ مستقیم کی نشانیاں وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے خاص فضل واحسان فرمایا ہے، وہ کون ہیں جن پر خاص انعام ہوا ہے؟ یہ بھی ہم کو معلوم نہیں تھا، خود ہی انعام واکرام کرنے والے رب نے بندوں کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ انعام پانے والے یہ ہیں أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ (سورۃ النساء:۶۹) یعنی جن نفوس قدسیہ پر اللہ کا خاص احسان ہوا ہے وہ انبیاے کرام، صدیقین عظام، شہداے ذوی الاحترام اور اولیاے انام ہیں، انھیں کا نقش قدم راہِ خدا اور صراطِ مستقیم ہے۔ ان کو نظر محبت وعقیدت سے دیکھتے ہوئے ان کے نقشِ قدم پر چل پڑو! اللہ تک رسائی ہوجائے گی، ان کے راستے کے علاوہ جتنے راستے ہیں مغضوبین اور ضالین کے راستے ہیں جو خدا سے دور کردینے والے ہیں۔(۲)

☆☆☆

طمانیت نسبت

دُھوپ محشر کی وہ جاں سوز قیامت ہے مگر
مطمئن ہوں کہ مِرے سر پہ ہے پلّا تیرا

شرح:

سبحان اللہ! سچے جاں نثار، عاشق زار، سرکار بغداد کے مخلص وفادار امام احمد رضا کو غوثیت کی ذات والا صفات اور آپ کی کرم نوازیوں پر کتنا اعتماد ہے! فرماتے ہیں کہ قیامت کی

کڑی دھوپ اور جان لیوا گرمی جب کہ سورج سوا نیزے پر آ کر آگ برسائے گا، میدانِ محشر میں ہر طرف نفسی نفسی کا شور مچا ہوگا، کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا اس سخت آفت اور جاں کاہ مصیبت میں بھی یا غوث اعظم، اے دستگیر عالم، مجھے گھبراہٹ نہیں ہوگی بلکہ میں اطمینان وسکون سے رہوں گا، اس لیے کہ میرے سر پر آپ کا دامن رحمت ورافت سایہ فگن ہے۔(۳)

☆☆☆

سکے بٹھا دیے ہیں

مُلکِ سُخَن کی شاہی تم کو رضاؔ مُسلَّم
جس سَمت آ گئے ہو سِکّے بٹھا دیے ہیں

شرح:

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنی تعریف خود کر رہے ہیں، کہ: مُلکِ سُخَن کی شاہی تم کو رضاؔ مُسلَّم ... اے احمد رضا! تم تو شعر وسخن کے بادشاہ ہو، اور تمہاری بادشاہی سب کو مسلّم ہے۔ سب مانتے ہیں تم بادشاہ ہو۔ یہ تو منھ میاں مٹھو بننا ہوا۔ کسی عالم کو یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ اپنے منھ سے اپنی تعریف کرے اور اعلیٰ حضرت نے اپنی تعریف کی ہے۔ کچھ لوگوں نے جان چھڑانے کے لیے یہ کہا ہے: یہ اعلیٰ حضرت کا شعر نہیں ہے، اس زمانے میں سب سے بڑا شاعر داغؔ دہلوی تھا، جب اس نے اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام کو سنا تو کہنے لگا: یہ کس کا کلام ہے؟ تو آپ کے منجھلے بھائی حضرت حسنؔ رضا نے کہا: یہ ہمارے بڑے بھائی احمد رضا کا کلام ہے، تو داغؔ دہلوی کہنے لگے کہ: مولوی ہو کر اتنا اچھا کلام کہتا ہے، پھر جھوم کر داغ دہلوی نے کہا کہ ۔

مُلکِ سُخَن کی شاہی تم کو رضاؔ مُسلَّم
جس سَمت آ گئے ہو سِکّے بٹھا دیے ہیں

اے احمد رضا! تم تو ملک سخن کے بادشاہ ہو، شعر وادب کے بادشاہ ہو، جس سمت آ گئے ہو، تمہارا دبدبہ بیٹھ گیا، سکہ بٹھا دیا؛ یہ کچھ لوگوں نے جواب دیا۔ میں ان دونوں جواب سے سہمت (متفق) نہیں ہوں، میں تو کہتا ہوں: اعلیٰ حضرت نے تعریف نہیں کی ہے اپنی بلکہ نعت بیان کی

ہے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، یہ بھی نعتیہ شعر ہے، یہ فخر ومباہات نہیں ہے، سنو! میں جو ترجمہ کرتا ہوں، مطلب بیان کرتا ہوں، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: داغؔ دہلوی نے آپ کی تعریف کی، شاعروں نے تعریف کی، سب (نے) تعریف کی، سارے شاعر اعلیٰ حضرت کے شعروادب کو تسلیم کر کے انہیں بادشاہ مان رہے ہیں، تو اعلیٰ حضرت اس موقع پر بڑی سنجیدگی کے ساتھ کہتے ہیں:

اے احمد رضا! ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم، اے احمد رضا! تمہاری بادشاہی کو سب نے تسلیم کرلیا ہے، ہم مانتے ہیں کہ سب نے تم کو بہت بڑا مان لیا ہے؛ لیکن، اے احمد رضا! یہ تمہارا اپنا کمال نہیں ہے، فرماتے ہیں: یہ تمہارا کمال نہیں ہے، یہ تمہارا علم نہیں ہے، ارے! جس سمت آ گئے ہو، تم جدھر گئے ہو! سکے بٹھا دیے ہیں، مصطفیٰ نے تمہارا سکہ بٹھا دیا ہے؛ یہ "سکے بٹھا دیے" ہم نے نہیں بلکہ یہ تو میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم ہے کہ احمد رضا! اپنا کمال نہ سمجھنا، یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال ہے کہ تم جس مضمون کو لکھ رہے ہو مصطفیٰ اس مضمون میں سکہ بٹھا کر کے اور اپنے دین کی خدمت تم سے لیتے چلے جا رہے ہیں۔ احمد رضا تم کچھ بھی نہیں ہو، جو کچھ بھی ہے تمہارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم ہے۔

سکے بٹھا دیے ہیں، اب کہو گے یہ کیسے تم نے مطلب نکالا؟ "جس سمت آ گئے ہو"... اردو کا طریقہ یہ ہے کہ جب "ہو" آتا ہے تو "ہیں" نہیں آئے گا؛ اب میں (مثال دے کر) آپ کو سمجھاؤں (جیسے) میں مولانا سے کہوں "تم کھا رہے ہیں" کہ "تم کھا رہے ہو"، "تم کھا رہے ہیں، تم جا رہے ہیں اور تم سو رہے ہیں" تو اردو سمجھنے والا مسکرائے گا، کنکھیوں سے دیکھے گا کہ یہ کوئی گھامڑ دیہاتی بول رہا ہے، یہ لٹریچر کی زبان نہیں ہے، یہ لچر زبان ہے۔ جب "تم" اور "ہو" ہے، تو "ہے" آئے گا، "ہیں" نہیں آئے گا؛ اس کو اصطلاح میں "شتر گربہ" کہتے ہیں، شتر کے معنی اونٹ، گربہ کے معنی بلّی، بولو! ایک طرف اونٹ اور ایک طرف بلی ماوسی کھڑی ہو، کیسا لگے گا؟ دونوں کا مقابلہ ٹھیک ہے؟ اونٹ کے مقابلے میں اونٹ لایا جائے گا، اسی طرح سے جہاں "تم" ہے، وہاں "ہے" لایا جائے گا؛ اور جہاں "آپ" ہے، وہاں "ہیں" لایا جائے گا، ایسا نہیں کہ "ہو" بھی ہو اور "ہیں" بھی ہو، یہ تو ایک طرف اونٹ ہو گیا؛ ایک طرف بلی ہو گئی، یہ بہت بڑا کلام میں عیب ہے، آپ کو

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت فرماتے: "جس سمت آ گئے ہو" اس کے مقابلے میں "سکے بٹھا دیے ہو" یہ ہونا چاہیے؛ لیکن اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "سکے بٹھا دیے ہیں" تو شروع سے آپ یہ نعت پڑھیے ع

اُن کی مہک نے دِل کے غُنچے کِھلا دیے "ہیں"

کس نے کھلایا؟ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے......ع

جس راہ چل گئے ہیں کُوچے بَسا دیے "ہیں"

کس نے (بسا دیے) ہیں؟... (سرکار نے بسا دیے ہیں) (۴)

☆☆☆

خصائص

حَامِدٌ مِنِّی أَنَا مِنْ حَامِدٍ حمد سے حَمُد کماتے یہ ہیں

شرح:

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ (حجۃ الاسلام فرزند اعلیٰ حضرت) حامد رضا مجھ سے ہے، یعنی میرا فرزند ہے اور میں حامد سے ہوں، یعنی حامد رضا سے میرا مشن اور میری نسل چلے گی، دوسرے مصرع میں حمد بڑی "ح" سے اس کا معنی تعریف اور خوبی کے ہیں۔ھمد چھوٹی "ہ" سے اس کا معنی موت سکتہ اور زبان کا بند ہو جانا ہے۔دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہوا کہ حامد رضا کی تعریف سن کر اور خوبیاں دیکھ کر گمراہوں پر (گستاخِ رسول گروہ پر) موت اور سکتہ طاری ہو جاتا ہے اور ان کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔ (۵)

☆☆☆

حوالہ جات:

۱ خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۹۳

۲ تشریح اول: خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۷۱
تشریح دوم: خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۰۱

۳ خطبات کولمبو: ناگ پور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۹۱

۴ http://www.ashrafulfuqaha.com/kalaameraza/Sikke-Bita-dhiye-hai.mp3

۵ تابش انوار مفتی اعظم، ص ۳۸

خلیفۂ حضور مفتی اعظم حضور اشرف الفقہاء

مفتی محمد مجیب اشرف علیہ الرحمۃ

کی دینی و علمی خدمات کا مشکبار تذکرہ



RAZAOFFSET, MUMBAI - 3